تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد پنجم

سورہ آل عمران آیت ۳۸ تا ۱۴۳

تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد پنجم

سورہ آل عمران آیت ۳۸ تا ۱۴۳

جملہ حقوق طباعت واشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب========= تفسیر الفرقان

نام مصنف=========محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات ========= ۵۰۱

قیمت ========= 0

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

موبائل نمبر

03477172726 , 03030144460

ایڈریس

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

عنوانات	نمبرشمار
اولاد کے لیے حضرت زکریا (علیہ السلام) کی دعا	14
حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت	16
اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں	25
حضرت زکریا (علیہ السلام) کے تعجب کا مقصد	25
حضرت مریمؑ کو بشارت	45
عیسائیوں کا باطل عقیدہ	47
عیسیٰ ابن مریمؑ	48
یہودیوں کی مسیح دشمنی	49
حضرت مسیح کے مناقب	50
مائدہ کا نزول اور اس میں شک کرنے والوں پر عذاب	61
حضرت عیسیٰؑ کی سیرت اور ان کے مواعظ	64

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا زمین پر نزول اور ان کی تدفین	75
بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش	79
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے علوم	80
حکمت اہل لوگوں کے سپرد کریں	88
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیمات	98
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات	96
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا معجزہ	98
بنیادی عقیدہ	104
حواری کسے کہتے ہیں	107
یہودیوں کا حضرت عیسیٰ کے قتل کا منصوبہ بنانا	112
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ وفات کا تعلق نہ ہونے کی تحقیق	116
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا	119
رمضان کی اکیسویں تاریخ	121
کافروں کے لیے وعید عذاب اور اہل ایمان کے لیے اجر وثواب	122

شان نزول: (آیت) "ذالک نتلوہ علیک"۔	127
عیسیٰ (علیہ السلام) آدم (علیہ السلام) کے مشابہ ہیں	129
شان نزول	133
عیسائیوں کو دعوت ایمان	134
العاقب اور السید کی دعوت اسلام	136
آیات سابقہ سے مناسبت اور شان نزول	145
اہل کتاب کو دعوت اسلام کا طریقہ	148
ہرقل روم کے نام دعوت نامہ	149
شان نزول: (آیت) "یا اھل الکتاب لم تحاجون"	152
صحابہ نجاشی ؓ کے دربار میں	159
شان نزول	164
یہودیوں کا حسد	164
شان نزول	168
یہودیوں کی شرارت	169

شان نزول: (آیت) "قل ان الهدی هدی اللہ"۔	171
نبوت کا وہبی ہونا اور باقی فضائل کا کسبی ہونا	177
شان نزول	180
یہود جھوٹ بولتے ہیں	182
شان نزول: (آیت) "ان الذین یشترون بعہد اللہ"	189
جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کمانے والے کے لیے عذاب	191
جھوٹی قسم گھروں کو برباد کردیتی ہے	194
ربط آیات اور شان نزول	201
شان نزول: (آیت) "ما کان لبشر"	208
تمام نبیوں سے آپ پر ایمان لانے کے عہد کی تحقیق	216
سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا عموم	218
شان نزول	223
ایمان بالرسل	231
شان نزول: (آیت) "ومن یبتغ غیر الاسلام"	232

اسلام کی تعریف اور اس کا مدار نجات ہونا	233
شانِ نزول: (آیت) "کیف یہدی اللہ قوما"	235
حارث بن سوید انصاری مرتد ہو گیا تھا	237
اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت	240
ایمان کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کی کفار کی تین قسمیں	245
شانِ نزول	250
ابو طلحہؓ کا باغ صدقہ کرنا	251
زید بن حارثہؓ کا گھوڑا صدقہ کرنا	252
حضرت ابو ذرؓ کی وصیت	253
شانِ نزول	256
اسرائیل نے ہڈی والا گوشت اپنے اوپر حرام کیا تھا	257
حضرت یعقوبؑ نے کس چیز کو حرام کیا تھا	259
اسلام میں احکام آسان ہیں	263
تعمیر کعبہ کی تاریخ	271

276	کعبہ کے فضائل
280	مکہ اور بکہ کا تعین
283	حرم پناہ گاہ ہے
286	حرم میں پناہ لینے والے کے ساتھ برتاؤ
287	بیت المقدس میں داخل ہونے والا
289	حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے
291	بیت اللہ پہنچنے کی طاقت ہونا
293	استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کرنے والا
295	حج سے انکار کرنے والا دین اسلام پر نہیں
299	شان نزول
304	ہدایت کا مستحق کون ہے
305	اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کامیاب ہیں
310	اللہ سے کما حقہ ڈرنے کا حکم محکم ہے یا منسوخ؟
311	تقوی کے متعلق احادیث

بقدر طاقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا	313
اللہ کی رسی کا بیان	318
دو چیزیں ذریعہ ہدایت ہیں	320
مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہو	322
مسلمانوں کا آپس میں اتفاق نعمت خداوندی ہے	324
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث اور آثار	331
اچھائی کا حکم کرنے والی جماعت	336
فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے	340
قیامت کے روز لوگوں کی دو جماعتیں	345
عذاب کا عدل اور ثواب کا فضل ہونا	352
امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیر امت ہیں	357
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رعب	359
شان نزول: (آیت) "لیسوا سوآء من اھل الکتب"	369
اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حدود پر قائم رہنے والے	371

شان نزول: (آیت) "یایھا الذین امنوالاتتخذ وا"	355
منافقین سے دوستی کی ممانعت	388
نیک اور متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا محمل	393
شان نزول: (آیت) "واذ غدوت من اھلک"	399
غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ	300
غزوہ احد کا مختصر تذکرہ	406
شان نزول: (آیت) "اذھمت طآئفتن منکم"	412
غزوہ احد کے متعلق احادیث اور آثار	413
اللہ تعالیٰ کی دست گری	419
بدر کا لغوی معنی اور جغرافیائی محل وقوع	421
جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار	425
پانچ ہزار فرشتوں کی مدد	431
بدر کے دن فرشتے گھوڑوں پر سوار تھے	438
کافروں کی ایک جماعت کی ہلاکت	441

شان نزول: (آیت) "لیس لک من الامر شیئ	442
کافروں کے خلاف دعاء ضرر کرنے اور لعنت کرنے کے متعلق احادیث	444
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرہ انور کا زخمی ہونا	446
شان نزول: یایھا الذین امنوا الا تاکلوا الربوا	451
سود مفرد اور سود مرکب کا بیان	451
ربا الفضل کا بیان	452
ربا الفضل میں علت حرمت کی تحقیق	453
شان نزول آیت "وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم"	459
جنت کی چوڑائی کا ذکر	460
غصہ ضبط کرنے کی فضیلت میں احادیث	467
شان نزول: (آیت) "والذین اذا فعلوا فاحشۃ	474
گناہوں پر اصرار کا لغوی اور شرعی معنی	480
شان نزول: (آیت) "ویتخذ منکم شہدآء"	488
احد کے روز اہل ایمان کا شہید ہونا	489

مسلمانوں کی دعا قبول ہوئی	**491**
شان نزول: (آیت)"ولقد کنتم تمنون الموت"	**499**

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ ﴾

اس وقت زکریا نے اپنے رب کو پکارا۔ عرض کی کہ اے میرے رب! عطا فرما مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد، بیشک تو ہی دعا کو سننے والا ہے۔

خلاصہ تفسیر

(حضرت زکریا (علیہ السلام) نے حضرت مریم (علیہا السلام) کی تربیت میں غیر معمولی نشانات قدرت دیکھ کر اپنے لیے بھی دعا فرمائی، جن کا بیان یہ ہے)

اس موقع پر دعا کی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجیے مجھ کو خاص اپنے سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے۔

اولاد کے لیے حضرت زکریا (علیہ السلام) کی دعا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کا حال دیکھا کہ ان کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل آتے ہیں تو ان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ میرا رب جو بے موسم کے پھل دینے پر قادر ہے وہ ضرور اس بات پر قادر ہے کہ مجھے بے موسم کی یعنی بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائے۔ تب وہ

اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا کرنے پر راغب ہوئے انھوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر چپکے چپکے اپنے رب سے دعا کی: اے رب میری ہڈی کمزور ہو چکی ہے اور میرا سر سفید ہو گیا ہے اور میں کبھی تجھ سے دعا کر کے نامراد نہیں ہوا اور مجھے اپنے بعد اپنے وارثوں سے (دن میں فتنہ ڈالنے کا) خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنی طرف سے ایک وارث عطا فرما جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔ بعض علماء اس آیت میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کے پاس جا کر دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کے لیے ولی کی بارگاہ میں جانا پڑتا ہے اور جب نبی کے لیے بھی ولی کے پاس جائے بغیر چارہ نہیں تو عام آدمیوں کا ذکر ہے، اور اس آیت سے وہ نبی پر ولی کی فضیلت سے ثابت کرتے ہیں اور یہ فکر محض گمراہی ہے، حضرت زکریاؑ کا دعا کرنا محض اس وجہ سے تھا کہ انھوں نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے اور تب ان کا ذہن اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ میرا رب جب بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو بے موسم کی اولاد بھی دے سکتا ہے۔ [۱]

حضرت زکریا (علیہ السلام) خوب زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے کوئی اولاد نہ تھی جو دینی علوم اور اعمال میں ان کی وارث بنے جیسا کہ سورہ مریم میں ذکر فرمایا:

(قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا)

۱۔ جامع البیان دار الکتب العلمیہ بیروت تفسیر طبری

"عرض کیا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی اور آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک وارث دے دیجیے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب پسندیدہ بنائیے۔"

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ ﴾

پس فرشتوں نے اسے آواز دی جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، نفس پر قابو رکھنے والا' نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت

سیدا: (عنداللہ معزز۔قانع، متقی، جس نے دونوں جہان دے کر خالق جہان کو لے لیا۔ یہ ساد، یسود سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اصل میں یہ سیوذ تھا یائے ساکن کی وجہ سے واؤ کو یا سے تبدیل کر کے ادغام کر دیا)۔

حصورا: (پاکباز۔ نفس کو خواہشات اور لہو ولعب سے روکنے والا، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حصور اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود عورتوں کے قریب نہ جاتا ہو یہ حصر سے فعول کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے)۔ ①

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعیؒ متوفی ۷۷٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت زکریا (علیہ السلام) دعا کی اور فرشتوں نے حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت دی‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔ زکریاؑ نے کہا: اے میرے رب میرا لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں۔ فرمایا یوں ہی ہوگا‘ آپ کے رب نے فرمایا وہ میرے لیے آسان ہے اور اس سے پہلے میں تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھے۔ زکریاؑ نے کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات (دن) لوگوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تم تندرست ہوگئے۔ تو وہ اپنے (ماننے والوں) لوگوں کے سامنے عبادت کے حجرہ سے باہر نکلے سو ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔ (مریم:۱۱۔۷)

پھر حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کے بعد ان کی طرف یہ وحی کی:

(آیت) ”یحیی خذ االکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا۔ وحنانا من لدنا وزکوۃ وکان تقیا۔ وبرا بوالدیہ ولم یکن جبارا عصیا۔ وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ (مریم:۱۵۔۱۲)

ترجمہ: اے یحییٰ پوری قوت سے کتاب پکڑ لو اور ہم نے انھیں بچپن میں نبوت دی۔ اور اپنے پاس سے

۱۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی ۱/ ٤۸۲۰)

نرم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ نہایت متقی تھے۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔ اور ان پر سلام ہو ان کی پیدائش کے دن ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

ان تین اوقات میں سلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ابن آدم پر یہ تین اوقات بہت سخت ہوتے ہیں ان اوقات میں وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتا ہے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تھا:

(آیت) "والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (مریم: ۳۳)

ترجمہ: اور مجھ پر سلام ہو میری ولادت کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا۔

قتادہؒ نے حسن ؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حضرت یحییٰ (علیہ السلام) سے فرمایا: آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ میرے لیے استغفار کریں، حضرت یحییٰ (علیہ السلام) نے کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ میرے لیے استغفار کریں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں کیونکہ میں نے اپنے اوپر خود سلام بھیجا ہے اور آپ پر اللہ نے سلام بھیجا ہے، تو حضرت یحییٰ (علیہ السلام) نے جان لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہی فضیلت دی ہے۔

امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر ابن آدم نے خطا کی ہے یا خطا کا ارادہ کیا ہے ماسوا یحییٰ بن زکریاؑ کے، اور کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متیؑ سے زیادہ افضل ہوں۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ

اور امام دار قطنیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ ابن وہبؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہ کے پاس آئے تو وہ انبیاء (علیہم السلام) کی فضیلت کا ذکر کر رہے تھے کسی نے کہا موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ کسی نے کہا عیسیٰ روح اللہ ہیں، کسی نے کہا ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا شہید کہاں ہے؟ جو اون کے کپڑے پہنتے تھے اور درخت کے پتے کھاتے تھے اور گناہوں سے ڈرتے تھے، اور حافظ ابن عساکرؒ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن یحییٰ بن زکریاؑ کے سوا ہر شخص اللہ تعالیٰ سے کسی نہ کسی (نوع کے) گناہ کے ساتھ ملاقات کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سید اور حصور فرمایا ہے پھر انھوں نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر کہا ان کے پاس بس اتنی تھی پھر ان کو ذبح کر دیا گیا۔

امام احمدؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت حارث اشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنو اسرائیل کو ان کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ قریب تھا کہ حضرت یحییٰؑ اس میں تاخیر کرتے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا آپ کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنو اسرائیل کو ان کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا یا آپ انھیں تبلیغ کریں یا پھر میں تبلیغ کرتا ہوں۔ حضرت یحییٰؑ نے کہا اے بھائی! مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے مجھ سے پہلے ان کلمات کی تبلیغ کر دی تو مجھے عذاب ہو گا یا مجھ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر حضرت یحییٰؑ نے بیت المقدس میں بنو اسرائیل کو جمع کیا اور کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو بھی ان پانچ چیزوں کی تعلیم دوں۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے خالص

مال سے سونے یا چاندی کے بدلہ ایک غلام خریدے اور وہ غلام اپنے مالک کے سوا کسی اور کی خدمت کرے اور مالک کی آمدنی کسی اور شخص تک پہنچائے۔ تم میں سے کون شخص پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور تم کو رزق دیا تو تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور کو بالکل شریک نہ کرو۔ جب تک بندہ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اللہ بھی اس کی طرف متوجہ رہتا ہے اس لیے جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ کرو' اور اللہ نے تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس لوگوں کی ایک جماعت میں مشک کی تھیلی ہو جس سے سب لوگوں کو مشک کی خوشبو آرہی ہو' اور بیشک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے' اور اللہ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو اس کے دشمنوں نے قید کر لیا اور اس کی گردن کے ساتھ اس کے ہاتھ باندھ دیئے پھر وہ اس کی گردن اڑانے کے لیے آئے تو اس نے کہا تمہاری کیا رائے ہے میں تمہیں اپنی جان کا فدیہ دے دوں! پھر وہ اپنا تھوڑا اور زیادہ مال انھیں دے کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے' اور میں تم کو اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے اس کا دشمن دوڑ رہا ہو تو وہ ایک مضبوط قلعے میں آکر قلعہ بند ہو جائے اور جب کوئی شخص اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو وہ ایک مضبوط قلعہ میں شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضرت حارث اشعریؓ نے کہا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اور میں بھی تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے جماعت کے ساتھ رہنا' حکم سننا اور اطاعت کرنا' اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اور جس نے زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی اس نے جہنم سے مٹی ڈال لی۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! خواہ اس نے روزے رکھے ہوں اور نماز پڑھی ہو۔

آپ نے فرمایا خواہ اس نے روزے رکھے ہوں اور نماز پڑھی ہو اور مسلمان ہونے کا زعم کیا ہو۔ مسلمانوں کو مسلمان کہہ کر بلاؤ کیونکہ اللہ عزوجل نے اللہ کے بندوں کو مسلمان اور مومن کہا ہے۔اس حدیث کو امام ابویعلیٰ، امام ترمذی امام ابوداؤد طیالسی، امام ابن ماجہ، امام حاکم اور امام طبرانی ؒ نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت یحییٰ کے قتل کے کئی اسباب ذکر کئے گئے ہیں کہ اس زمانہ میں دمشق کا ایک حکمران اپنی کسی محرم سے نکاح کرنا چاہتا تھا حضرت یحییٰ (علیہ السلام) نے اس بادشاہ کو اس کام سے منع کیا، اس وجہ سے اس عورت کے دل میں حضرت یحییٰ ؑ کے خلاف بغض پیدا ہوگیا جب اس عورت اور بادشاہ کے درمیان شناسائی پیدا ہوگئی تو اس عورت نے بادشاہ سے حضرت یحییٰ ؑ کے قتل کا مطالبہ کیا۔بادشاہ نے حضرت یحییٰ کو قتل کر کے ان کا سر اس عورت کے سامنے پیش کردیا۔کہا جاتا ہے کہ وہ عورت بھی اسی ساعت مرگئی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس بادشاہ کی عورت حضرت یحییٰ پر فریفتہ ہوگئی اس نے حضرت یحییٰ ؑ سے اپنی مقصد برآری چاہی، حضرت یحییٰ نے انکار کیا جب وہ حضرت یحییٰ سے مایوس ہوگئی تو اس نے بادشاہ کو حضرت یحییٰ کے قتل پر تیار کیا اور بادشاہ نے کسی کو بھیج کر حضرت یحییٰ کو قتل کرایا اور ان کا سر مبارک کاٹ کر ایک طشت میں اس عورت کو پیش کردیا۔ (۱)

حضرت یحییٰ ؑ کے قتل کا جو پہلا سبب لکھا ہے موجودہ انجیل میں بھی اس کی تصدیق ہے:

کیونکہ ہیرودیس نے آپ آدمی بھیج کر یوحنا کو پکڑوایا اور اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اسے قید خانہ میں باندھ رکھا تھا کیونکہ ہیرودیس نے اس سے نکاح کرلیا تھا۔اور یوحنا نے اس سے

۱۔(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۵٤۔٤۷ مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۳۹۳ھ)

کہا تھا کہ اپنے بھائی کی بیوی رکھنا تجھے روا نہیں۔ پس ہیرودیاس اس سے دشمنی رکھتی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرائے مگر نہ ہو سکا۔ کیونکہ ہرودیس یوحنا کو راستباز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے بچائے رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سنتا خوشی سے تھا۔ اور موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی۔ اور اسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دوں گا۔ اور اس سے قسم کھائی کہ جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی آدھی سلطنت تک تجھے دوں گا۔ اور اس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں؟ اس نے کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر۔ وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی کہ میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر مجھے ابھی منگوا دے۔ بادشاہ بہت غمگین ہوا مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب اس سے انکار نہ کرنا چاہا۔ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے۔ اس نے قید خانہ میں جا کر اس کا سر کاٹا۔ اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔ پھر اس کے شاگرد سن کر آئے اور اس کی لاش اٹھا کر قبر میں رکھی۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے، سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے۔ (آل عمران: ۳۹)

حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تصدیق کرنا:

۱۔ (مرقس: باب: ٦، آیت ۲۹۔۱۸، نیا عہد نامہ ص ٤٠۔۳۹، مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

یحییٰ کے معنی ہیں زندہ ہوتا ہے یا زندہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یحییٰ رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھا۔ یا وہ کلمہ حق کہنے کی باداش میں قتل کئے جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ کی بیوی نے حضرت مریمؑ سے کہا میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تمہارے پیٹ کے بچہ کے لیے حرکت کرتا ہے' پھر حضرت زکریا کی بیوی کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت مریم کے ہاں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پیدا ہوئے اور حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے مصدق تھے اس لیے اس آیت میں فرمایا ہے جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰؑ خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں محسوس کرتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے حضرت یحییٰ نے اپنی ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو سجدہ کر کے ان کی تصدیق کی وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے تھے' حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ سے عمر میں بڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کو سید فرمایا ہے اس کا معنی ہے وہ علم اور عبادت میں سردار تھے قتادہؒ نے کہا وہ علم، حلم اور تقوی میں سردار تھے۔ مجاہدؒ نے کہا سید کا معنی ہے جو اللہ کے نزدیک کریم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو حصور بھی فرمایا ہے، حصور کا معنی ہے جو عورتوں سے خواہش پوری نہ کرتا ہو۔ حضرت ابن

العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن یحییٰ بن زکریا کے سوا ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی گناہ ہوگا۔ (۱)

حضرت یحییٰ کا عورتوں کی خواہش پوری نہ کرنا اپنی پاکبازی کی وجہ سے تھا کسی عجز کی وجہ سے نہ تھا، انبیاء کرام ہر قسم کے عیب سے منزہ ہوتے ہیں۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ان محرابوں سے بچو۔

ابن ابی شیبہؒ نے سبید بن ابی الجعدؒ سے روایت کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب فرماتے تھے حجرے بنا لیے جائیں گے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ مسجدوں میں محراب بنانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ محراب میں نماز پڑھنا ناپسند کرتے ہیں۔ ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ محراب میں نماز پڑھانا پسند کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا کہ وہ محراب میں نماز پڑھنا ناپسند کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہؒ نے سالم بن ابی الجعدؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجدوں میں محراب کو ناپسند کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہؒ نے کعبؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں محراب کو ناپسند کرتے تھے۔

﴿ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝۴۰ ﴾

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۷۴-۱۷۲، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔فرمایا (فرشتے نے) اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں

یعنی اس کی قدرت ومشیت سلسلہ اسباب کی پابند نہیں۔گواس عالم میں اس کی عادت یہی ہے کہ اسباب عادیہ سے مسببات کہ پیدا کرے۔لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کردینا بھی اس کی خاص عادت ہے۔اصل یہ ہے کہ مریم صدیقہ کے پاس خارق عادت طریقہ سے رزق کا پہنچنا اور بہت سے غیر معمولی واقعات کا ظہور پذیر ہونا۔یہ دیکھ کر مریم کے حجرہ میں بے ساختہ حضرت زکریا (علیہ السلام) کا دعاء مانگنا، پھران کو اوران کی بانجھ عورت کو بڑھاپے میں غیر معتاد طور پر اولاد ملنا، ان سب نشانات کو قدرت کی طرف سے اس عظیم الشان آیت الٰہیہ کی تمہید سمجھنا چاہیے، جو مریم کے وجود سے بدون قربان زوج مستقبل قریب میں ظاہر ہونیوالی تھی۔گویا حضرت یحییٰ کی غیر معتاد ولادت پر کذلک اللہ یفعل مایشآء فرمانا تمہید تھی، کذلک اللہ یخلق مایشآء کی جو آگے حضرت مسیح کی غیر معتاد ولادت کے سلسلہ میں آیا چاہتا ہے۔

حضرت زکریا (علیہ السلام) کے تعجب کا مقصد

حسن بصری ؒ نے کہا طریق پیدائش کو دریافت کرنے کے لیے حضرت زکریا ؑ نے مذکورہ الفاظ کہے تھے کہ میرا لڑکا کس طرح ہوگا، کیا مجھے اور میری بیوی کو جوان کردیا جائے گا اور بیوی کے بانجھ پن کو دور کردیا جائے گا۔کسی دوسری عورت سے میرا لڑکا ہوگا یا موجودہ حالت میں ہی ہم دونوں کو بچہ عنایت کیا

جائے گا۔

حضرت زکریا (علیہ السلام) کی عمر:

مراد یہ ہے کہ میں بڑھاپے کو پہنچ گیا ہوں اور بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر بڑھاپے کا اثر پہنچ گیا ہے اور بڑھاپے نے مجھے کمزور کر دیا۔ اس وقت حضرت زکریا، (علیہ السلام) کی عمر بقول کلبی 92 سال اور بقول ضحاک 120 سال تھی اور بیوی کی عمر 98 سال لکھی۔ [۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب زکریا (علیہ السلام) نے آواز کو سنا تو ان کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا اے زکریا (علیہ السلام) یہ آواز جو تو نے سنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی وہ تو شیطان کی طرف سے تھی تا کہ تجھ سے مذاق بنائے۔

اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی تو تیری طرف وحی آتی جیسا کہ وحی آتی ہے تیری طرف اس کے علاوہ دوسرے کام کے لیے تو اس موقعہ پر ان کو شک ہوا تو اس پر فرمایا لفظ آیت " قال رب انی یکون لی غلم" یعنی کیسے میرے لیے بچہ ہو گا۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس شیطان آیا اور اس نے ان پر ارادہ کیا کہ ان کو اپنے رب کی نعمت کو مکدر کر دے کہنے لگا کیا تو جانتا ہے کس نے تم کو آواز دی فرمایا ہاں مجھ کو میرے رب کے فرشتوں نے آواز دی کہنے لگا نہیں بلکہ وہ شیطان تھا اگر یہ تیرے رب کی طرف سے ہوتی تو اس کو تجھ پر مخفی رکھتا جیسا کہ تو نے مخفی رکھا اپنی آواز کو تو (اس پر) انھوں نے عرض کیا لفظ آیت " رب اجعل لی ایۃ"۔

۱۔ (تفسیر مظہری اردو جلد 2)

قولہ تعالیٰ: وامراتی عاقر:

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے شعب الجباؒ سے روایت کیا ہے کہ یحییٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا نام اشیع تھا۔

کہا گیا ہے: یہاں رب سے مراد جبرائیل امین (علیہ السلام) ہیں یعنی انھوں نے حضرت جبرائیل امین (علیہ السلام) کو کہا: رب اے میرے سردار۔ کیونکر میرے ہاں لڑکا ہوگا؟ یہ کلبیؒ کا قول ہے۔

اور بعض نے کہا ہے: رب سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ "انی" بمعنی کیف ہے اور یہ ظرف ہونے کی بنا پر محل رفع میں ہے اور اس استفہام کے معنی میں دو وجہیں ہیں ایک یہ ہے کہ انھوں نے سوال کیا کیا اس کے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ وہ اور اس کی بیوی اپنے اس حال پر ہیں یا انھیں اس حال پر لوٹا دیا جائے گا جس سے بچہ ہوسکتا ہے؟ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے سوال کیا کیا انھیں اپنی اسی بانجھ بیوی سے بچہ عطا کیا جائے گا یا کسی اور سے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے: معنی یہ ہے کہ کون سے درجہ کے سبب اس کا حقدار سمجھا گیا ہے حالانکہ میں اور میری بیوی اس حال پر ہیں آپ نے یہ علی وجہ التواضع کہا۔

اور روایت ہے کہ آپ کی دعا اور جس وقت آپ کو اس کی بشارت دی گئی ان کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ تھا اور جس دن آپ کو بشارت دی گئی تھی اس وقت آپ کی عمر نوے برس تھی اور آپ کی اہلیہ کی عمر بھی اس کے قریب تھی۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ضحاکؒ نے کہا: جب آپ کو خوشخبری دی گئی، اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس برس تھی، اور آپ کی بیوی کی عمر اٹھانوے برس تھی۔ [1]

۱۔ تفسیر قرطبی

﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ﴾

انھوں نے کہا: پروردگار میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے، اللہ نے کہا: تمہاری نشانی یہ ہوگی کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا کوئی بات نہیں کر سکو گے اور اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرتے رہو، اور شام کے وقت بھی اور صبح سویرے بھی اللہ کی تسبیح کیا کرو۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً: زکریا نے کہا اے رب استقرار حمل کی میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے جس سے میں استقرار حمل کو جان جاؤں اور بطور شکر تیری عبادت زیادہ کروں۔

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا: یعنی اللہ نے فرمایا استقرار حمل کی تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ باوجود ذکر اللہ پر قدرت رکھنے کے تو لوگوں سے تین دن کوئی بات نہیں کر سکے گا سوائے اشارہ کرنے کے سر سے ہو یا ہاتھ وغیرہ سے۔ رمز کا اصل معنی ہے حرکت دینا استثناء منقطع ہے لیکن اگر کلام سے مراد وہ تمام چیزیں ہوں جو مافی الضمیر پر دلالت کرتی ہیں (جیسے زبان سے بات آنکھ

سے ایماء ہاتھ پاؤں سے یا سر سے اشارہ) تو استثناء متصل ہوگا عطاءؒ نے کہا کلام نہ کرنے سے مراد ہے تین دن روزہ رکھنا کیونکہ وہ لوگ روزہ میں سوائے اشارہ کے زبان سے بات نہیں کرتے تھے۔

وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ كَثِيۡرًا: یعنی جب نشانی ظاہر ہو جائے تو شکریہ میں اپنے رب کا ذکر بہت کرنا۔

وَّسَبِّحۡ: اور نماز پڑھنا۔ بِالۡعَشِىِّ: پچھلے دن یعنی زوال کے بعد سے کچھ رات گئے تک۔ اس سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے۔ وَالۡاِبۡكَارِ: اور دن کے پہلے حصہ میں یعنی فجر سے چاشت تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ "کذلک" سے مراد ہے ھکذا یعنی اسی طرح اور ان کے قول میں لفظ آیت "رب اجعل لی ایۃ" سے مراد ہے کہ زکریا (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے رب! اگر یہ آواز آپ کی طرف سے ہے تو میرے لیے کوئی نشانی بنا دیجئے۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "رب اجعل لی ایۃ" سے مراد ہے کہ (میری بیوی کو جب) حمل ہو جائے تو (اس کی نشانی مقرر فرما دیجئے)۔

عبد الرزاقؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ایتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام" سے مراد ہے کہ اس بات کی ان کو سزا دی گئی کہ فرشتوں نے جب ان سے براہ راست گفتگو کی تھی اور یحییٰ (علیہ السلام) کی خوشخبری دی تھی تو فرشتوں کی کلام کے بعد انھوں نے اس کی نشانی کے بارے میں پوچھ لیا تو اس پر ان کی زبان کو پکڑ لیا (تا کہ بات نہ کر سکیں)۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو عبد الرحمن سلمیؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی زبان کو بغیر بیماری سے بولنے سے روک دیا گیا۔

سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی زبان کو تین دن اور تین راتیں بولنے سے روک دیا گیا آپ کی زبان پھول گئی تھی کہ اس سے آپ کا منہ بھر گیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے جبیر بن نفیرؒ سے روایت کیا ہے اور ان کو کلام سے روک دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تین دن کے بعد ان کی زبان کو کھول دیا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الا رمزا" سے مراد ہے ہونٹوں سے اشارہ کیا۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ "الا رمزا" سے مراد ہے کہ ان کا اشارہ سے مراد ہے کہ ان کا اشارہ ان کے ہونٹوں سے تھا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الا رمزا" سے مراد اشارہ ہے۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ "الا رمزا" سے مراد ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنا اور بات نہ کرنا۔

ابن جریرؒ نے عوفی ؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رمز یہ ہے کہ اپنی زبان کو پکڑ لے اور وہ لوگوں سے ہاتھ کے ساتھ کلام کرے (یعنی اشارہ سے بات کرے)۔

طستی ؒ نے اپنے مسائل میں ابن الانباری ؒ نے الوقف والا بتداء میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق ؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "الا رمزا" کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ہاتھ سے اشارہ کرنا اور سر سے اشارہ کرنا عرض کیا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

مافی السماء من الرحمن مرتمز الا الیہ ومافی الارض من وزر

ترجمہ: آسمان میں رحمن کو چھوڑ کر کوئی ایسی جگہ نہیں (جس کی طرف اشارہ کیا جائے) اور نہ ہی زمین میں کوئی جائے پناہ ہے۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم وابونعیمؒ نے محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ذکر کے ترک کرنے کی رخصت فرماتے تو زکریا (علیہ السلام) کے لیے رخصت فرماتے (مگر فرمایا) لفظ آیت "ایتک الاتکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا واذکر ربک کثیرا" اور اگر کسی کے لیے ذکر کے ترک کرنے کی رخصت فرماتے تو ان لوگوں کو رخصت فرماتے جو اللہ کے راستہ میں قتال کرتے ہیں (بلکہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "یایھا الذین امنوااذا لقیتم فءۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا" (یعنی اے ایمان والو! جب تم دشمن سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو)۔

اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا : بنی اسرائیل خاموش رہنے کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ایک حدیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خطبہ دے رہے تھے، انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہے۔آپ نے اس کے متعلق پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، سائے میں نہیں جائے گا، کسی سے بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔آپ نے فرمایا: "اس کو حکم دو کہ بات کرے، سایہ میں آجائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔"[1]

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ

۱۔[بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ:٦٧٠٤]

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور (یاد کرو) جب (مریم سے) فرشتوں نے آکر کہا اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں میں سے تجھ کو چن لیا ہے۔

عبدالرزاق ؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن المسیب ؒ سے لفظ آیت " ان اللہ اصطفک وطھرک واصطفک علی نساء العلمین " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ ؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بہترین عورتیں اونٹوں پر سوار کرنے والیاں قریش کی عورتیں ہیں جو اپنے بچوں پر مہربان ہونے والیاں ہیں ان کی چھوٹی عمر میں اور شوہر کے ہاتھ میں جو مال ہے اس پر اچھی طرح نگاہ رکھنے والیاں ہیں ابو ہریرہ ؓ سے فرمایا بنت عمران نے کبھی اونٹ پر سواری نہیں کی۔

ابن ابی شیبہؒ، بخاری و مسلم ؒ، ترمذی ؒ، نسائی ؒ، ابن جریر اور ابن مردویہ ؒ نے حضرت علی ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: عورتوں میں سے بہترین عورت مریم بنت عمران ہے اور عورتوں میں سے بہترین عورت خدیجہ ؓ بنت خویلد ہے۔

حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا اور حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جہان والوں کی عورتوں میں سے افضل عورتیں خدیجہ ؓ، فاطمہ ؓ، مریم ؓ اور آسیہ ؓ فرعون کی بیوی ہیں۔

ابن مردویہ ؒ نے انس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلا شبہ اللہ تعالیٰ

نے جہان والی عورتوں پر چار عورتوں کو چن لیا آسیہ بنت مزاحم ؓ، مریم بنت عمرانؑ، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؑ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

احمد اور ترمذیؒ نے (اس کو صحیح کہا) ابن المنذر ابن حبان اور حاکمؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافی ہے تجھ کو تمام عالم کی عورتوں میں سے مریم بنت عمرانؑ، خدیجہ بنت خویلدؓ، فاطمہؑ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، آسیہ فرعون کی بیوی، ابن ابی شیبہؒ نے اس کو حسن سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ، بخاری و مسلمؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن جریرؒ نے ابوموسیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں سے کوئی کامل نہیں ہوئیں مگر مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی اور حضرت عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (کھانے کی) فضیلت سارے کھانوں پر۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریرؒ نے حضرت فاطمہؑ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تو جنت والی عورتوں کی سردار ہے سوائے مریم بتول کے (بتول وہ عورت جو دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھے)۔

ابن جریرؒ نے عمار بن سعدؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حضرت خدیجہؓ کی فضیلت میری امت کی عورتوں پر ایسی ہے جیسی حضرت مریمؑ کی فضلیت جہان والی عورتوں پر۔

ابن عساکرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

جنت والی عورتوں کی سردار مریم بنت عمرانؑ، پھر فاطمہ پھر خدیجہ پھر آسیہ فرعون کی بیوی ہے۔

چار عورتیں سردار ہیں

ابن عساکرؒ نے مقاتلؒ کے طریق سے ضحاک سے روایت کیا ہے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا چار عورتیں اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں مریم بنت عمرانؑ، آسیہ بنت مزاحمؒ، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان میں سے افضل علم کے لحاظ سے فاطمہؓ ہیں۔

ابن ابی شیبہؒ نے عبدالرحمن بن ابی یعلیؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا فاطمہؓ مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد کے بعد جہاں بھر کی عورتوں کی سردار ہیں۔

ابن ابی شیبہؒ نے مکحولؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ بہترین عورتیں اونٹوں پر سواری کرنے والیاں قریش کی عورتیں ہیں جو اپنے بچوں پر حد درجہ پر مہربان ہوتی ہیں ان کی چھوٹی عمر میں اور شوہر کے ہاتھ میں جو مال ہے اس کی حد درجہ نگہبانی کرتی ہیں اور اگر اس بات کو جان لیا تا کہ مریم بنت عمران نے اونٹ پر سواری کی تھی تو میں ان پر کسی کو فضلیت نہ دیتا۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان اللہ اصطفک وطھرک" سے مراد ہے کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بنایا ایمان کے لحاظ سے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ "وطھرک" سے مراد ہے کہ حیض سے پاک بنایا (اور) لفظ آیت "واصطفک علی نساء العلمین" یعنی جس زمانہ میں وہ تھیں اس زمانہ کی عورتوں پر ہم نے تجھ کو چن لیا۔

وَاصۡطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ: مریم بنت عمران ؓ کی یہ فضیلت اپنے زمانے کے اعتبار سے تھی، یا یہ کہ وہ بہترین عورتوں میں سے ہیں، سیدنا علی بن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”مریم بنت عمران (اپنے زمانے میں) بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی عورتوں میں سب سے بہتر خاتون خدیجہ بنت خویلد ؓ ہیں۔“ [1]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مردوں میں سے بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہی کامل ہوئی ہیں۔“ [2]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مردوں میں سے بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران کامل ہوئی ہیں اور عورتوں پر عائشہ ؓ کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کو باقی کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔“ [3]

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”(جذبہ قربانی اور صبر و استقامت کا سبق حاصل کرنے کے لیے) تمام جہانوں کی عورتوں میں تمہارے لیے مریم بنت عمران،

۱۔[بخاری، کتاب أحادیث الانبیاء، باب (وإذ قالت الملائکۃ یمریم إن اللہ اصطفٰک ۔۔ الخ): ۳۴۳۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ (رض): ۲۴۳۰]

۲۔[مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ: ۲۴۳۱۔ السنن الکبری للنسائی: ۹۳/۵]

۳۔[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ (وضرب اللہ مثلاً للذین اٰمنوا امرأت فرعون ۔۔ الخ): ۳۴۱۱۔ ترمذی، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء فی فضل الثرید: ۱۸۳۴]

خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون کافی ہیں۔"[1]

امام ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد کے بعد تمام جہانوں کی سردار فاطمہ ہیں۔[2]

﴿يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾﴾

اے مریم! تم اپنے رب کی فرمابرداری میں لگی رہو، اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔

س سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم پر اپنے مخصوص انعامات کا ذکر فرمایا تھا۔ اس آیت میں ان انعامات پر شکر ادا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ نماز میں پہلے رکوع ہے اور پھر سجدہ ہے اس لیے بظاہر پہلے رکوع اور پھر سجدہ کا ذکر کرنا چاہیے تھا جبکہ اس آیت میں اس کے برعکس پہلے سجدہ اور پھر رکوع کا ذکر ہے اس کی کیا توجیہہ ہے؟ علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات بیان کی ہیں بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) نماز سے مقصود اللہ کے سامنے عاجزی پیش کرنا اور ذلت کا اظہار کرنا ہے اور سجدہ میں انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار ہے کیونکہ سجدہ میں انسان اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتا ہے اور اپنے جسم کے مکرم اور مشرف عضو کو اس جگہ رکھ دیتا ہے جو لوگوں کے پیروں تلے آتی ہے اور چونکہ نماز کا اہم مقصود سجدہ سے ادا

۱۔[ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل خدیجۃ: ۳۸۷۸]

۲۔(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ دارالفکر دمشق، ۱۴۰۴ھ)

ہوتا ہے اس لیے اس آیت میں پہلے سجدہ کا اور پھر رکوع کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) بندے کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب سجدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) "واسجدو واقترب"۔ (العلق: ۱۹) ترجمہ: سجدہ کرو اور (اللہ سے مزید) قریب ہو جاؤ۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بندہ کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو۔ [۱]

معدان بن ابی طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غلام حضرت ثوبانؓ سے ہوئی، میں نے کہا مجھے ایسا عمل بتلائیے۔ آپ خاموش ہو گئے میں نے سوال کیا آپ پھر خاموش ہو گئے میں نے تیسری بار سوال کیا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سوال کیا تھا آپ نے فرمایا تم اللہ کے لیے بکثرت سجدے کرو، کیونکہ جب تم اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ اس سے تمہارے ایک درجہ کو بلند کرتا ہے اور تمہارے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ [۲]

اس آیت اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ وہ عمل ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کرتا ہے اور یہ اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے اس لیے اس آیت میں سجدہ کو رکوع پر مقدم کیا گیا ہے۔

(۳) احادیث میں نماز کو سجدہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ نے عروہ بن الزبیرؓ سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ کراچی)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

کبھی میرے پاس عصر کے بعد دو سجدوں (دو رکعت نماز) کو ترک نہیں کیا۔[۱]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ظہر سے پہلے دو سجدے (دو رکعت نماز) کئے اور ظہر کے بعد دو سجدے اور مغرب کے بعد دو سجدے اور عشاء کے بعد دو سجدے اور جمعہ کے بعد دو سجدے۔ رہی مغرب اور عشاء تو وہ آپ نے گھر میں پڑھی۔[۲]

یعنی مغرب اور عشاء کے نفل۔ اور کسی چیز کو اس کے اعلیٰ اور اشرف جز کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور نماز کو سجدہ سے تعبیر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ سجدہ نماز کے اجزا اور ارکان میں اعلیٰ اور اشرف رکن ہے اس لیے یہاں سجدہ کو رکوع پر مقدم کیا گیا ہے۔

(٤) علاوہ ازیں واد مطلقاً' جمع کے لیے آتی ہے اس کا تقاضا ترتیب نہیں ہے اس لیے آیت میں سجدہ کا پہلے مذکور ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ نماز میں بھی پہلے سجدہ ہو اور پھر رکوع ہو اور یہاں مقدم ذکر کرنے کی وہ وجوہ ہیں جو ہم نے ذکر کیا ہیں اور جن آیات میں پہلے رکوع کا اور پھر سجدہ کا ذکر ہے وہ اصل کے مطابق ہے اور توجیہ اس کی کی جاتی ہے جو خلاف ظاہر ہو۔

(٥) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کی شریعت میں سجدہ رکوع سے پہلے ہو۔

(٦) اور یہ بھی احتمال ہے کہ سجدہ کرو سے مراد یہ ہو کہ تنہا نماز پڑھو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اس سے مراد یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو' اور انھیں یہ حکم دیا گیا ہو کہ بیت المقدس کے مجاورین کے ساتھ مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان میں مختلط نہ ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سجدہ کے حکم سے مراد نماز پڑھنا ہو اور رکوع کے حکم سے مراد خضوع وخشوع ہو۔ بچہ کی پرورش کرنیکے

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۷۔۱۵۶ مطبوعہ کراچی)

حقداروں کا بیان: حضرت مریم ؑ کی پرورش ان کی خالہ نے کی اس سے معلوم ہوا کہ دور کے رشتہ داروں میں پرورش کرنے کی زیادہ حقدار بچہ کی خالہ نے کی اس سے معلوم ہوا کہ دور کے رشتہ داروں میں پرورش کرنے کی زیادہ حقدار بچہ کی خالہ ہے' امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا خالہ بہ منزلہ ماں ہے۔ (۱)

نیز امام بخاریؒ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی عمارہؓ بھی اے چچا اے چچا کہتی ہوئی آپ کے ساتھ چل پڑی' حضرت علیؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہؓ سے کہا اپنی چچازاد بہن کو لے لو۔ انھوں نے اس کو اٹھا لیا پھر اس کی پرورش کے متعلق حضرت علیؓ' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفرؓ میں نزاع ہوا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زیدؓ نے کہا یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خالہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور فرمایا خالہ (پرورش کرنے میں) بہ منزلہ ماں ہے۔ (۲)

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ لفظ آیت "یمریم اقنتی لربک" سے مراد ہے یعنی قیام لمبا کر۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ جب ان سے کہا گیا لفظ آیت "اقنتی لربک" تو وہ کھڑی ہو گئیں یہاں تک کہ اس کے قدم سوج گئے۔

۱۔(جامع ترمذی ص ۲۸۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۲۔(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

ابن جریرؒ نے اوزاعیؒ سے روایت کیا ہے کہ مریم (علیہا السلام) اتنا قیام کرتی تھیں کہ اس کے قدموں سے پیپ بہنے لگی۔

ابن عساکرؒ نے ابن سعیدؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مریم (علیہا السلام) اتنی دیر نماز پڑھتی تھی یہاں تک کہ اس کے قدموں پر ورم آ گیا۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ سے روایت کیا لفظ آیت "اقنتی لربک" سے مراد ہے "اخلصی" یعنی اپنے رب کی عبادت کے لیے اخلاص کا اظہار کر۔

قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ "اقنتی لربک" سے مراد ہے اپنے رب کی اطاعت کر۔

ابن ابی داؤدؒ نے مصاحف میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے "واسجدی وارکعی مع الرکعین"۔

﴿ ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ؕ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ ۖ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ۝۴۴ ﴾

یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے لیے) اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے اور آپ اس وقت بھی ان کے پاس نہ

تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

اس آیت سے پانچ مسئلے واضح طور پر ثابت ہوئے۔ 1 رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب نہیں جانتے تھے، ورنہ انھیں غیب کی یہ خبریں وحی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ 2 رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر جگہ حاضر نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ تو اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھا۔ 3 اولیاء اور دوسرے انبیاء بھی غیب دان نہیں ورنہ بیت المقدس کے خدام اور وقت کے پیغمبر زکریا (علیہ السلام) کو قرعہ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ 4 جب چیز ایک ہو اور اس کے حق دار کئی ہوں تو اس وقت قرعہ کے ذریعے فیصلہ شریعت کا فیصلہ ہے۔ 5 رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو اس واقعے کے وقت موجود نہیں تھے اور نہ ہی اسے جانتے تھے، آپ کا وحی الٰہی سے اس واقعہ کو بیان کرنا آپ کے رسول برحق ہونے کی دلیل ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو غیب کی باتیں بذریعہ وحی پہنچائی جا رہی تھیں اور آپ ان خبروں سے واقف نہیں تھے۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: (وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۔ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ)[القصص: ٤٤ تا ٤٦] ”اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔ اور لیکن ہم نے کئی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر لمبی

مدت گزر گئی اور نہ تو اہل مدین میں رہنے والا تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتا ہو اور لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تو پہاڑ کے کنارے پر تھا جب ہم نے آواز دی اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ :اس قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مریم (علیہ السلام) یہودیوں کے ایک بہت بڑی عالم عمران کی بیٹی تھیں۔ جب ان کی والدہ نے انھیں اپنی عبادت گاہ کی نذر کیا تو عبادت گاہ کے خدام میں جھگڑا ہوا کہ ان کی سرپرستی اور نگرانی کا شرف کون حاصل کرے؟ آخر کار انھوں نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ زکریا (علیہ السلام) کے نام نکلا۔ معلوم ہوا جھگڑے کی صورت میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا جائز ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور صف اول میں کھڑے ہونے کا کتنا ثواب ہے تو تب اگر وہ اس ثواب کو بغیر قرعہ اندازی کے حاصل نہ کر سکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔" (١)

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا نام قرعہ اندازی میں نکلتا اس بیوی کے ساتھ آپ سفر کرتے۔۔۔۔ (٢)

١۔[بخاری، کتاب الأذان، باب الاستھام فی الأذان:٦١٥]

٢۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (لولا إذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسھم خیرا):٤٧٥٠۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الإفک: ٢٧٧٠]

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؓ سے لفظ آیت "اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم" کے بارے میں روایت کیا کہ انھوں نے اپنی قلموں کو پانی میں ڈالا تو (سب کی قلمیں) پانی کے ساتھ بہہ گئیں لیکن زکریا (علیہ السلام) کی قلم اوپر کو اٹھ آئی تو اسی لیے زکریا (علیہ السلام) نے ان کی کفالت فرمائی۔

ابن جریر، ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے اپنی قلموں کو ڈالا (مگر) کہا گیا کہ انھوں اپنی لاٹھیوں کو بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا تو زکریا (علیہ السلام) کی لاٹھی پانی کے بہاؤ کے سامنے ٹھہر گئی تو اس طرح آپ قرعہ اندازی میں غالب ہو گئے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ "اقلامھم" سے مراد ہے کہ وہ قلمیں جن سے وہ توراۃ شریف لکھتے تھے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے عطاؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اقلامھم" سے مراد ہے ان کے پیالے۔

اسحاق بن بشیر وابن عساکرؒ کر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زکریا (علیہ السلام) کو یحییٰ (علیہ السلام) عطا فرمایا اور وہ تین سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مریم (علیہا السلام) کو عیسیٰ کی خوشخبری دی اس درمیان کہ وہ محراب میں تھیں جب فرشتوں نے کہا اور وہ اکیلے جبرائیل (علیہ السلام) تھے لفظ آیت "یمریم ان اللہ اصطفک وطھرک" یعنی برائی سے (تجھ کو پاک کیا) "واصطفک" یعنی تجھ کو چن لیا "علی نساء العلمین" اس امت کی عورتوں پر لفظ آیت "یمریم اقنتی لربک" اپنے رب کی نماز پڑھ اور اپنے رب کے لیے نماز میں طویل قیام کر تو وہ نماز میں (اتنی دیر) کھڑی رہتی تھیں یہاں تک کہ ان کے قدموں پر ورم آ گیا لفظ آیت "واسجدی وارکعی" یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ جو

بیت المقدس میں نماز پڑھتے تھے قراء حضرات ان کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا بلفظ آیت " ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک " یعنی غیب کی خبریں زکریا (علیہ السلام) یحییٰ (علیہ السلام) اور مریم (علیہا السلام) کے قصہ میں بلفظ آیت " وما کنت لدیھم " یعنی آپ ان کے پاس ہیں " اذ یلقون اقلامھم " مریم کی کفالت کے بارے میں پھر فرمایا! اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے قصہ کی خبر دیتے ہیں بلفظ آیت " اذ قالت الملئکۃ یمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیھا فی الدنیا " یعنی مرتبہ والا ہوگا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں اور آخرت میں مقربین میں سے ہوگا " ویکلم الناس فی المھد " یعنی گہوارے میں (بات کرے گا) " وکھلا " اور بات کرے گا ادھیڑ عمر میں بھی جب لوگ اکٹھے ہوں گے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے " ومن الصلحین " یہاں صالحین سے مراد مرسلین یعنی آپ (اللہ کی طرف) سے بھیجے ہوئے میں سے ہیں۔

﴿ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ ﴾

اس وقت کو یاد کرو! جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں وجاہت والا ہوگا اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا۔

ربط آیات: گزشتہ درس میں حضرت مریمؑ کے کچھ مناقب بیان ہوئے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم پیغمبر کی پیدائش کے لیے ان کا انتخاب کیا۔ اور اس ضمن میں انھیں تمام جہان والی عورتوں پر فضیلت بخشی۔ اس کے علاوہ انھیں ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے پاکیزہ بنایا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرنے کی نصیحت کی گئی۔ اور پھر یہ اصول بھی بیان کر دیا کہ جو واقعات بیان کیے جا رہے ہیں۔ وہ غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی انبیاء (علیہم السلام) تک پہنچاتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت کی گئی کہ حضرت مریم کی کفالت کے متعلق جب قرعہ اندازی ہو رہی تھی تو اے پیغمبر آخر الزمان (علیہ السلام) آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ نہ آپ غیب دان ہیں۔ بلکہ آپ تک یہ خبریں پہنچانے کا ہمارا اپنا انتظام ہے۔ اب آج کے درس میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کے متعلق خوشخبری اور آپ کے بعض معجزات کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ مریم کے اس استعجاب کا بیان ہے۔ جو انھیں بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری پر ہوا۔

حضرت مریمؑ کو بشارت

پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ حضرت مریمؑ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے خاص طریقہ سے فرمائی اور وہ جلدی جلدی بڑی ہونے لگیں۔ پھر جب وہ سن بلوغت کو پہنچ گئیں تو فرشتوں نے آ کر آپ کو بشارت دی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اذ قالت الملٰئکۃ اس واقعہ کو دھیان میں لاؤ، جب فرشتوں نے آ کر مریمؑ سے کہا، یمریم ، اے مریم! ان اللہ یبشرک ، بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں بشارت دیتا ہے۔ بکلمۃ منہ، اپنی طرف سے ایک کلمہ کی۔ بشارت اس خبر کو کہا جاتا ہے۔ جس میں خوشی ہو۔ خبر سن کر سرور حاصل ہو۔ جیسے سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت۔ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے، ان کو

جنت کی بشارت دے دیجئے۔ظاہر ہے کہ یہ نہایت ہی خوشی کی بات ہے کہ کسی کے لیے جنت مقدر کر دی جائے تاہم بعض اوقات بشارت سے مراد محض خبر بھی ہوتا ہے۔ جیسے کفار کے متعلق فرمایا۔فبشرھم بعذاب الیم۔انھیں دردناک عذاب کی خبر دے دو۔تاہم یہاں پر بشارت سے مراد اچھی اور خوش کن خبر ہے کہ اے مریم! اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے اس مقام پر کلمہ کا لفظ حضرت مسیح (علیہ السلام) پر بولا گیا ہے۔آپ کو اللہ کا کلمہ اس خصوصیت کی بنا پر کہا گیا ہے۔ جو آپ کی ذات میں بن باپ کے پیدائش کی وجہ سے ہے۔قرآن میں بعض دوسری چیزوں کی نسبت بھی خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔جیسے سورہ شمس میں ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی کا ذکر آیا ہے۔اونٹنیاں اور تمام چیزیں تو سب کی سب اللہ ہی کی ہیں۔مگر صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کو خاص طور پر اللہ کی اونٹنی اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش خاص طریقہ سے کی تھی۔ یہ اونٹنی کسی ماں کے پیٹ کی بجائے چٹان سے نکالی گئی تھی۔اس لیے اس کو اللہ کی اونٹنی کہا گیا۔

اسی طرح خانہ کعبہ کو بیت اللہ شریف یعنی اللہ کا گھر کہا گیا ہے۔حالانکہ تمام مساجد اللہ ہی کے گھر ہیں۔ اس کے علاوہ کائنات کی ہر چیز اسی کی پیدا کردہ ہے لہٰذا اسی کی ہے۔مگر بیت اللہ کو بیت اللہ اس لیے کہا گیا ہے۔کہ وہاں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں۔عام مساجد میں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی ہوتی ہے۔اس لیے وہ بھی اللہ کے گھر ہیں۔تو بہرحال فرشتوں نے حضرت مریمؑ کو اللہ کے کلمے کی بشارت یعنی خوشخبری دی۔

امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو کلمۃ اللہ کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر باپ کے توسط کے پیدا کیا۔گویا آپ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے حکم سے پیدا

ہوئے۔اس لقب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلی کتابوں میں مسیح (علیہ السلام) کے متعلق پیش گوئی موجود تھی کہ آپ اپنے مقررہ دور میں آ کر ہدایت کا ذریعہ بنیں گے۔تو یہ وہی کلمۃ اللہ ہیں۔جن کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔کلمۃ اللہ کی تیسری توضیح یوں بیان کرتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو کلمت ربک،یعنی اللہ کے کلمے کہا ہے۔اور یہ لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔اسی طرح چونکہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کو بھی مخلوق کے لیے ذریعہ ہدایت بنایا،لہٰذا ان کا نام بھی کلمۃ اللہ رکھ دیا۔

فرمایا اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے کلمے کی خوشخبری دیتا ہے۔اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم۔اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ ہوگا۔اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں۔کہ لفظ مسیح عبرانی اور سریانی زبان کے اشتقاق سے آیا ہے اور اس کا معنی مبارک ہے۔اللہ تعالیٰ نے پیدائش کے بعد پہلے ہی دن آپ کی زبان سے کہلوا دیا تھا۔کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔وجعلنی مبارکا این ما کنت۔(سورہ مریم) میں جہاں بھی ہوں،مجھے برکت والا بنایا ہے۔لہٰذا آپ کا لقب مسیح قرار دیا گیا۔

اس کے علاوہ آپ کا لقب یسوع بھی ہے جو یشوع سے آیا ہے اور اس کا معنی سردار یا سید ہے۔

عربی زبان میں مسیح کا معنی سیاح ہے۔دجال کے ساتھ مسیح کا لفظ بھی انہی معانی میں آیا ہے۔مسیح دجال یعنی سیاحت کرنے والا دجال،کہتے ہیں کہ دجال چالیس دن میں پوری دنیا کے گرد گھوم جائے گا۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھی مسیح اس لیے کہتے ہیں۔کہ آپ بھی سیاحت کرتے تھے۔آپ نے زندگی بھر رہنے کے لیے اپنا گھر نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے۔مسیح کا اطلاق مسیح پر بھی ہوتا ہے۔جس کا معنی ہاتھ پھیرنا ہے۔عیسیٰ (علیہ السلام) مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو ہاتھ لگاتے تو اللہ تعالیٰ شفا عطا کر دیتا۔یہ ذکر آگے معجزات میں آئے گا۔

عیسائیوں کا باطل عقیدہ

عیسیٰ بن مریمؑ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس باطل عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔ جس کے مطابق وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا یا تین خداؤں میں سے تیسرا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر واضح کردیا ہے۔ کہ عیسیٰ ابن مریم ہے۔ جس کو اللہ نے ایک عورت کے بطن سے پیدا فرمایا۔ جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہو۔ وہ الہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ تو خود مخلوق ہے۔ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے، اس کے نبی اور برگزیدہ انسان ہیں۔ لم یلد ولم یولد۔ تو شان کداوندی ہے۔ یہ صفت کسی مخلوق میں کیسے ثابت کی جاسکتی ہے۔ بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ سورہ مریم میں موجود ہے۔ کہ یہ اتنا بڑا کلمہ ہے کہ تکاد السموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخرا الجبال ھدا۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔ اس بات پر کہ ان دعوا للرحمن ولدا۔ وہ خدا تعالیٰ کے لیے بیٹے کو پکار رہے ہیں۔ یہ اس قدر باطل عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ثابت کرنا۔ یہ تو اس کی تنزیہہ کے ہی خلاف ہے۔

عیسیٰ ابن مریمؑ

قرآن پاک میں حضرت مسیح (علیہ السلام) کا لقب عیسیٰ ابن مریم کئی مقامات پر آیا ہے۔ آخرت میں بھی آپ کو اسی لقب سے پکارا جائے گا۔ جب محاسبے کی منزل آئے گی، تو اللہ تعالیٰ آپ کو اسی نام سے مخاطب کریں گے۔ سورہ مائدہ میں آتا ہے واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ۔ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔ تو عرض

کریں گے قال سبحانک۔ اے اللہ! تیری ذات پاک ہے۔ میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔ جس کا مجھے حق ہی نہیں پہنچتا۔ تو تو دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے، مخفی ارادوں تک سے واقف ہے۔ اگر میں نے ایسی بات کی ہے تو تجھ سے تو پوشیدہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ ایسا دن ہوگا، کہ اس دن سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی۔ یہ سب سورہ مائدہ میں آ رہا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ہر شخص کو باپ کی نسبت سے پکارا جائے گا۔ مگر عیسیٰ (علیہ السلام) کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ یعنی عیسیٰ ابن مریم۔ کیونکہ آپ کے لیے باپ کا توسط نہیں ہے اسی طرح سورہ مریم میں جہاں یحییٰ (علیہ السلام) کا ذکر آتا ہے۔ وہاں وبراً بوالدیہ۔ کے الفاظ آتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے والدین یعنی ماں اور باپ دونوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے والا۔ مگر جہاں عیسیٰ (علیہ السلام) کا تذکرہ ہے۔ وہاں فرمایا وبرا بوالدتی۔ اللہ نے مجھ کو میری ماں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے والا بنایا ہے۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس عقیدے کا رد فرمایا ہے جس کے مطابق وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا یا تین خداؤں میں سے تیسرا خدا مانتے ہیں۔

یہودیوں کی مسیح دشمنی

یہودی حضرت مسیح (علیہ السلام) کی حد درجہ تحقیر کرتے تھے۔ انھوں نے آپ کی والدہ پر حرام کاری کا الزام لگا کر ان کو بدکار عورت تک کہا۔ اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو حرامی بچہ کہہ دیا۔ حتی کہ آپ کو سزائے موت دلانے کے لیے عدالت میں لے گئے اور راستے میں جاتے ہوئے العیاذ باللہ آپ کے چہرے پر تھوکا۔ یہ بدبخت لوگ بگڑی ہوئی ذہنیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے مسیح (علیہ السلام) کی بڑی توہین کی۔ حتی کہ انھیں سولی پر لٹکانے کے لیے تیار ہو گئے۔ انھوں نے تو ایسا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا چھوری

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے آپ کو بچا لیا۔ انجیل میں موجود ہے کہ یہودیوں کے عالم بڑے بد بخت تھے۔ عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کو سانپ کے بچوں سے تشبیہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا، تم کیسے بد بخت لوگ ہو، جو لوگوں کو گمراہی میں ڈالتے ہو۔ اور ہدایت کی بات کو سنتے ہی نہیں۔ یہودی حضرت مسیح (علیہ السلام) کو دجال بھی کہتے تھے۔ کہ یہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ان کے عقیدے بگاڑتا ہے۔ مروجہ رسموں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اسی بنا پر وہ آپ کے دشمن بن گئے اور پھر آپ کے قتل کے در پے ہوئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے قریب جب دجال ظاہر ہوگا۔ تو اس کو مسیح سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اصفہان کے ستر ہزار چغے پہنے ہوئے یہودی دجال کے پیچھے پیچھے جائیں گے۔

حضرت مسیح کے مناقب

آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس دشمنی کا پردہ چاک کیا ہے۔ اور حضرت مسیح (علیہ السلام) کے بعض اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ فرشتوں نے جس مسیح عیسیٰ ابن مریم کی بشارت حضرت مریم کو دی وہ وجیھا فی الدنیا والاخرۃ دنیا اور آخرت میں وجاہت والا ہوگا۔ یعنی عزت اور مرتبے والا ہوگا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کی تمام تر دشمنی اور ہرزہ سرائی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو الزامات سے بری قرار دیا۔ اور ان ناپاک لوگوں کی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ عزت کا اعلیٰ مقام عطا کرے اسے کون ذلیل کر سکتا ہے۔ آپ تو دونوں جہانوں میں صاحب عزت ہیں۔ ان کی عزت کرنے والے کروڑوں اور اربوں لوگ موجود ہیں۔ عیسائیوں کا اگرچہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔ مگر وہ آپ کی عزت تو کرتے ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب کے لگ

بھگ ہے یہ سب حضرت مسیح (علیہ السلام) کو سچا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ جس کی دس آدمی عزت کرنے والے ہوں، اس کا حوصلہ بلند ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں تو اربوں کی تعداد میں مسیح (علیہ السلام) کو سچا رسول ماننے والے موجود ہیں۔ لہٰذا آپ عزت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر بھی لوگوں نے طرح طرح کے الزام لگائے ان کی طرف غلط باتیں منسوب کیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں غلط الزامات سے بری قرار دیا۔ براہ اللہ مما قالوا۔ نیز یہ بھی فرمایا وکان عنداللہ وجیھا۔ وہ اللہ کے نزدیک بڑی عزت والے تھے۔ یہاں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق بھی وجیھا، کا لفظ استعمال کیا، کہ آپ بڑے عزت والے اور بڑے وقار والے تھے۔ یہودیوں کی الزام تراشیاں بکواس محض تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو نبوت کے مقام پر سرفراز فرمایا۔ اور آخرت میں آپ اپنے صحیح ماننے والوں کی شفاعت کریں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا عزت اور وجاہت ہو سکتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) دنیا اور آخرت میں وجاہت والے ہوں گے۔

مقربین الٰہی:

ومن المقربین، عیسیٰ (علیہ السلام) تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوں گے۔ انھیں خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا، جو بہت بڑا مرتبہ ہے۔ ہر صاحب ایمان اپنے مالک کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عبادت ریاضت، قربانی، صدقہ خیرات سب اسی واسطے سے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو کر اپنا تقرب عطا کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو مقربین میں سے بنایا۔ بعض فرماتے ہیں کہ مقرب وہ ہے جو نہایت اونچے درجے کے کام کرتا ہو، اور اس میں غایت درجے کا خلوص پایا جائے۔ دو بھائیوں نے قربانی کی۔ جس قربانی میں زیادہ خلوص اور صلاحیت تھی، اللہ نے اسے قبول کر لیا۔ اور جو برا

تھا، اس کی قربانی قبول نہ کی۔ مقربین کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ الایمان بین الخوف والرجی، ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے جب کسی شخص کا آخری وقت آتا ہے موت کا فرشتہ اس کے قریب آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے۔ کہ اے مولا کریم! یہ شخص اہل ایمان میں سے ہے یا اہل نار میں سے مجھے حکم دے کہ میں اس کی روح کو ایمان کے ساتھ قبض کروں یا کفر کے ساتھ، تو اللہ کے بندے اپنے آخری وقت کو یاد کر کے فکر مند رہتے ہیں کہ الہ العالمین ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارا خاتمہ کیسے ہوگا۔ یا اللہ! ہمیشہ اپنے مالک کی طرف لگی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق بھی فرمایا کہ آپ مقربین میں سے ہوں گے۔

کم سنی میں کلام: حضرت مسیح (علیہ السلام) کے بعض اوصاف بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعض معجزات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ویکلم الناس فی المھد وکھلا آپ لوگوں سے کلام کریں گے گہوارے میں (یا گود میں) اور ادھیڑ عمر میں۔ یہ بشارت تھی جو فرشتوں نے حضرت مریم کو دی۔ اور پھر جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش ہوئی۔ تو یہ بشارت حرف بحرف پوری ہوئی۔ سورہ مریم میں موجود ہے۔ کہ پیدائش کے پہلے ہی دن حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے باتیں کیں۔ جب حضرت مریم نومولد بچے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اٹھا کر قوم کے پاس آئیں تو قوم نے سخت غصے کا اظہار کیا۔ اور کہا، اے ہارون کی بہن! تیرے والدین تو ایسے نہیں تھے، تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی۔ تو حضرت مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا، گہوارے یا گود میں پڑا بچہ ہمارے ساتھ کیسے بات کرے گا۔ اس وقت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بول کر کہا، انی عبداللہ، میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے کتاب عطا کی گئی ہے اور نبی بنایا گیا ہوں۔

ایک سو سے زیادہ احادیث موجود ہیں جن میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ بخاری، مسلم اور دیگر کتب میں یہ بھی ہے۔ کہ جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، تو حکومت کریں گے۔ دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے۔ چالیس سال یا کم وبیش کا عرصہ دنیا میں ٹھہریں گے۔ بعض روایات میں سات سال کا ذکر بھی ہے۔ اس عرصے میں آپ نکاح کریں گے، اولاد ہوگی۔ اور پھر طبعی وفات بھی ہوگی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میرے ساتھ ہی دفن ہوں گے ترمذی شریف میں یہ حدیث موجود ہے جو درجہ حسن کی ہے۔

صالح عیسیٰ (علیہ السلام): اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعض معجزات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ومن الصلحین، یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) صالحین میں سے ہوں گے۔ صالح کا معنی نیکوکار ہے۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو نیکی کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرتا ہو۔ اور کسی کا حق ضائع نہ کرتا ہو۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) میں یہ خوبی بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ اللہ کے اولوالعزم پیغمبر اور صاحب کتاب رسول ہیں۔ لہٰذا فرشتوں نے حضرت مریم کو بشارت دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جس کلمۃ اللہ کی بشارت دی جا رہی ہے۔ وہ نیکوکاروں میں سے ہوگا گزشتہ آیت کے آخر میں ذکر تھا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) مقربین میں سے ہوں گے اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔

حضرت مریم (رض) کی پریشانی:

جب حضرت مریم نے فرشتوں کی زبان سے بیٹے کی پیدائش کی بشارت سنی تو بہ مقتضائے بشریت گھبرا گئیں۔ بات ہی ایسی تھی۔ وہ ایک عابدہ وزاہدہ دوشیزہ لڑکی ہے، نکاح ہوا نہیں، تو بچہ کیسے پیدا ہوگا۔ کیا

نکاح ہوگا۔ اگر نہیں ہوگا۔ تو بچہ کیسے۔ حضرت مریم کو طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ آخر پریشان ہو کر کہنے لگیں۔ قالت رب انی یکون لی ولد۔ اے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ولم یمسسنی بشر۔ مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ عادت اللہ تو یہ ہے کہ مرد وزن کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے مگر نہ تو میرا نکاح ہوا ہے۔ نہ کسی ناجائز طریقے سے مرد کی قربت حاصل ہوئی ہے۔ تو بچہ کیسے پیدا ہوگا۔ فرشتوں نے جواب دیا۔ قال کذلک اللہ یخلق مایشأ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، جو د چاہے۔ اس سے پہلے جب یحییٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کے متعلق بشارت کا ذکر آیا تھا۔ تو وہ وہاں فرمایا تھا۔ کذلک اللہ یفعل مایشأ یعنی اللہ تعالیٰ اذ تعالیٰ اسی طرح کرتا جس طرح چاہے۔ مگر یہاں پر یفعل کی بجائے یخلق کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہاں پر بوڑھے میاں بیوی سے بچہ پیدا کرنا مقصود تھا۔ جو کہ عام عادت کے خلاف ہے۔ مگر ممکن ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات میں آیا کہ ہندوستان کے کسی علاقے میں سو سال کی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا اگرچہ یہ عام طور پر دشوار ہے مگر ناممکن نہیں۔ کیونکہ میاں بیوی دونوں موجود ہیں اگرچہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ مگر عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت میں یخلق کا لفظ اس لیے استعمال کیا۔ کہ یہاں پر باپ بھی موجود نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ پیدا ہوا۔ آگے آدم (علیہ السلام) کی تخلیق کا ذکر بھی آرہا ہے۔ وہاں نہ ماں ہے اور نہ باپ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن کے ساتھ آدم (علیہ السلام) کی تخلیق فرمادی۔ اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے کرنے کے لیے اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔

مسیح (علیہ السلام) بحیثیت معلم:

فرمایا جس مسیح (علیہ السلام) کی بشارت دی جا رہی ہے۔ اس کی ایک صفت یہ بھی ہوگی۔ ویعلمہ الکتب والحکمۃ، اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب اور حکمت سکھائیگا۔ عام مفسرین کرام کتاب سے مراد لکھنا لیتے ہیں اور حکمت سے دانائی۔ مگر بہت سے دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ مسلم شریف میں امام ابن ابی ذئبؒ کی روایت میں ہے کہ جب مسیح (علیہ السلام) دنیا میں دوبارہ نازل ہوں گے۔ تو وہ کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن وسنت کا علم بھی بلاواسطہ دیں گے۔ آپ کسی استاذ سے تفسیر پڑھیں گے اور نہ سنت سیکھیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چیزیں خود سکھائیگا۔

والتوراۃ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو توراۃ کا علم بھی دیا۔ توراۃ کا معنی قانون ہے اور یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوئی تھی۔ فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد آپ کی امت نے درخواست کی، کہ ہم غلامی کے قانون سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب ہمارا اپنا قانون ہونا چاہیے، تو اس فرمائش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے توراۃ نازل فرمائی۔

والانجیل، اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو انجیل کا علم بھی دیا گیا۔ انجیل کا لفظی معنی بشارت ہے۔ اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر نازل فرمائی اور آپ کو اس بات کا پابند بنایا کہ تم جہاں بھی جاؤ لوگوں کو خوشخبری سناؤ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (سورہ صف) یعنی میں تم کو خوشخبری سنانے والا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

سریانی زبان میں یہ نام فارقلیط ہے جو کہ اب عیسائیوں نے انجیل سے حذف کر دیا ہے۔ ان دونوں الفاظ کا معنی ایک ہی ہے یعنی ستودہ جہاں تعریف والا نبی۔ وہ آنیوالا ہے اور اس کی شریعت ابد تک رائج

رہیگی۔اس کے بعد کوئی نیا قانون اور شریعت نہیں آئیگی۔اس لیے اس کا نام ہی انجیل رکھا۔اس میں اخلاق،حکمت اور نصیحت کی باتیں ہیں۔

﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾ ﴾

لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَّمِنَ الصَّالِحِيْنَ۔مہد (گہوارہ) میں کلام کرنے کا مقصد تو صاف ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں اعجازی طور پر یا معنیٰ کلام کریں گے۔کہولت (ادھیڑ عمر) میں بات کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ادھیڑ عمر میں تو سب ہی بات کرتے ہیں۔اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مقصد تو حالت شیر خوارگی کے کلام کا بیان کرتا ہے اس کے ساتھ بڑی عمر میں کلام کرنے کو اس لیے لایا گیا ہے کہ جس طرح انسان بڑی عمر میں عاقلانہ دانشمندانہ کلام کرتا ہے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بچپن میں ہی ایسا کلام کیا۔دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو جب آسمانوں پر اٹھایا گیا تھا تو اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی، جو عین جوانی کی عمر ہوتی ہے۔دنیا میں رہتے ہوئے آپ پر کہولت کا زمانہ نہیں آیا جب آپ نزول فرمائیں گے تب آپ پر کہولت کا زمانہ آئے گا۔گویا کہ اس میں آپ کے نزول کی طرف اشارہ ہے اس طریقہ سے ان کے بچپن کے کلام ہی کی طرف زمانہ کہولت کا کلام بھی معجزانہ ہوگا۔

ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا "المھد" سے مراد ہے کہ بچے کے لیٹنے کی جگہ دودھ پینے کے زمانہ میں۔

بخاری اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا پنگھوڑے میں صرف تین بچوں نے بات کی ہے عیسیٰ (علیہ السلام) نے اور ایک آدمی جو بنی اسرائیل میں تھا جس کو جریج کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں آئی اس نے اس کو پکارا تو کہنے لگا کہ میں اس کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ (جب اس نے جواب نہ دیا) تو اس کی ماں نے کہا اے اللہ! یہ نہ مرے یہاں تک کہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے اور جریج اپنے گرجا گھر میں ہوتا تھا اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس سے (زنا کی) بات کی اس نے انکار کر دیا پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی اور اس سے زنا کرایا اور لڑکا پیدا ہوا تو کہنے لگی یہ جریج سے ہے (یہ بات سن کر) لوگ اس کے پاس آئے اس کے گرجا گھر کو گرا دیا اس کو نیچے اتار کر اس کا گالیاں دیں اس نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر لڑکے کے پاس آیا تو جریج نے اس لڑکے سے کہا تیرا باپ کون ہے؟ اے لڑکے اس نے کہا چرواہا (پھر) لوگوں نے کہا تیرا گرجا گھر ہم سونے سے بنا دیتے ہیں اس نے کہا نہیں مٹی سے بنا دو۔

بنی اسرائیل میں سے ایک عورت اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی ایک آدمی حسن و جمال والا سوار ہو کر وہاں سے گذرا اس عورت نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے اس بچے نے اپنی ماں کی چھاتی کو چھوڑ دیا اور سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنا پھر وہ ماں کی چھاتی کی طرف متوجہ ہو دودھ پینے لگا پھر دونوں ایک باندی پر گذرے جو گوشت کاٹ رہی تھی اس سے کھیل تماشا کیا جا رہا تھا اس عورت نے کہا اے اللہ! میرے بچے کو اس (عورت) جیسا نہ بنا اس بچے نے ماں کی چھاتی کو چھوڑ

کر کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا دے اس عورت نے کہا یہ کیوں کر ہو؟ اس بچے نے کہا وہ سوار ایک جابر شخص ہے اور اس لونڈی کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ تو نے زنا کیا تو وہ کہتی ہے مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ تو نے چوری کی تو وہ کہتی ہے مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

ابوالشیخ ؒ، حاکم ؒ نے (اس کو صحیح کہا) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گہوارے میں (یعنی ماں کی گود میں) کسی نے بات نہیں کی مگر عیسیٰ (علیہ السلام) نے اور یوسف پر گواہی دینے والا بچہ اور جریج والا بچہ اور فرعون کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا۔

عبد بن حمید وابن جریر ؒ نے قتادہ ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ویکلم الناس فی المھد وکھلا“ سے مراد ہے وہ ان سے گفتگو کرتے تھے چھوٹی اور بڑی عمر میں۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ضحاک ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وکھلا“ سے مراد ہے ادھیڑ عمر۔

عبد بن حمید ؒ، ابن جریر ؒ، ابن المنذر ؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہد ؒ سے روایت کیا ”الکھل“ سے مراد الحلیم یعنی حلم والا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے یزید بن ابی حبیب ؒ سے روایت کیا ہے کہ ”الکھل“ سے مراد انتہا درجے کا حلم۔

ابن جریر ؒ نے ابن زید ؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے گہوارے میں بات کی اور عنقریب اس سے بات کریں گے جب دجال سامنے آئے گا اور وہ ان دنوں ادھیڑ عمر کے ہوں گے۔

ابن جریر ؒ نے محمد بن جعفر بن زبیر ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”کذلک اللہ یخلق مایشاء“ سے مراد ہے

کہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرماتا ہے اسے کرتا اور جسے چاہتا ہے اسے پیدا کرتا ہے (اور فرمایا) لفظ آیت "اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون" (یعنی وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے) جو چیز جس کو چاہتا ہے اس کے اراد کے مطابق ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو بچپن میں بار بار گویائی عطا فرمائی انھوں نے تین مرتبہ کلام کیا پھر وہ اس طرح بہ تدریج بالغ ہو گئے جس طرح بچے بالغ ہوتے ہیں جب وہ بچپن میں کلام کرتے تھے تو وہ اللہ کی اس طرح حمد کرتے کہ اس سے پہلے کانوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد نہیں سنی تھی۔ وہ کہتے اے اللہ! تو قریب ہونے کے باوجود بہت بلند ہے تو اپنی مخلوق میں سے ہر چیز سے بلند ہے۔ تو اپنی ساری مخلوق کو دیکھتا ہے اور مخلوق تجھے دیکھنے کے لیے حیران ہے، تو نے ہی اندھیروں کو اپنے نور سے روشن کیا تو نے عرش کے ارکان کو منور کیا، کوئی شخص اپنی صفت سے تیری صفت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اے اللہ تو برکت والا ہے تو تمام مخلوق کا خالق ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کی تقدیر بنانے والا ہے تو مخلوق کو ابتداء میں پیدا کرنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی گویائی کو روک لیا حتی کہ وہ بالغ ہو گئے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں۔ اس وقت میں نے سیدھے بالوں والے گندمی رنگت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابن مریمؑ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب سے شب

معراج کا واقعہ بیان کیا اور حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ سب سے زیادہ تمہارے پیغمبر کے مشابہ ہیں یا فرمایا ان کی اولاد میں سب سے زیادہ میں ان سے مشابہ ہوں، رہے موسیٰ تو وہ گندمی رنگ کے لمبے سیدھے ہیں اور ان کے چہرے پر تل زیادہ ہیں۔

جب ان کی عمر سات سال ہوئی تو ان کی ماں نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا جب معلم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو کوئی چیز بتاتا تو آپ اس کے بتانے سے پہلے اس کو جان لیتے تھے۔ [۱]

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے بچپن میں بہت عجیب وغریب امور کا مشاہدہ کرتے تھے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا یہ بات یہود تک بھی پہنچ گئی اور بنواسرائیل نے ان کو ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا اور ان کی والدہ کو ان کے متعلق خوف دامن گیر ہوا تب اللہ نے حضرت مریمؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو لے کر مصر چلی جائیں، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

(آیت) "واٰوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین"۔ (المؤمنون: ۵۰)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو ایک اونچی ہموار زمین کی طرف پناہ دی جو بسنے کے لائق تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔

وہب بن منبہؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تیرہ سال کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مصر سے ایلیا (بیت المقدس کا شہر) جانے کا حکم دیا۔ ان کے ماموں زاد بھائی ان کو دراز گوش پر سوار

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۹۳۔۸۵، مطبوعہ دارالفکر، دمشق، ۱۴۰۴ھ)

کرا کرا ایلیاء لائے اورانھوں نے وہیں پر اقامت کی' حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی اوران کو توراۃ کا علم سکھایا اورانھیں مردے زندہ کرنے' بیماروں کو تندرست کرنے کے معجزات دیئے' اورلوگ جن چیزوں کواپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ان کے غیوب کا علم دیا۔لوگ ان کے آنے پر چہ میگوئیاں کرنے لگے' اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ہاتھوں سے عجیب وغریب کاموں کے صدور کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کو اللہ کی دعوت دی اوران کا پیغام لوگوں میں پھیل گیا۔

حضرت عبادہ بن الصامت ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور لاریب محمد اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں اور بیشک عیسیٰ' اللہ کے بندے ہیں اوراس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القاء کیا اوراس کی طرف سے روح ہیں اور بیشک جنت حق ہے اور نار حق ہے تو وہ شخص خواہ کوئی عمل کرے اللہ اس کو جنت میں داخل کردے گا۔ (۱)

مائدہ کا نزول اوراس میں شک کرنے والوں پر عذاب

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے کہا تم تیس دن کے روزے رکھو پھر تم اللہ سے جو دعا بھی کروگے اللہ اس کو قبول فرمائے گا' انھوں نے تیس دن کے روزے رکھ لیے تو انھوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے کہا کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے دسترخوان نازل فرمائے۔حضرت سلمان ؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بہت خشوع اور خضوع سے دعا کی اے اللہ! ہمارے اوپر آسمان سے دسترخوان نازل فرما جو ہمارے

۱۔(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۹۵۔۹۴' مطبوعہ دارالفکر' دمشق' ۱٤۰٤ھ)

پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری نشانی ہو جائے اور تو ہمیں رزق عطا فرما تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (المائدہ: ۱۱٤) سو دو اوپر تلے بادلوں کے درمیان ایک دستر خوان نازل ہوا لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا فرشتے اس دستر خوان کو اٹھائے ہوئے تھے اس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں تمام لوگوں نے اس سے سیر ہو کر کھا لیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی اے عیسیٰ یہ مائدہ ہے اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہانوں میں کسی کو ایسا عذاب نہیں دوں گا۔ (المائدہ: ۱۱۵) حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو تبلیغ کر دی۔ حواریوں کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اس مائدہ کا نزول اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے تو نہیں ہے، پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بھوکوں، لنجوں، اندھوں، کوڑھیوں اور دیوانوں کو بلایا اور فرمایا اپنے رب کے رزق، اپنے نبی کی دعا اور اپنے رب کی نشانی سے کھاؤ اس کی برکت تمہارے لیے ہوگی اور اس کی نحوست دوسروں کے لیے ہوگی، انھوں نے وہ کھانا کھایا اور وہ تیرہ سو مرد اور عورتیں اس کھانے سے سیر ہو گئے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے دستر خوان کی طرف دیکھا تو وہ پہلے کی طرح بھرا ہوا تھا۔ پھر وہ دستر خوان اوپر اٹھا لیا گیا وہ اس کے سائے کو دیکھتے رہے حتی کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا، جس فقیر نے بھی اس دستر خوان سے کھایا وہ تادم حیات کھانے سے مستغنی رہا اور جس بیمار نے بھی اس دستر خوان سے کھایا وہ تادم حیات صحت مند رہا، اس کے بعد حواری اور باقی سب لوگ نادم ہوئے، پھر دوبارہ جب مائدہ نازل ہوا تو امیر اور غریب مرد اور عورت بچے اور بوڑھے بیمار اور تندرست سب لوگ ہر جگہ سے اس مائدہ پر ٹوٹ پڑے حتی کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی باریاں مقرر

کر دیں، پھر ایک دن مائدہ نازل ہوتا اور ایک دن غائب رہتا۔ چالیس روز تک یہی معمول رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ میرا یہ رزق صرف یتیموں، لنجوں اور فقراء کو دینا اور اغنیاء کو نہ دینا۔ اس بات سے اغنیاء ناراض ہو گئے انھوں نے برائیوں کو پھیلایا اور اس میں شک کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے کلمۃ اللہ و روح اللہ! کیا واقعی یہ مائدہ ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوتا ہے؟ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تمہارے لیے تباہی ہو تم ہلاک ہو گئے اور تم پر عذاب نازل ہوگا الا یہ کہ اللہ تمہیں معاف کر دے اور تم پر رحم فرمائے۔ پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

(آیت) "ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم"۔ (المائدہ: ۱۱۸)

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کو عذاب نازل ہونے کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تینتیس آدمیوں کو مسخ کر کے خنزیر بنا دیا اور وہ صبح کو گھاس میں لید اور گندگی تلاش کر کے کھا رہے تھے۔ رات کو وہ اپنے بستروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ بے خوفی سے سوئے تھے اور صبح اٹھے تو وہ مسخ ہو کر خنزیر بن چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے گھر والے ان کو دیکھ کر روتے تھے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ان کا نام لے لے کر پکارتے تھے اور فرماتے تھے اے فلاں! کیا میں نے تم کو اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرایا تھا؟ وہ اثبات میں سر ہلاتے تھے۔ [۱]

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۱۱۔۱۰۶، مطبوعہ دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۴ھ)

اس کی تصدیق ان آیات میں ہے:

(آیت) "لعن الذین کفروا من بنی اسرآئیل علی لسان داوٗد و عیسیٰ ابن مریم ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون"۔ (المائدہ: ۷۸)

ترجمہ: بنواسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داوٗد اور عیسیٰ بن مریم ؑ کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

(آیت) "من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر"۔ (المائدہ: ۶۰)

ترجمہ: جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنادیا۔

حضرت عیسیٰ ؑ کی سیرت اور ان کے مواعظ

جعفر بن برقانؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) یہ دعا کرتے تھے اے اللہ! میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں اپنی ناپسندیدہ چیز کو دور نہیں کرسکتا' اور جس کی مجھے امید ہے اس کے نفع کا مالک نہیں ہوں' صبح کو معاملہ میرے غیر کے ہاتھ میں ہے کوئی فقیر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اے اللہ میرے دشمنوں کو میری وجہ سے خوش نہ کر' اور میرے دوستوں کو میری وجہ سے رنجیدہ نہ کر اور میری مصیبت میری دین میں نہ ڈال اور مجھ پر اور مجھ پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

یونس بن عبیدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ؑ کہتے تھے اس وقت تک کوئی شخص ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ اس سے بے پروانہ ہوجائے کہ کون شخص دنیا کھا رہا ہے۔

فضلؒ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ (المومنون: ۵۱) یہ عیسیٰ بن مریم ؑ ہیں جو اپنی ماں کی سوت کاتنے کی کمائی سے کھاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام)

درختوں کے پتے کھاتے اون کا لباس پہنتے جہاں شام ہو جاتی وہیں رات گزار لیتے' ان کی اولاد تھی جس کے مرنے کا ڈر ہو نہ ان کا گھر تھا جس کے اجڑنے کی فکر ہو صبح کا کھانا رات کے لیے بچا کر نہیں رکھتے تھے اور رات کا کھانا صبح کے لیے نہیں رکھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہر دن اپنے ساتھ رزق لاتا ہے۔ صبح کا کھانا رات کے لیے بچا کر نہیں رکھتے تھے اور رات کا کھانا صبح کے لیے نہیں رکھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہر دن اپنے ساتھ رزق لاتا ہے۔

حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پانی پر چلتے تھے۔ ان سے حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! آپ پانی پر چلتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں یہ محض اللہ پر یقین رکھنے کی وجہ سے ہے۔ انھوں نے ہم بھی اللہ پر یقین رکھنے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے پوچھا اگر تم کو راستہ میں موتی اور پتھر دونوں ملیں تو تم کس کو اٹھاؤ گے؟ انھوں نے کہا موتی کو۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم جب تک تمہاری نظر میں موتی' یاقوت اور پتھر برابر نہ ہو جائیں۔ حسنؒ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں صرف اس وجہ سے عذاب دے کہ ہم دنیا سے محبت رکھتے ہیں تو اس کا عذاب دنیا برحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس چیز سے محبت رکھتے ہو جس سے میں بغض رکھتا ہوں' اور قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ"۔ (الانفال: ٦٧)

ترجمہ تم متاع دنیا کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔

کعب احبارؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ جو کی روٹی کھاتے تھے اور پیدل چلتے تھے۔ سواروں پر سواری نہیں کرتے تھے' نہ گھروں میں رہتے تھے نہ چراغ روشن کرتے تھے' سوتی کپڑے نہیں پہنتے

تھے، نہ عورتوں کو چھوتے تھے' نہ خوشبو لگاتے تھے' کوئی چیز ملائے بغیر پانی پیتے تھے نہ اس کو ٹھنڈا کرتے تھے' انھوں نے کبھی سر میں تیل نہیں لگایا نہ کبھی سر اور داڑھی کو کسی چیز سے دھویا۔ زمین پر کوئی چیز بچھائے بغیر لیٹتے بیٹھتے تھے، وہ صبح اور شام کے کھانے کے لیے کوئی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ دنیا کی کسی چیز کی خواہش نہیں کرتے تھے، کمزوروں اپاہجوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے تھے جب ان کے قریب کھانا لایا جاتا تو اس کو زمین پر رکھ دیتے۔ انھوں نے کھانے میں سالن کبھی نہیں کھایا' وہ صرف اتنا کھاتے تھے جس سے رمق حیات برقرار رہے اور فرماتے تھے یہ چیزیں اس کے لیے ہیں جو مرے گا اور اس کو حساب بہت زیادہ دینا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) سے کہا گیا کہ آپ شادی کرلیں فرمایا شادی سے میں کیا کروں گا' کہا آپ کی اولاد ہوگی' آپ نے فرمایا اگر اولاد زندہ رہی تو وہ آزمائش ہے اور اگر مرگئی تو غم اور اندوہ ہے۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) بن مریم نے کہا اے حواریو! جس طرح بادشاہوں نے تمہارے لیے حکمت کو چھوڑ دیا ہے تم ان کے لیے دنیا کو چھوڑ دو۔

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے حواریو! اللہ کا ڈر اور جنت کی محبت مشقت پر صبر کو پیدا کرتے ہیں اور دنیا کی رونق سے دور کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے کہا اے حواریو! جو کی روٹی کھاؤ اور سادہ پانی پیو اور امن اور عافیت کے ساتھ دنیا سے گزر جاؤ' میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی مٹھاس آخرت کی تلخی ہے' اور دنیا کی تلخی آخرت کی مٹھاس ہے' اور اللہ کے بندے ناز و نعمت سے نہیں رہتے' میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں بدترین شخص وہ عالم ہے جو اپنی خواہش کو اپنے علم پر ترجیح دیتا

ہے۔

عتبہ بن یزیدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے کہا اے ابن آدم تو ضعیف ہے' تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر' اور اپنی حلال کی کمائی سے کا اور مسجد کو گھر بنا' اور دنیا میں مہمان کی طرح رہ' اور اپنے نفس کو رونے کا عادی بنا اور دل کو غور و فکر کا اور جسم کو صبر کا' اور کل کے رزق کی فکر نہ کر کیونکہ یہ تیرا گناہ لکھا جائے گا۔

سفیان ثوریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے اصحاب سے فرماتے تھے: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے' اور دیکھنے سے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور مال میں بڑی بیماری ہے ان کے اصحاب نے پوچھا مال میں کیا بیماری ہے۔ فرمایا فخر اور تکبر' انھوں نے کہا اگر وہ تکبر نہ کرے تو فرمایا مال کی اصلاح اسے اللہ کی یاد سے غافل رکھے گی۔

نیز سفیان ثوریؒ بیان کرتے ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا دنیا کی محبت اور آخرت کی محبت مومن کے قلب میں جمع نہیں ہو سکتیں جیسے پانی اور آگ ایک برتن میں جمع نہیں ہو سکتے۔

ابن شوذبؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنے گناہوں پر رو رہے تھے' آپ نے فرمایا تم گناہوں کو ترک کر دو تمہیں بخش دیا جائے گا۔

ابو عبید اللہؒ صوفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے فرمایا دنیا کے طالب کی مثال سمندر کا پانی پینے والے کی طرح ہے جتنا زیادہ پانی پیئے گا اتنی زیادہ پیاس بڑھے گی حتی کہ وہ پانی اس کو ہلاک کر دے گا۔

یزید بن میسرہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں تم جتنی

تواضع کرو گے تم کو اتنا بلند کیا جائے گا اور جتنا تم رحم کرو گے اتنا تم پر رحم کیا جائے گا اور جس قدر تم لوگوں کی ضرورتوں پوری کرو گے اسی قدر اللہ تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا۔

ابن شابورؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: وہ شخص قابل رشک ہے جس نے غائب انعام کی وجہ سے حاضر خواہش کو ترک کر دیا۔

سالم بن ابی الجعدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا وہ آنکھ قابل رشک ہے جو سو گئی درآں حالیکہ اس کے دل نے گناہ کا منصوبہ نہیں بنایا اور کوئی گناہ کئے بغیر بیدار ہوئی۔

شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ نیکی کرو جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے یہ تو اس کی نیکی کا بدلہ ہے' نیکی یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ نیکی کرو جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے۔

مالک بن دینارؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اور ان کے حواریوں کا ایک مرے ہوئے کتے کے پاس سے گزر ہوا۔ حواریوں نے کہا اس کی بدبو کتنی سخت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اس کے دانت کتنے سفید ہیں وہ ان کو غیبت کرنے سے روکتے تھے۔

عبدالعزیز بن حصینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا جو شخص بد اخلاق ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو عذاب دیتا ہے' جو شخص زیادہ جھوٹ بولتا ہے اس کا جمال جاتا رہتا ہے۔ جو شخص لوگوں سے جھگڑا کرتا ہے اس کی عزت جاتی رہتی ہے اور جو شخص بہت فکر کرتا ہے وہ بیمار ہو جاتا ہے۔

فضیلؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) فرماتے تھے جو شخص نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور گناہوں کو ترک نہیں کرتا اس کو ملکوت میں کذاب لکھا جاتا ہے۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن

مریم (علیہ السلام) سے پوچھا خالص عمل کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا لوگوں کے حقوق سے پہلے اللہ کا حق ادا کرو اور جب تمہارے سامنے دو کام ہوں ایک دنیا کے لیے اور ایک اللہ کے لیے تو جو کام اللہ کے لیے ہو اس کو پہلے کرو، نیز حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اس وقت تک کوئی شخص ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا حتی کہ یہ خواہش نہ کرے کہ اللہ کی عبادت پر اس کی تعریف کی جائے۔

ہلال بن یساف ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (نفلی) روزہ رکھے تو اپنی داڑھی میں تیل لگائے اور ہونٹوں پر ہاتھ پھیرے اور لوگوں کے سامنے اس طرح آئے گویا وہ روزہ سے نہیں ہے اور جب دائیں ہاتھ سے کچھ دے تو بائیں ہاتھ سے مخفی رکھے اور جب تم میں سے کوئی شخص (نفلی) نماز پڑھے تو کمرہ بند کرلے۔

ابن جلس ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے کہا جو نیک کام کرے وہ ثواب کی امید رکھے اور جو برے کام کرے وہ سزا کو بعید نہ جانے، اور جو شخص بغیر استحقاق کے عزت حاصل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس عمل کے مطابق ذلت میں مبتلا کردے گا، اور جو شخص ظلم سے کسی کا مال لے گا اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ظلم کے فقر میں مبتلا کردے گا۔

عمران بن سلیمان ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے اصحاب سے کہا اگر تم میرے بھائی اور اصحاب ہو تو اپنے آپ کو لوگوں کے بغض اور دشمنی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رکھو، کیونکہ جب تک تم اپنی خواہشوں کو ترک نہیں کرو گے اپنے مطلوب کو حاصل نہیں کرسکو گے، اور جب تک تم اپنی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر نہیں کرو گے اپنے مقصود کو حاصل نہیں کرسکو گے، وہ شخص لائق رشک ہے جس کی آنکھ اس کے دل میں ہے اور اس کا دل اس کی آنکھ میں نہیں ہے۔ مالک بن مغول ؒ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے حواریو! اللہ کے نافرمانوں سے بغض رکھ کر اللہ کے محبوب بن جاؤ' اور ان سے دور ہو کر اللہ کا قرب حاصل کرو' انھوں نے پوچھا اے روح اللہ! ہم کس کی مجلس میں بیٹھیں؟ فرمایا ان لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھوں جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے' اور جس کی باتیں سن کر تم نیک عمل زیادہ کرو اور جس کے کام تمہیں آخرت کی طرف راغب کریں۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے بنو اسرائیل کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا اے حواریوں کی جماعت! تم نااہل لوگوں کے سامنے حکمت کی باتیں نہ بیان کرو تم اس حکمت پر ظلم کرو گے' اور اہل کے سامنے حکمت کو نہ چھپاؤ ورنہ تم ان پر ظلم کرو گے' تین قسم کے امور ہیں ایک وہ جن کا ہدایت ہوتا ظاہر ہے ان عمل کرو دوسرے وہ ہیں جن کا گمراہی ہونا ظاہر ہے ان سے اجتناب کرو تیسرے وہ جو مشتبہ ہیں ان کا علم اللہ کے حوالے کردو۔

عکرمہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا خنزیر پر موتی مت پھینکو خنزیر موتیوں سے کچھ نہیں کرے گا اور جو حکمت کا ارادہ نہ کرے اس کو حکمت کی بات نہ سناؤ کیونکہ حکمت موتیوں سے بہتر ہے' اور جو حکمت کا ارادہ نہ کرے وہ خنزیر سے بدتر ہے۔

عمران کوفیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سے پوچھا گیا سب سے بڑا فتنہ کس شخص کا ہے؟ فرمایا عالم کی لغزش کا کیونکہ جب عالم لغزش کرتا ہے تو اس کی لغزش سے ایک عالم لغزش کرتا ہے۔

سفیان بن عیینہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) نے فرمایا: اے علماء سوء تم پر افسوس ہے! تم چھلنی کی طرح نہ بنو اس سے صاف آٹا چھن کر نکل جاتا ہے اور بھوسی باقی رہ جاتی ہے اور یہی تمہارا حال ہے تمہارا منہ سے حکمت کی باتیں نکل جاتی ہیں اور تمہارے سینوں میں کھوٹ باقی رہ جاتا ہے' تم پر

افسوس ہے جو آدمی دریا میں غوطہ زنی کرتا ہے اس کے کپڑے ضرور بھیگتے ہیں خواہ وہ ان کو بچانے کی کوشش کیوں نہ کرے اسی طرح جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے وہ گناہوں سے نہیں بچتا۔ اے علماءِ سوء! (بدعمل علماء) تم نے دنیا اپنے سروں پر رکھی ہے اور آخرت اپنے قدموں کے نیچے۔ اے علماءِ سوء! تم جنت کے دروازوں پر بیٹھے ہو تم جنت میں داخل کیوں نہیں ہوتے؟ اللہ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ عالم ہے جو اپنے علم کے بدلے دنیا طلب کرتا ہے۔ تم دنیا کے لیے عمل کرتے ہو اور تمہیں دنیا میں بغیر عمل کے رزق دیا جاتا ہے' اور تم آخرت کے لیے عمل نہیں کرتے اور آخرت میں بغیر عمل کے رزق نہیں ملے گا اے علماءِ سوء! تم پر افسوس ہے تم اجر لیتے ہو اور عمل ضائع کرتے ہو' قریب ہے کہ مالک اپنا عمل طلب کرے گا اور عنقریب تم اس بھری دنیا سے قبر کے اندھیروں کی طرف چلے جاؤ گے۔ اللہ نے جس طرح تمہیں نماز اور روزے کا حکم دیا ہے اسی طرح گناہوں سے روکا ہے وہ شخص اہل علم میں کس طرح شمار ہوگا جو اپنے رزق سے ناراض ہو اور اپنی منزل کو حقیر جانے' اور وہ شخص کیسے اہل علم سے شمار ہوگا جو اللہ کی تقدیر سے راضی نہ ہو' اور وہ شخص کیسے اہل علم سے شمار ہوگا جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے اور وہ شخص کیسے اہل علم میں شمار ہوگا جو آخرت کی طرف جاتے ہوئے بھی دنیا کی طرف متوجہ ہو اور جس کے نزدیک اس کو ضرر دینے والی چیزیں نفع آور چیزوں سے زیادہ مرغوب ہوں' اور وہ شخص اہل علم میں کیسے شمار ہوگا جس کا کلام آمدنی حاصل کرنے کے لیے ہو نہ کہ عمل کرنے کے لئے۔ [۱]

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر انجیل کا نزول:

امام ابن عساکرؒ لکھتے ہیں:

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۲۔ ۱۱۳ مطبوعہ دارالفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

حضرت یعلی بن شداد ؓ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ چھ رمضان کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل ہوئی' اور بارہ رمضان کو حضرت داؤد (علیہ السلام) پر زبور نازل ہوئی' اور تورات کے نازل ہونے کے چار سو بیاسی سال بعد زبور نازل ہوئی تھی' اور زبور نازل ہونے کے ایک ہزار پچاس سال بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر اٹھارہ رمضان کو انجیل نازل ہوئی اور چوبیس رمضان کو ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قرآن مجید نازل ہوا۔ [1]

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا آسمانوں پر اٹھایا جانا:

امام ابوالقاسم ؒ علی بن الحسن ابن العساکر ؒ متوفی ۵۷۱ ھ لکھتے ہیں:

گذشتہ انبیاء میں کسی نبی کے زمانہ میں اتنے عجیب وغریب واقعات نہیں ہوئے جتنے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ میں ہوئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا' اور آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا سبب یہ تھا کہ بنواسرائیل کا ایک بڑا ظالم بادشاہ تھا اس کا نام داؤد بن بوذا تھا' اس نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرنے کے لیے کسی کو روانہ کیا جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی عمر تیرہ سال تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی اور جس وقت ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تو ان کی عمر چونتیس سال تھی اور ان کی نبوت کا زمانہ بیس سال تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی:

(آیت) "انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ: بیشک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں (کے بہتان) سے آپ کو پاک کرنے والا ہوں۔

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ دار الفکر' دمشق' ۱۴۰۴ ھ)

یعنی آپ کو یہود سے نجات دینے والا ہوں وہ آپ کو قتل کرنے کے لیے نہیں پہنچ سکیں گے' حضرت ابن عباس ؓ نے اس کی تفسیر میں کہا: میں آپ کو آسمان پر اٹھالوں گا پھر آخر زمانہ میں آپ پر وفات طاری کروں گا۔

"(آیت)" ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب اور نبوت دے دی گئی تھی)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس گئے اور وہ ایک گھر میں بارہ آدمی تھے' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ میرا کفر کرے گا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جس پر میری شبہ ڈال دی جائے اور اس کو میرے بدلہ میں قتل کردیا جائے اور وہ میرے درجہ میں پہنچ جائے۔ ایک سب سے کم عمر کا نوجوان اٹھا اور اس نے کہا میں۔ آپ نے دوبارہ پوچھا اس نے دوبارہ پیش کش کی پھر تیسری بار پوچھا اس نے پھر پیش کش کی تو اس پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شبہ ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ یہود حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ڈھونڈنے کے لیے تو انھوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جس پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شبہ ڈال دی گئی تھی اور اس کو قتل کیا اور اس کو سولی دے دی' اور ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ ان کا کفر کیا' پھر ان کے تین فرقے ہوگئے ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ موجود تھا جب تک اس نے چاہا ہم میں رہا پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کا نام یعقوبیہ ہے۔ دوسرے فرقہ نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا موجود تھا جب تک اس نے

چاہا ہم میں رہا پھر وہ آسمانوں کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کا نام نسطوریہ ہے' اور ایک فرقہ نے کہا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے انھوں نے جب تک چاہا ہم میں رہے پھر اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا یہ لوگ مسلمان ہیں پھر دونوں کافر فرقے مسلمانوں پر غالب آگئے۔ پھر اسلام کا نور مدہم رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث فرمایا۔ پھر بنو اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور ایک جماعت بدستور کفر پر برقرار رہی (الصّف:١٤)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنی وصیت سے فارغ ہوئے اور شمعون کو اپنا خلیفہ بنایا اور یہود نے بوذا کو قتل کر دیا اور کہا وہ عیسیٰ ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انھوں نے اس کو نہ قتل کیا نہ سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی کو عیسیٰ (علیہ السلام) کا) ہم شکل بنادیا گیا اور بیشک جن لوگوں نے ان کے متعلق اختلاف کیا وہ ان کی طرف سے ضرور شک میں ہیں انھیں یقین بالکل نہیں وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور انھوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا اور اللہ بڑا غالب' بڑی حکمت والا ہے۔۔(النساء:١٥٨۔١٥٧) رہے یہود اور نصاریٰ تو وہ کہتے تھے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دیا ہے اور حواریوں کو یقین تھا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) قتل نہیں کیئے گئے اور انھوں نے یہود اور انصاری کے قول کا انکار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک بادل نازل کیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس بادل پر چڑھ کر گئے ان کی ماں ان سے چمٹ گئیں اور رونے لگیں۔ بادل نے کہا اس کو چھوڑ دو اللہ اس کو آسمان کی طرف اٹھائے گا۔ پھر قرب قیامت میں ان کو زمین والوں پر شرف عطا کرے گا اور ان کو زمین پر اتارے گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ زمین

پر رہیں گے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل اور امن سے بھر دے گا' پھر حضرت مریم نے ان کو چھوڑ دیا ان کی طرف دیکھتی رہیں اور انگلی سے ان کی طرف اشارہ کرتی رہیں پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان پر ایک چادر ڈال دی اور کہا آپ کے اور میرے درمیان قیامت کے دن یہ چادر علامت ہوگی۔ [۱]

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا زمین پر نزول اور ان کی تدفین

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں ابن مریم نازل ہوں گے حکم' عادل' امام' انصاف کرنے والے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کو تقسیم کریں گے حتیٰ کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سنو! عیسیٰ بن مریمؑ کے اور میرے درمیان کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ سنو وہ میرے بعد میری امت میں خلیفہ ہوں گے' سنو وہ دجال کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے جزیہ کو موقوف کریں گے اور جنگ ختم ہو جائے گی۔ سنو تم میں سے جو ان کو پالے وہ ان کو میرا اسلام کہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عزوجل عیسیٰ بن مریم کو ضرور زمین پر اتارے گا وہ فیصلہ کریں گے' عدل کریں گے' امام اور منصف ہوں گے وہ حرمین کے راستہ میں حج اور عمرہ کے لیے سفر کریں گے اور وہ میری قبر پر ضرور کھڑے ہوں گے اور وہ مجھ کو ضرور سلام کریں گے اور میں ان کو ضرور جواب دوں گا اور ایک روایت میں ہے اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۳۹-۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

کہیں "یا محمد" تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔قرآن مجید میں ہے؛

(آیت) ''وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ''۔(النساء:۱۵۹)

ترجمہ:اور(نزول مسیح کے وقت)اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا۔

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا یہ آیت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خروج کے متعلق ہے مجاہد اور حسن بصریؒ نے کہا اس وقت ہر شخص اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے گا۔

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں۔اور اس کے آخر میں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہیں اور میرے اہل بیت سے مہدی اس کے وسط میں ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا گمان ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی کیا آپ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کردی جاؤں؟ آپ نے فرمایا تمہارے لیے وہاں کہاں جگہ ہے؟ اس جگہ صرف میری قبر ہوگی اور ابوبکر اور عمرؓ کی قبر ہوگی اور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی قبر ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ابومودود نے کہا حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے نیز انھوں نے بیان کیا کہ میں نے توراۃ میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی

صفت میں یہ پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ان کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ (۱)

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور دیگر انبیاء (علیہم السلام) کے درمیان مدت کا شمار:

شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر حضرت مسیح (علیہ السلام) کی پیدائش تک پانچ ہزار پانچ سو سال کا زمانہ ہے' اور طوفان نوح سے حضرت مسیح (علیہ السلام) کی پیدائش تک تین ہزار دو سو چوالیس سال ہیں' اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ان کی پیدائش تک دو ہزار سات سو تیرہ سال ہیں' اور داؤد (علیہ السلام) سے لے کر ان کی پیدائش تک ایک ہزار نو سو پچاس سال ہیں' اور حضرت مسیح (علیہ السلام) کے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے لے کر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجرت تک نو سو تینتیس سال ہیں۔ (۲)

اور سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۳)

﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ ﴾

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۵۴۔۱۴۴' مطبوعہ دار الفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

۲۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۸۶)

۳۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۸۶)

(یہ سن کر) مریم نے کہا: اے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا، حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا؟ جواب ملا ایسا ہی ہوگا اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے۔

آیت نمبر: ۴۷۔قولہ تعالیٰ (آیت) "قالت رب" مریم بولیں اے میرے سردار، آپ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کو خطاب کر رہی ہیں، کیونکہ جب وہ اس کے پاس انسانی شکل میں آئے اور اسے کہا: بلاشبہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ وہ تجھے ایک پاکیزہ کو برو بچہ عطا فرمائے تو جب مریمؑ نے ان کا یہ قول سنا تو آپ نے ان سے بچے کے طریقہ کے بارے پوچھا اور کہا: میرے ہاں بچہ کیوں کر ہوسکتا ہے حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا؟ یعنی نکاح کے ساتھ (سورہ مریم میں ہے) (آیت) "ولم اک بغیا"۔(مریم) (اور نہ میں بدچلن ہوں) انہوں نے یہ بطور تاکید ذکر کیا ہے، کیونکہ ان کا یہ قول (آیت) "لم یمسسنی بشر"۔(مجھے کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا) حرام اور حلال دونوں طریقوں کو شامل ہے، آپ کہتی ہیں: وہ عادت جاریہ جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جاری کر رکھی ہے وہ یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے نکاح سے یا زنا سے، اور کہا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بھی بعید نہیں سمجھا، لیکن ارادہ یہ کیا کہ یہ بچہ کیسے ہوگا، کیا مستقبل میں خاوند کی جانب سے یا ابتداء ہی اللہ تعالیٰ اسے پیدا فرمائے گا؟ اور روایت ہے کہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے جس وقت مریم کو کہا: (آیت) "کذالک اللہ یخلق مایشآء (بات یونہی ہے اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے) (آیت) "قال کذالک قال ربک ھو علی ھین"۔ترجمہ: اس نے کہا اسی طرح ہے تیرے رب نے فرمایا ہے وہ مجھ پر آسان ہے۔انہوں نے مریمؑ کی قمیص کے گریبان اور ان کی آستین میں پھونک ماری ابن جریجؒ نے یہی کہا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے: حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے اپنی انگلی کے ساتھ ان کی قمیص کی آستین کو پکڑا اور وہ اسی ساعت میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے حاملہ ہوگئیں، اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔ اس کا بیان سورہ مریمؑ میں آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور بعض نے کہا ہے: جبرائیل امین (علیہ السلام) کی پھونک مریم کے رحم پر پڑی پس وہ اس کے سبب حاملہ ہوگئی، اور بعض نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے کہ تخلیق جبرائیل امین (علیہ السلام) کی پھونک سے ہو کیونکہ اس طرح جزوی طور پر بچہ ملائکہ میں سے ہوجائے گا اور اس کا بعض انسانوں میں سے ہوگا لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا اور ان کی اولاد سے عہد و پیمان لیا تو کچھ پانی باپوں کی صلبوں میں رکھ دیا اور کچھ ماؤں کی رحموں میں پس جب یہ دونوں پانی جمع ہوں تو بچہ بن گیا اور اللہ تعالیٰ دونوں پانی اکٹھے مریم میں رکھ دیئے کچھ ان کی رحم میں اور کچھ ان کی صلب میں پس جبرائیل امین نے اس میں پھونک ماری تا کہ ان کی شہوت بھڑک جائے، کیونکہ عورت کی شہوت میں جب تک ہیجان پیدا نہ ہو وہ حاملہ نہیں ہوتی پس جب حضرت جبرائیل امین کی پھونک سے ان کی شہوت میں انگیخت پیدا ہوئی تو وہ پانی جو ان کی صلب میں تھا وہ رحم میں آگرا اور اس طرح دونوں پانی آپس میں مل گئے تو اس طرح استقرار حمل ہوگیا، پس اسی کے بارے ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) "اذ قضی امرا یعنی جب وہ کسی شے کو پیدا کرنے ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کن تو ہوجا، تو وہ شے ہوجاتی ہے، اس بارے میں مکمل گفتگو سورہ البقرہ میں گزر چکی ہے۔ [۱]

بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش

۱۔ تفسیر قرطبی

حضرت مریم [کو جو فرشتوں نے بشارت دی اس بشارت کو سن کر انھیں تعجب ہوا اور کہنے لگیں (رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ) (مریم عرض کرنے لگیں کہ اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حال یہ ہے کہ مجھے کسی بھی بشر نے چھوا تک نہیں) سورہ مریمؑ میں یہ بھی ہے کہ حضرت مریم نے عرض کیا (وَ لَمْ اَكُ بَغِیًّا) اور نہ میں بدکار ہوں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا (كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ) اللہ تعالیٰ اسی طرح پیدا فرماتا ہے جو کچھ چاہتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا ہوئے انسانوں کی پیدائش عادۃً جس طرح ہوتی ہے چونکہ ان کی پیدائش اس کے خلاف تھی اس لیے لوگوں کو تعجب ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی مشکل نہیں ہے کہ بغیر باپ کے پیدا فرمادے (اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْن) وہ جب کسی چیز کے وجود میں لانے کا فیصلہ فرمائے تو کن (ہوجا) فرمادیتا ہے۔ پس وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

قادر مطلق جل مجدہٗ نے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو پیدا فرمادیا اور اپنی کتاب قرآن حکیم میں بتادیا لیکن یہود و نصاریٰ کی تقلید میں بعض لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے یوسف نجار کو باپ تجویز کرتے ہیں اور ان کو اپنے کفریہ عقیدہ پر اصرار ہے۔ (اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ)۔

﴿ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝۴۸ ﴾

اللہ تعالیٰ، عیسیٰ کو کتاب، حکمت، توراۃ اور انجیل سکھائے گا۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے علوم

اس آیت میں کتاب کی مختار تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد لکھنا ہے' امام ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ کتاب سے مراد ہاتھ سے لکھنا ہے اور قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے' علامہ ابوالحیان اندلسیؒ نے لکھا ہے کہ کتاب سے مراد گزشتہ آسمانی کتابیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کا علم عطا فرمایا اور خصوصا تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا۔ امام رازیؒ متوفی ٦٠٦ ھ نے لکھا ہے میرے نزدیک کتاب سے مراد لکھنے کی تعلیم دینا ہے اور حکمت سے مراد علوم اور تہذیب الاخلاق کی تعلیم ہے' کیونکہ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ حقیقت کو جانے نیک اعمال کا علم حاصل کرے اور ان دونوں کے مجموعہ کے علم کو حکمت کہتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو کتابت اور علوم عقلیہ اور شرعیہ کا علم عطا کر دیا تو ان کو تورات کا علم عطا فرمایا اور تورات کے علم کو موخر اس لیے کیا کہ تورات اللہ کی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسرار عظیمہ ہیں' اور انسان جب تک علوم کثیر حاصل نہ کرے اس کے لیے اللہ کی کتاب میں غور و خوض کرنا ممکن نہیں ہے' پھر جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے انبیاء سابقین (علیہم السلام) پر نازل کی ہوئی کتابوں کے اسرار کو جان لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل فرمائی۔ [١]

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویعلمہ الکتب" سے مراد ہے قلم کے ساتھ لکھنا سکھائے گا۔

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویعلمہ الکتب" سے مراد ہے کہ وہ ہاتھ سے لکھنا سکھائے گا۔

١۔ (تفسیر کبیر ج ٢ ص ٤٥٠، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٣٩٨ھ)

ابن المنذرؒ نے صحیح سند کے ساتھ سعید بن جبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب عیسیٰ (علیہ السلام) سمجھ دار ہو گئے تو ان کی ماں ان کو لے کر کتاب (لکھنے پڑھنے والے) کے پاس آئی اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو اس کے سپرد کر دیا تو اس نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو کہا کہہ تو "بسم اللہ" عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اللہ (نام کے ساتھ) معلم نے کہا کہو "الرحمن" عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا "الرحیم" معلم نے کہا کہو ابو جاد عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ کتاب میں ہے عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تو جانتا ہے الف سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا اللہ کی نعمتیں (پھر پوچھا) کیا تو جانتا ہے باء سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا اللہ کا جمال مراد ہے (پھر پوچھا) کیا تو جانتا ہے جیم سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا اللہ کی نعمتیں پھر اسی طرح تمام کی تفسیر کرنے لگے۔ (پھر معلم) نے کہا میں کیسے سکھاؤں اس کو جو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے؟ اس کی ماں نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ بچوں کے ساتھ بیٹھے گا پھر وہ بچوں کو بتاتے تھے جو کچھ انھوں نے کھایا ہوا ہوتا تھا۔ اور جو چیز ان کی ماؤں نے ان کے لیے ذخیرہ کر کے رکھی ہوئی ہوتی تھی۔

ابن عدی اور ابن عساکرؒ نے ابو سعید خدری اور ابن مسعودؓ سے اس حدیث کو مرفوعا روایت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو ان کی والدہ نے کتاب (پڑھنے لکھنے والے کے سپرد) کر دیا تاکہ اس کو پڑھائے معلم نے ان کہا بسم اللہ لکھ عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا کہ بسم اللہ کیا ہے؟ معلم نے ان سے کہا میں نہیں جانتا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا الباء سے مراد بھاء اللہ یعنی اللہ کا جمال اور سین سے مراد ہے کہ اس کی (چمک) اور میم سے مراد ہے اس کی مملکت اور اللہ سے مراد ہے معبود اور الرحمن سے مراد ہے آخرت اور دنیا میں رحم کرنے والا اور الرحیم سے مراد ہے صرف آخرت میں رحم

کرنے والا ابو جاد میں الف سے مراد ہے اللہ کی نعمتیں اور باء سے مراد ہے بہاء اللہ (اللہ کا جمال) جیم سے مراد ہے اللہ کا جلال دال سے مراد ہے اللہ الدائم (اللہ ہمیشہ رہنے والے) (اور) ھوز میں الھاء سے مراد ہے الھاویہ (جہنم کا ایک حصہ) واو سے مراد ہے ویل جو جہنم میں ایک وادی ہے دوزخ والوں کے لیے زاء سے مراد ہے دنیا والوں کی زینت حطی میں حاء اللہ سے مراد ہے وہ اللہ جو حکیم ہیں طاء سے مراد ہے اللہ تعالیٰ طلب کرنے والے ہر حق کے لیے یہاں تک کہ اس پر وارد ہو جائے یعنی دوزخ والے اور وہ بیماری ہے کلمن میں کاف سے مراد ہے اللہ کافی۔ لام سے مراد ہے اللہ قائم ہمیشہ رہنے والا میم سے مراد اللہ مالک نون سے مراد ہے اللہ کا سمندر سعفص میں سین سے مراد سلام صاد سے مراد اللہ صادق عین سے مراد اللہ تعالیٰ عالم ہے فاء سے مراد ہے اللہ ذکر ہے صاد سے مراد ہے اللہ بے نیاز قرشت میں قاف سے مراد وہ پہاڑی جو (ساری) دنیا کو احاطہ کئے ہوئے ہے جس پہاڑ کی وجہ سے آسمان سرسبز ہے راء سے مراد ہے لوگوں کا دکھاوا کرنا اس کے ساتھ شین سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا پردہ پوشی کرنا تاء سے مراد ہے "تمت ابدا" یعنی ہمیشہ ہمیشہ وہ کامل ہے۔ ابن عدیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ باطل ہے اسماعیل بن یحییٰ کے علاوہ کسی نے اس کو روایت نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بلوغ تک گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ قلت حدیث ضعیف جدا

اسحاق بن بشیر، ابن عساکرؒ نے جویبر کے طریق سے مقاتلؒ نے اور انھوں نے ضحاکؒ سے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) پھر بات کرنے سے رک گئے تھے جب انھوں نے بچپن میں کلام کی تھی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئے جس طرح (دوسرے) بچے بالغ ہوتے ہیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور بیان کے ساتھ گفتگو کرنے کی قوت عطا فرمائی لیکن یہودی ان کے بارے میں اور

ان کی ماں کے بارے میں بہت زیادہ جھوٹی باتیں کرنے لگے اور عیسیٰ (علیہ السلام) اپنی ماں کا دودھ پیتے تھے جب ان کا دودھ چھڑایا تو کھانا کھانے لگے اور پینے لگے یہاں تک کہ (جب) سات سال کی عمر کو پہنچ گئے تو ان کی ماں نے ان کو ایک آدمی کے سپرد کیا تا کہ اس کو سکھائے جیسے بچوں کو سکھایا جاتا ہے وہ معلم آپ کو کچھ بھی تعلیم نہ دیتا تھا مگر یہ کہ اس تعلیم سے پہلے آپ اس پر عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تھے عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا ابوجاد کیا ہے؟ معلم نے کہا میں نہیں جانتا عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تو مجھے کس طرح سکھاتا ہے جب تو خود ہی نہیں جانتا معلم نے کہا تب تو آپ مجھے سکھایئے عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اپنی مجلس سے اٹھ جایئے وہ کھڑا ہو گیا تو عیسیٰ (علیہ السلام) اس کی جگہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا مجھ سے سوال کر معلم نے کہا۔ ابوجاد کیا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا الف سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں باء سے مراد اللہ کا جمال جیم سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا جمال معلم اس بات سے بڑا متعجب ہوا اور عیسیٰ (علیہ السلام) حروف ابجد کی تفسیر کرنے میں پہلے آدمی تھے۔ راوی نے کہا کہ عثمان بن عفان ؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا یا رسول اللہ! ابوجاد کی کیا تفسیر ہے؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابوجاد کی تفسیر کو سیکھو کیونکہ ان سب میں بڑے عجائب ہیں ہلاکت ہے اس عالم کے لیے جو اس کی تفسیر سے جاہل ہو کہا گیا یا رسول اللہ! ابوجاد کی کیا تفسیر ہے؟ آپ نے فرمایا الف سے مراد اللہ نعمتیں باء سے مراد اللہ کا جمال اور اس کا جلال جیم سے مراد اللہ کی بزرگی دال سے مراد اللہ دین ھوز میں الھاء سے مراد ھاویہ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اس میں گرے واو سے مراد ہلاکت ہے دوزخ والوں کے لیے اور زاء سے مراد جہنم کا ایک کونا ہیں حطی میں الحاء سے مراد لیلۃ القدر میں استغفار کرنے والوں کی خطاؤں کا مٹ جانا اور جو کچھ جبرائیل (علیہ السلام) دوسرے فرشتوں کے

ساتھ لے کر نازل ہوتے ہیں طلوع فجر تک (اور) الطاء سے مراد ان کے لیے خوشخبری ہے اور اچھا ٹھکانا ہے اور یہ درخت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا (اور) یاء سے مراد اللہ کا ہاتھ اپنی مخلوق کے اوپر کلمہ میں کاف سے مراد اللہ کا کلام اس کے کلام کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا (اور) اہل جنت کا آپس میں ملاقات زیارت مبارک بادی اور سلام کرنا اور دوزخ والوں کا آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنا (اور) میم سے مراد اللہ کی بادشاہی جو کبھی ختم نہیں ہوگی اور ایسا دوام ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگا (اور) نون سے مراد لفظ آیت "ن والقلم وما یسطرون" (اور) صعفص میں صاد سے مراد ہے صاع بدلے صاع کے انصاف بدلے انصاف کے قصاص بدلے قصاص کے یعنی جزاء اور بدلے جزاء کے اور جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتے اور قرشت یعنی (اللہ تعالیٰ) قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا اور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اور وہ لوگ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

ابن المبارکؒ نے الزھد میں فرمایا کہ ہم کو خبر دی ابو عینیہؒ نے حلف بن حوشبؒ سے روایت کیا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمایا جس طرح بادشاہوں نے تمہارے لیے حکمت کو چھوڑا اسی طرح تم ان کے لیے دنیا کو چھوڑ دو۔

ابن عساکرؒ نے یونس بن عبیدؒ سے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) فرمایا کرتے تھے کوئی آدمی ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ دنیا کی چیزوں سے لا پرواہ نہ ہو جائے۔

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں احمد نے الزھد میں ثابت البنانی ؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) سے کہا گیا اگر آپ گدھا لے لیں تا کہ اپنی ضرورت کے وقت اس پر سواری کیا کریں آپ نے فرمایا میں زیادہ اکرام والا ہوں اللہ پر اس بات سے کہ میرے لیے ایسی چیز بنا دے کہ جو مجھے اللہ تعالیٰ سے

غافل کردے۔

ابن عساکرؒ نے مالک بن دینارؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے حواریوں کے گروہ کہ بلاشبہ اللہ کا خوف اور فردوس کی محبت مشقت پر صبر کرنے کا حکم دیتی ہے اور دور کردیتی ہیں دنیا کی زیب وزینت سے۔

ابن عساکرؒ نے عتبہ بن یزیدؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) کے ضعیف بیٹے اللہ سے ڈر، جہاں تو ہو اور اپنی حلال کمائی سے کھا اور مسجد کو گھر بنائے اور دنیا میں ضعیف بن جا اور عادی بنا اپنے آپ کو رونے کا اور اپنے دل کو فکر کا اور اپنے جسم کو صبر کا اور کل کے لیے اپنے رزق کی کوشش نہ کر اس لیے کہ وہ غلطی ہے جو تیرے اوپر لکھی جائے گی۔

ابن ابی دنیا اور اصبہانیؒ نے الترغیب میں محمد بن مطرفؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اور اسی طرح اس کو ذکر کیا (جیسے اوپر لکھا گیا) دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

ابن ابی دنیاؒ نے وہیب المکیؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا ہر برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور (دنیا) کی بعض خواہشات اس کے گھر والوں کو طویل غم کا وارث بناتی ہیں۔

ابن عساکرؒ نے یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) فرماتے تھے دنیا سے گذر جاؤ اور اس میں آباد نہ ہو اور دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور کسی چیز کو دیکھنا دل میں شہوت اگاتا ہے۔

احمد والبیہقیؒ نے شعب الایمان میں سفیان بن سعیدؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور اس میں مال بڑی بیماری ہے لوگوں نے کہا اس کی بیماری

کیا ہے؟ فرمایا مالدار فخر تکبر سے محفوظ نہیں ہوتا لوگوں نے کہا اگر وہ محفوظ رہے؟ تو! فرمایا مال کی حفاظت کرنا اسے غافل کر دیتا ہے اللہ کے ذکر سے۔

ابن ابی الدنیا، بیہقیؒ نے شعب الایمان میں مالک بن دینارؒ سے روایت کیا ہے کہ جب عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) ایسے گھر کے پاس سے گذرتے جس کے رہنے والے مر چکے ہوتے تھے تو وہیں کھڑے ہو کر فرماتے افسوس ہے وہ لوگ جو تیرے ایک دوسرے کے وارث چلے آرہے تھے (آج) تیرا کوئی مالک نہیں کیسے انھوں نے سوچ بچار نہ کی۔ شاید کہ تو زمانہ ماضی کے بھائیوں کی طرح ہے۔

احمدؒ نے مالک بن دینارؒ سے روایت کیا کہ جب عیسیٰ (علیہ السلام) مبعوث کئے گئے تو انھوں نے دنیا کو چہرے کے بل گرا دیا پس جب آپ اٹھا لیے گئے (آسمان کی طرف) تو لوگوں نے اس دنیا کو اٹھا لیا ان کے بعد۔

احمدؒ نے حیثمہؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گذری اور کہنے لگی خوشخبری ہے اس چھاتی کے لیے جس نے تجھ کو دودھ پلایا اور اس گود کے لیے جس نے تجھ کو اٹھایا عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اللہ کی کتاب پڑھے پھر جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے۔

ابن ابی شیبہ اور احمدؒ نے میمون بن سیاہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے حواریوں کی جماعت مسجدوں کو اپنا گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو مہمانوں کے گھروں کی طرح سمجھو اور تمہارے اس جہان میں کوئی گھر نہیں اور نہیں ہو تم مگر راستہ پر گذرنے والے یعنی مسافر ہو۔

(۲۶) احمدؒ نے وھب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا ساتھ حق کے میں یہ

بات تم کو کہتا ہوں کہ آسمان کے کنارے مالدار لوگوں سے خالی ہیں اور اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا زیادہ آسان ہے مالدار کے جنت میں داخل ہونے سے۔

عبداللہ ؒ نے اپنی زوائد میں جعفر بن فارس ؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا ہر برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور شراب ہر شر کی چابی ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں۔

حکمت اہل لوگوں کے سپرد کریں

احمدؒ نے سفیانؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا بلاشبہ حکمت کے لیے اہلیت یعنی قابلیت (ہوتی) ہے اگر تو نے اس کو نا اہل لوگوں میں رکھ دیا تو (گویا) اس کو ضائع کر دیا اگر تو نے اس کو اہل لوگوں سے روک دیا تو (گویا) اس کو ضائع کر دیا تو اس طرح رہ جس طرح طبیب ہوتا ہے وہ دوا کو وہاں رکھتا ہے جہاں اس دوا کا محل ہوتا ہے۔

احمدؒ نے محمد بن واسع ؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے بنی اسرائیل ! میں تمہارے بارے میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ہو جاؤ عار دلانے والے اہل کتاب کے لیے اے بنی اسرائیل تمہارا قول شفا ہے جو بیماری کو لے جاتا ہے اور تمہارے اعمال ایسی بیماری ہیں جو دوا کو قبول نہیں کرتے۔

احمدؒ نے وھبؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کے علماء سے فرمایا کہ تم لوگوں کے لیے چوری کرنے والے لٹیرے اور مکار لومڑی کی طرح اور اچک لینے والی چیل کی طرح نہ بن جاؤ۔

احمدؒ نے مکحولؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) نے فرمایا اے حواریوں کی جماعت !

کون تم میں سے اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ سمندر کی موج پر ایک گھر بنا دے؟ انھوں نے کہا اے روح اللہ! اس بات کی کون طاقت رکھتا ہے؟ پھر انھوں نے فرمایا بچو تم دنیا سے اس کو ٹھہرنے کی جگہ نہ بناؤ۔

احمدؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا مجھ سے سوال کرو کیونکہ میرا دل نرم ہے اور بلاشبہ میں اپنے دل میں چھوٹا ہوں۔

احمدؒ نے بشیر و مشقیؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ایک قوم پر گذرے اور یہ الفاظ کہے اے اللہ! ہم کو بخش دے تین مرتبہ۔ لوگوں نے کہا اے روح اللہ! ہم آپ سے آج کوئی نصیحت سننا چاہتے ہیں اور ہم آپ سے وہ چیز سن رہے ہیں جو ہم نے پہلے نہ سنی تھی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ تو ان کو یوں کہہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ جس شخص کی میں ایک مرتبہ مغفرت کر دوں تو میں اس کے لیے اس کے ساتھ اس کی دنیا اور اس کی آخرت کی اصلاح کر دیتا ہوں۔

احمدؒ نے یزید بن میسرہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اگر تم اس بات سے محبت رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے اصفیاء بن جاؤ اور بنی آدم کا نور بن جاؤ اس کی مخلوق میں سے تو معاف کر دو اس کو جو تم پر ظلم کرے اور اس کی عیادت کرو جو تمہاری عیادت نہ کرے اور نیک سلوک کرو اس شخص کی طرف جو تمہاری طرف نیک سلوک نہ کرے اور اس کو قرضہ دو جو تم کو بدلہ نہیں دیتا۔

احمدؒ نے وھب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمایا حق کے ساتھ میں تم سے کہتا ہوں اور عیسیٰ (علیہ السلام) اکثر حق کے ساتھ فرماتے تھے پھر فرمایا میں تم سے کہتا ہوں اگر تم دنیا کی محبت میں سخت ہو گے تو تم مصیبت پر بے صبری کرنے میں بھی زیادہ سخت ہو گے۔

احمدؒ نے عطاء ازرقؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے حواریوں کی جماعت! جو کی روٹی کھاؤ اور زمین سے اگنے والی چیزیں کھاؤ اور خالص صاف پانی پیو اور بچو تم گندم کی روٹی سے اس لیے کہ تم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور جان لو! کہ دنیا کی حلاوت آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی سخت کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے۔

احمدؒ نے سفیانؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تم کو باتیں اس لیے نہیں بتاتا کہ تم تعجب کرو بلکہ میں اس لیے بیان کرتا ہوں تا کہ تم سیکھ لو۔

ابن المبارکؒ، ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ نے اور ابن عساکرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جب قیامت کا ذکر کیا جاتا تو چیخ مارتے اور فرماتے کہ ابن مریم (علیہما السلام) کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ اس کے پاس قیامت کا ذکر کیا جائے پھر خاموش ہو جائے۔

احمد اور ابن عساکرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) بال (کے کپڑے پہنتے تھے اور درخت سے کھاتے تھے) اور کل کے لیے بچا کر نہ رکھتے تھے جہاں رات پڑ جاتی وہیں رات گذار لیتے ان کی کوئی اولاد نہ تھی جس کا خوف ہوتا کہ وہ مر جائے گا اور نہ (ان کا) گھر تھا جس کے ویران ہونے کا ڈر ہوتا۔

ابن عساکرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) سے کہا گیا آپ نکاح کر لیں تو فرمایا میں نکاح کرنے سے کیا کروں گا؟ لوگوں نے کہا آپ کے لیے اولاد پیدا ہوگی فرمایا اولاد اگر زندہ رہی تو فتنہ میں ڈال دیتی ہے اگر مر گئی غم گین کرے گی۔

ابن ابی الدنیا اور بیہقیؒ نے شعب میں شعب بن اسحاقؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) سے کہا

گیا اگر آپ گھر بنا لیتے (تو اچھا تھا) فرمایا ہمارے لیے بوسیدہ گھر کافی ہے جو ہم سے پہلے لوگوں کے تھے۔

احمدؒ نے سفیان بن عینیہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ اور یحییٰ (علیہما السلام) دونوں ایک بستی میں آئے عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس بستی کے شریر لوگوں کے بارے میں سوال کیا اور یحییٰ (علیہ السلام) نے اس بستی کے اچھے لوگوں کے بارے میں سوال کیا یحییٰ (علیہ السلام) نے ان سے پوچھا آپ برے لوگوں کے پاس کیوں جاتے ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا میں طبیب ہوں اور مریضوں کی دوا کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیمات

(۷۰) احمدؒ نے ہشام دستوائیؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی حکمت میں سے یہ بھی ہے کہ تم عمل کرتے ہو دنیا کے لیے اور تم اس میں رزق دیئے جاتے ہو بغیر عمل کے اور تم آخرت کے لیے عمل نہیں کرتے جبکہ تم کو وہاں بغیر عمل کے رزق نہیں دیا جائے گا۔ افسوس ہے تم پر (اے) برے علماء اجر کو تم لے لیتے ہو اور عمل کو ضائع کر دیتے ہو عنقریب تم دنیا سے جاؤ گے قبر کے اندھیرے اور اس کی تنگی کی طرف اور اللہ تعالیٰ عزوجل تم کو گناہوں سے روکتے ہیں جیسا کہ تم کو روزہ اور نماز کا حکم کرتے وہ آدمی کیسے ہوسکتا ہے اہل علم سے کہ اس کے نزدیک دنیا سب سے زیادہ پسندیدہ ہو اس کی آخرت سے اور وہ دنیا میں زیادہ رغبت کرنے والے ہو وہ آدمی کیسے ہوسکتا ہے اہل علم میں سے جو دنیا میں اپنے مرتبہ پر ناراض ہو اور اسے حقیر جانے جبکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت سے ہے وہ آدمی کیسے ہوسکتا ہے اہل علم میں سے کہ جو اللہ تعالیٰ پر تہمت لگائے اس کے فیصلوں میں اور اس پر راضی نہ ہو جو اس کو تکلیف پہنچی ہے وہ آدمی کیسے ہوسکتا ہے اہل علم میں سے جو علم

اس لیے حاصل کرتا ہے کہ گفتگو کرے اور اس لیے حاصل نہیں کرتا کہ اس پر عمل کرے۔

عبداللہ ابنہؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ اس درمیان کے عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے ساتھیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت پاس سے گذری ایک ساتھی نے اس عورت کی طرف دیکھا تو ایک ساتھ نے دیکھنے والے سے کہا کہ تو نے (آنکھ کا) زنا کیا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا تم بتاؤ اگر تو روزہ دار ہوتا اور تیرے پاس سے کوئی بھنی ہوئی چیز لے کر گذرتا تو اس کو سونگھ لیتا تو کیا تیرا روزہ ٹوٹ جاتا تو اس نے کہا (روزہ نہ ٹوٹتا)۔

احمدؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کسی بستی میں داخل نہیں ہوا مگر یہ کہ بستی کے رہنے والوں نے وہاں سے نکالنا چاہا تو مجھے انھوں نے نکال ہی دیا اور عیسیٰ علیہ السلا اپنی جوتی درخت کی چھال سے بنا لیتے تھے اور اسی سے اس کے تسمے بھی بنا لیتے۔

ابن ابی شیبہ و احمدؒ نے جعفر بن برقانؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے اے اللہ! بیشک میں نے صبح کی اس حال میں کہ نہیں طاقت رکھتا اس چیز کو روکنے کی جس کو میں ناپسند کرتا ہوں اور میں اس نفع کا مالک نہیں ہوں جس کی میں امید رکھتا ہوں اور کام میرے علاوہ غیر کے قبضہ میں ہے اور میں نے صبح کی اپنے عمل کے ساتھ رہن رکھا ہوا ہوں اور مجھ سے زیادہ کوئی فقیر نہیں میرے دشمنوں کو میرے ساتھ نہ ہنسا میری وجہ سے تکلیف نہ دے میرے دوست کو اور میرے دین کے لیے میری مصیبت نہ بنا دے اور مجھ پر ایسے آدمی کو مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

احمدؒ نے وھب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حواریوں کے مکتوبات میں فرمایا جب تجھے کسی مصیبت کے راستہ پر چلایا جائے تو جان لے کہ تجھے انبیاء اور صالحین کے راستہ پر چلا گیا ہے اور جب

تجھے خوشحال لوگوں کے راستہ پر چلایا جائے تو جان لے کہ تجھے ان کے راستے کے علاوہ دوسرا راستہ پر چلایا گیا اور تیرے ساتھ ان کے طریقے سے مخالفت کی گئی۔

احمدؒ نے وھبؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اللہ کے ذکر کی کثرت کرو اس کی حمد بیان کرو اور اس کی پاکی بھی بیان کرو اور اس کی اطاعت کرو تم میں سے ہر ایک کے لیے دعا کافی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہے (تو یوں دعا کرے) اے اللہ! میری خطاؤں کو معاف کر دے اور میری زندگی کی اصلاح کر دے اور مجھے ناگوار چیزوں سے عافیت میں رکھ اے میرے معبود!۔

ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے اے حواریوں کی جماعت اپنے گھروں کو عارضی ٹھکانا بناؤ اور مسجدوں کو ٹھہرنے کی جگہ بناؤ اور جنگل کی سبزیوں میں سے کھاؤ اور سلامتی کے ساتھ دنیا سے نکل جاؤ۔

احمدؒ نے ابراہیم التیمیؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اپنے خزانوں کو آسمانوں میں بناؤ کیونکہ آدمی کا دل اس کے خزانہ کے پاس ہے۔

ابن عساکرؒ نے شعب بن صالح ؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ نے فرمایا اللہ کی قسم! کسی دل میں نہیں جگہ پکڑتی دنیا کی محبت مگر اس کے دل میں تین چیزیں آجاتی ہیں ایسا مشغلہ جو اس کے دل سے جدا نہ ہو اور (ایسا) فقر کہ جس سے اپنی مالداری کو نہیں پائے اور (ایسی) آرزو جس کی انتہاء نہ پائی جا سکے طالب بھی ہے اور مطلوب بھی ہے سو آخرت کا طالب اس کو دنیا طلب کرتی ہے یہاں تک کہ اس میں وہ اپنے رزق کو پورا کرتا ہے اور دنیا کا طالب اس کو آخرت طلب کرتی ہے یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور اس کی گردن پکڑ لیتی ہے۔

ابن ابی الدنیاؒ نے مالک بن انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک خنزیر عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گذرا آپ نے فرمایا گذر جا سلامتی کے ساتھ ان سے کہا گیا اے روح اللہ! اس خنزیر کے لیے آپ نے یوں فرمایا آپ نے فرمایا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میری زبان کو بری بات کرنے کی عادت پڑ جائے۔

ابن عساکرؒ نے معتبریؒ سے روایت کیا ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) فرمایا کرتے تھے اے ابن آدم! جب تو نیک کام کرے تو اس سے غافل ہو جا کیونکہ وہ ایسی ذات کے پاس ہے جو اس کو ضائع نہیں کرے گا اور جب تو کوئی برا کام کرے تو اس کو اپنے سامنے رکھ۔

احمد اور بیہقیؒ نے عبدالعزیز بن ظبیانؒ سے روایت کیا ہے کہ مسیح (علیہ السلام) نے فرمایا جس شخص نے علم سیکھا اور عمل کیا اور (پھر) (لوگوں کو) سکھایا وہ عظیم پکارا جاتا ہے آسمانوں کی بادشاہت میں۔

عبداللہ بن احمدؒ نے الزھد میں اور ابن عساکرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے اپنے حواریوں سے فرمایا اے حواریوں کی جماعت! موتیوں کو خنزیر کی طرف ڈالو کیونکہ خنزیر موتیوں کے ساتھ کچھ بھی کام نہیں لیتا اور حکمت نہ دو اس شخص کی طرف جو اس کا ارادہ نہیں کرتا ہو کیونکہ حکمت موتیوں سے بہتر ہے اور جو شخص اس (حکمت) کا ارادہ نہیں کرتا وہ خنزیر سے بھی برا ہے۔

ابن عساکرؒ نے وھب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے برے علماء! تم بیٹھے ہو جنت کے دروازوں پر نہ خود تم اس میں داخل ہوتے ہو اور نہ تم مسکینوں کو داخل ہونے دیتے ہو کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے برا وہ عالم ہے جو دنیا کو اپنے علم کے ذریعہ سے طلب کرتا ہو۔

ابن ابی شیبہؒ نے سالم بن ابی جعدؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے فرمایا نفس کا بات کرنا گناہ کے ساتھ ایسا ہے جیسا مثال دھوئیں کی گھر میں کہ اس کو نہیں جلاتا ہے لیکن اس کی ہوا کو بد بودار بنا دیتا ہے اور اس کے رنگ کو بدل دیتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: والتورۃ والانجیل: ابن جریرؒ وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) توراۃ اور انجیل پڑھا کرتے تھے۔ [1]

﴿ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾ ﴾

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا بلاشبہ میں تمہارے پاس رب کی نشانی لایا ہوں، میں تمہارے لیے پرندے کی مانند مٹی کا جانور بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے کو

---

[1] تفسیر الدر منشور

زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بچپن میں مکتب کے لڑکوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے مٹی اٹھائی اور فرمایا میں تمہارے لیے اس مٹی ایک پرندہ بنا دیتا ہوں۔ لڑکوں نے کہا کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں اپنے رب کے حکم سے ایسا کر سکتا ہوں، پھر آپ نے مٹی اٹھا کر ایک پرندہ کی ایک صورت بنائی اور اس میں پھونک ماردی۔ پھر فرمایا "تو اللہ کے اذن سے اڑنے والا ہو جا" وہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر اڑنے لگا۔ لڑکوں نے جا کر اپنے معلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انھوں نے لوگوں میں یہ خبر پھیلا دی۔ لوگ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور بنو اسرائیل نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جب ان کی ماں حضرت مریمؑ کو ان کی جان کا خوف دامن گیر ہوا تو وہ ان کو لے کر اس شہر سے چلی گئیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے پرندہ بنانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے پوچھا کون سے پرندہ کو بنانا مشکل ہے تو بتایا گیا چمگادڑ کو۔ [۱]

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کونسا پرندہ بنانے کے لحاظ

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

سے زیادہ سخت ہے؟ لوگوں نے کہا چمگادڑ کیونکہ وہ (صرف) گوشت ہے آپ نے چمگادڑ ہی بنا دیا۔

قولہ تعالیٰ: وابرئ الاکمہ والابرص:

ابوالشیخ ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے صرف ایک چمگادڑ ہی بنایا۔

ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے ضحاک ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الاکمہ" سے مراد وہ شخص ہے جو اندھا ہی پیدا ہوا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے عطاءؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الاکمہ" سے مراد ہے ایسا اندھا جس کی آنکھیں ہی نہ ہو (یعنی آنکھوں کی جگہ برابر ہو اور آنکھوں کا نشان بھی نہ ہو)۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری ؒ نے عکرمہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الاکمہ" سے مراد ہے کمزور نگاہ والا۔

ابن جریرؒ نے (وجہ آخر سے) وھب ؒ سے روایت کیا ہے کہ جب عیسیٰ (علیہ السلام) بارہ سال کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کی طرف وحی بھیجی اور وہ مصر کی سرزمین میں تھیں اور وہ اپنی قوم سے بھاگ گئی تھیں مصر کی سرزمین کی طرف جب آپ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو جنا تھا حکم ملا تھا کہ شام کی طرف چلی جاؤ انھوں نے ایسا ہی کیا وہ شام میں رہیں یہاں تک کہ ان کی عمر تیس سال کی ہو گئی اور ان کی نبوت بھی تیس سال تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور وھب ؒ نے یہ خیال کیا کہ بعض اوقات عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس ایک وقت میں پچاس ہزار مریض جمع ہو جاتے تھے جو شخص ان میں سے پہنچنے کی طاقت رکھتا تھا وہ پہنچ جاتا تھا اور جو شخص ان میں سے طاقت نہ رکھتا تھا تو عیسیٰ (علیہ السلام) خود

اس کی طرف پیدل تشریف لے جاتے تھے اور آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ان کی دوا کرتے تھے۔

امام بغویؒ نے لکھا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ حضرت عیسیٰ نے چار آدمیوں کو زندہ کیا: (١) عاذرؑ (٢) ایک بڑھیا کا بیٹا۔ (٣) عاشر کی بیٹی۔ (٤) سام بن نوح۔ عاذر آپ کا دوست تھا مرنے لگا تو اس کی بہن نے حضرت کے پاس پیام بھیجا کہ آپ کا دوست مر رہا ہے۔ درمیانی مسافت تین روز کا سفر چاہتی تھی آپ اپنے ساتھیوں سمیت پہنچے تو عاذر کو مرے تین دن ہو گئے تھے۔ حضرت نے اس کی بہن سے فرمایا: مجھے اس کی قبر پر لے چل عاذر کی بہن قبر پر لے گئی آپ نے اللہ سے دعا کی عاذر اٹھ کھڑا ہوا اس کے بدن سے روغن ٹپک رہا تھا پھر قبر سے نکل آیا اور مدت تک زندہ رہا اس کے اولاد بھی ہوئی۔

ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب من عاش بعد الموت میں معاویہ بن قرعہؒ سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے سوال کیا اور کہنے لگے کہ سام بن نوحؒ یہاں قریب ہی دفن ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے لیے اٹھا دیں (یعنی زندہ کریں) تو انھوں نے زور سے بلایا تو وہ سیاہ سفید بالوں کے ساتھ نکل آئے۔ لوگوں نے کہا آپ تو جوانی کی حالت میں مرے تھے تو یہ سفید بال کہا سے آئے؟ فرمایا میں نے گمان کیا کہ وہ چیخ ہے (یعنی صور پھونکا ہے) تو میں ڈر گیا (اور ڈر کی وجہ سے بال سفید ہو گئے)۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا معجزہ

ابن عساکرؒ نے لیثؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی عیسیٰ (علیہ السلام) کا ساتھی بن گیا دونوں چلے اور ایک نہر کے کنارے پہنچے دونوں صبح کا کھانا کھانے بیٹھ گئے ان کے پاس تین روٹیاں تھیں ان دونوں

نے دو روٹیاں کھائیں اور ایک روٹی بچ گئی عیسیٰ (علیہ السلام) نہر کی طرف پانی پینے کے لیے تشریف لے گئے جب لوٹے تو روٹی کو نہ پایا اس آدمی سے فرمایا کس نے روٹی کھائی؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر آپ اس کے ساتھ چلے ایک ہرنی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو بچے تھے عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان میں سے ایک کو بلایا وہ آگیا تو اس کو ذبح کر کے بھون لیا اور دونوں نے کھایا پھر اس بچہ سے فرمایا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا وہ کھڑا ہو گیا پھر اس آدمی سے فرمایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس ذات کی قسم کے ساتھ کہ جس نے تجھ کو یہ نشانی دکھائی کس نے روٹی کھائی؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر یہ دونوں دریا کی طرف پہنچے عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس آدمی کے ہاتھ کو پکڑا اور پانی پر چلنے لگے پھر اس سے فرمایا میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھ کو یہ نشانی دکھائی تو بتا کس نے روٹی لی؟

اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر یہ جنگل میں پہنچے عیسیٰ (علیہ السلام) نے مٹی اور گارا لیا اور فرمایا اللہ کے حکم سے سونا بن جا وہ سونا بن گئی آپ نے اس کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا اور فرمایا ایک تہائی تیرے لیے ہے ایک تہائی میرے لیے ہے اور ایک تہائی اس کے لیے ہے جس نے روٹی لے لی اس نے کہا میں نے اس کو لیا تھا عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا یہ سب تیرے لیے ہے اور اس سے جدائی اختیار کر لی اس کے پاس دو اور آدمی آئے انھوں نے ارادہ کیا کہ اس سونے کو لے لیں اور اس آدمی کو قتل کر دیں اس (پہلے والے) آدمی نے کہا کہ یہ ہمارے درمیان تین تہائی ہے (ہم تینوں بانٹ لیں گے) اور تم میں سے ایک اس بستی کی طرف جائے تا کہ ہمارے لیے کھانا خرید کر لے آئے چنانچہ ان میں سے ایک آدمی کو انھوں نے بھیج دیا اب وہ آدمی جس کو بھیجا گیا تھا اس نے (دل میں) کہا کہ کس لیے میں اس مال کو تقسیم کروں لیکن میں اسی کھانے میں زہر رکھ دوں گا اور دونوں قتل کر دوں گا ان (پیچھے بیٹھے ہوئے)

آدمیوں نے کہا ہم کس لیے اس کو تہائی مال دیں۔

لیکن جب وہ لوٹ آئے تو اس کو ہم قتل کر دیں گے جب وہ آدمی (کھانا لے کر) لوٹا تو انھوں نے اس کو قتل کر دیا ان دونوں نے جب کھانا کھایا تو (زہر کی وجہ سے) دونوں مر گئے اور مال جنگل میں باقی رہا اور یہ تینوں اس (مال) کے پاس قتل ہو گئے۔

احمدؒ نے الزھد میں خالد الحذاءؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) جب اپنے قاصدوں کو بھیجتے تھے کہ وہ مردوں کو زندہ کریں تو ان سے فرماتے کہ تم یہ کہنا اور تم یہ کہنا جب تم کپکپی اور آنسو کو دیکھو تو اس وقت دعا کرنا۔

الفریابی وعبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ جو کچھ تم کھاتے ہو شام کے وقت کھانے میں سے اور جو کچھ تم اس میں سے چھپا کر رکھتے ہو وہ میں تم کو بتا دوں گا۔

سعید بن منصور وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) مدرسے میں ساتھیوں سے فرماتے کہ بلاشبہ تیرے گھر والوں نے تیرے لیے فلاں فلاں چیز تیار کر رکھی ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ”وما تدخرون“

عبدالرزاقؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے عمار بن یاسرؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وانبئکم بما تاکلون“ یعنی میں تم کو بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو یعنی دستر خوان سے ”وما تدخرون“ (اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو) یعنی اس میں سے اور وعدہ لیا تھا ان سے جب مائدۃ میں نازل ہوا کہ وہ کھائیں گے

اور ذخیرہ نہ کریں گے اور وہ ڈرتے تھے کہ بندر اور سور نہ بنا دیئے جائیں۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصم بن ابی النجودؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " وما تدخرون " تشدید اور ادغام کے ساتھ۔

﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ قف فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝٥٠ ﴾

اور سچا بتاتا ہوں توراۃ کو جو میرے زمانے میں موجود ہے اور (میں آیا ہوں) تاکہ تمہارے لیے حلال کردوں بعض چیزیں جو تم پر حرام ہیں! اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی جانب سے تو ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو۔

ہر نبی پر واجب ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرے کیونکہ تمام نبیوں کی تصدیق کا ذریعہ معجزہ ہے اور جب ہر نبی نے اپنی نبوت کے ثبوت میں معجزہ پیش کیا ہے تو پھر ہر نبی کی تصدیق کرنا واجب ہے' اور ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بعثت سے یہ غرض ہو کہ وہ توراۃ کو مقرر اور ثابت رکھیں۔ منکرین کے شبہات کا ازالہ کریں اور غالی یہودیوں نے دین میں جو تحریف کردی ہے اس تحریف کو زائل کریں۔

امام ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام)، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت پر تھے۔ وہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے۔ انھوں نے بنواسرائیل سے کہا کہ میں تم کو توراۃ کی کسی بات کی مخالفت کی دعوت نہیں دیتا، البتہ بعض چیزیں جو توراۃ میں حرام کردی گئیں میں ان کو حلال کرتا ہوں اور بعض مشکل احکام کو منسوخ کرتا ہوں۔ ①

علامہ ابوالحیان عبداللہ بن یوسف اندلسیؒ متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ابن جریجؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کے لیے اونٹ کا گوشت اور چربی کو حلال کردیا اور کئی قسم کی مچھلیاں حلال کردیں اور جس پرندے پر نشانات نہ ہوں ان کو حلال کردیا۔ ②

یہ بات کہ مسیح (علیہ السلام) وہی دین لے کر آئے تھے جو موسیٰ (علیہ السلام) اور دوسرے انبیاءؑ نے پیش کیا تھا، رائج الوقت اناجیل میں بھی واضح طور پر ہمیں ملتی ہے۔ مثلاً متی کی روایت کے مطابق پہاڑی کے وعظ میں مسیح (علیہ السلام) صاف فرماتے ہیں:

"یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"۔ (۵:۱۷)

ایک یہودی عالم نے حضرت مسیح (علیہ السلام) سے پوچھا کہ احکام دین میں اولین حکم کونسا ہے؟ جواب میں آپ (علیہ السلام) نے فرمایا:

"خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۹۶۔۱۹۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

۲۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۱۶۸۔۱۶۷ مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

پہلا حکم یہی ہے۔اور دوسرا اس کے مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔انہی دو حکموں پر تمام توراۃ اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے“۔

پھر حضرت مسیح (علیہ السلام) اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں:

”فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو مگر ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔“ ۱

ابن جریرؒ،ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم“ سے مراد ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) جو احکام لے کر آئے وہ نرم تھے ان احکام سے جو موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے تھے اور موسیٰ (علیہ السلام) جو احکام لے کر آئے ان میں اونٹ کا گوشت اور ثروب (اوجھڑی اور آنتوں کے اوپر چربی) حرام تھی لیکن عیسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں ان کے لیے حلال کر دیا گیا اور ان پر چربی حرام تھی مگر عیسیٰ (علیہ السلام) کے احکام میں ان پر حلال کر دی گئی اور اسی طرح کی چیزیں مچھلی میں سے اور چیزیں جو ان پر حرام کر دی گئیں اور اس بارے میں ان پر سختی کی گئی تو عیسیٰ (علیہ السلام) (اپنی کتاب) انجیل میں ان کے بارے میں تخفیف کا حکم لائے۔

عبد بن حمیدؒ،ابن جریرؒ،ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وجئتکم بایۃ من ربکم“ سے مراد ہے کہ جو کچھ عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان چیزوں کے بارے میں بیان فرمایا اور جو کچھ ان کے رب نے ان کو عطا فرمایا (یعنی ان کو احکام عطا فرمائے انھیں بیان کیا)۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

۱۔(متی ۲۳:۲۔۳)

مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾

بیشک اللہ میرا رب (بھی) ہے اور تمہارا رب (بھی) لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

بنیادی عقیدہ

گزشتہ درس میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعض معجزات کا تذکرہ تھا جن کے متعلق آپ نے اپنے مخاطبین سے کہا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں، اس لیے میرا تم سے مطالبہ ہے۔ کہ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ قرآن پاک شاہد ہے۔ کہ جن انبیاء کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ ان سب نے اپنی اپنی قوم سے یہی کہا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت شعیب اور حضرت لوط (علیہم السلام) کے واقعات سے یہی پتہ چلتا ہے۔ یہ بنیادی عقیدہ تخلیق آدم سے لے کر ہر دور میں ہر امت میں پایا گیا ہے۔ اور انبیاء اسی عقیدے کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ یہاں پر بھی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زبان سے اسی عقیدے کا اظہار کیا جارہا ہے۔ ان اللہ ربی وربکم۔ بیشک میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے۔ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے اس لیے فاعبدوہ عبادت بھی اسی کی کرو۔ یہ عقیدہ دین کی اساس ہے اور تمام انبیاء کی بنیادی تعلیم یہی ہے۔ اسی سے عیسائیوں کے باطل عقیدہ کا بھی رد ہوتا ہے۔ جو عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا یا خود خدا مانتے ہیں، میرا اور تمہارا سب کا رب تو ایک وحدہ لاشریک ہے۔ تم خواہ مخواہ مجھ میں ربوبیت کی صفت مانتے ہو۔

موجودہ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ خدا کو "میرا باپ اور تمہارا باپ" کہتے رہے ہیں لیکن قرآن اس کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انھوں نے اللہ کو "میرا رب اور تمہارا رب" کہا تھا اور صاف لفظوں میں صرف اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور خدا تک پہنچنے کی سیدھی راہ بندگی رب ہی کو قرار دیا تھا اس سے واضح ہے کہ موجودہ انجیلوں میں خدا کے لیے باپ اور مسیح (علیہ السلام) کے بیٹے کے جو الفاظ ملتے ہیں وہ اصل انجیل کے الفاظ کا غلط ترجمہ اور صریح تحریف ہے جو حضرت مسیح (علیہ السلام) کی الوہیت کے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے کی گئی ہے ان تحریفات کے باوجود موجودہ انجیلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا اور سب کا خدا مانتے تھے مثلاً یوحنا کی انجیل میں ہے:۔

"

اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں"۔ [۱]

"

تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ [۲]

(اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ) (کہ بلاشبہ میرا رب اور تمہارا رب اللہ ہے پس اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے) حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بار بار بنی اسرائیل کو ایمان کی دعوت دی لیکن وہ ان کے دشمن ہو گئے۔ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دیا اور ان سے پہلے پتہ نہیں کتنے انبیاء کو قتل کر چکے تھے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے قتل کے بھی درپے

۱۔(یوحنا۔۲۰:۱۷)

۲۔"(متی ٤:۱۰)

ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور اوپر اٹھا لیا۔ پھر صدیوں کے بعد ان لوگوں نے جو اپنے جھوٹے خیال میں ان کے ماننے والے تھے عقیدہ تثلیث اور عقیدہ تکفیر اپنی طرف سے گھڑ لیا اور اب جو لوگ ان کے ماننے کے دعویدار ہیں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو معبود مانتے ہیں خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا قتل ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ (العیاذ باللہ) جس نے بار بار توحید کی دعوت دی اور اپنے کو اللہ کا بندہ بتایا اس کے جھوٹے ماننے والوں نے شرک اختیار کر لیا۔

فائدہ: سیدنا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جو مٹی سے پرندہ کی شکل بناتے تھے اس کے لیے بعض اکابر نے فرمایا کہ تصویر بنانا ان کی شریعت میں جائز تھا اس سے ہماری شریعت میں جواز پر استدلال نہ کیا جائے کیونکہ ہمارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تصویر سازی کو مطلقاً منع فرما دیا۔ احقر کے خیال میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے واقعہ سے جواز تصویر پر استدلال کرنے کا موقعہ اس لیے بھی نہیں ہے کہ وہ تو معجزہ دکھانے کے لیے بناتے تھے اور وہ تصویر اپنی حالت میں باقی نہیں رہتی تھی بلکہ ان کے پھونکنے سے پرندہ بن کر اڑ جاتی تھی، آجکل مورتیوں اور تصویروں کا رواج ہے وہ زندہ کر کے دکھانے کے لیے نہیں ہے۔ الماریوں میں رکھنے اور گاڑیوں میں لٹکانے اور دفتروں میں آویزاں کرنے کے لیے ہے کہاں موجودہ صورت حال اور کہاں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا معجزہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

﴿ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٥٢﴾

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے کفر ہی محسوس کیا، تو کہا کون ہے جو میرا مددگار ہو اللہ کی راہ میں؟ تو آپ کے حواریوں نے (جو کہ آپ کے خاص ساتھی تھے، انھوں نے) کہا کہ ہم ہیں مددگار اللہ (کے دین) کے، ہم (سچے دل سے) ایمان لائے اللہ پر، اور آپ گواہ رہیے کہ ہم پکے فرمان بردار ہیں۔

سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو پوری طرح معلوم ہو چکا تھا کہ یہود اور ان کے علماء دلائل کے میدان میں مات کھا کر اب ان کی زندگی کے درپے ہو چکے ہیں اور اس کام کے لیے سازشیں تیار کر رہے ہیں تو اب انھیں فکر تھی تو یہ کہ دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام نہیں رکنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیروکاروں سے پوچھا کہ کون ہے جو اس سلسلہ میں میری مدد کرے۔ قوم کے اکثر لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا، البتہ چند لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق دی، وہ ایمان لائے اور پوری تندہی اور جانفشانی سے عیسیٰ (علیہ السلام) کی مدد کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے خاص الخاص جاں نثار اور مددگار یعنی حواری کہلائے۔

حواری کسے کہتے ہیں

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اصحاب کو حواری کہتے ہیں۔ کلبی اور ابوروق ؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ بارہ شخص تھے۔ امام ابوجعفر طبری ؒ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیرؒ نے بیان کیا ہے کہ حور کے معنی سفید ہیں ان کو حواری اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔ ابوارطاۃؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ کپڑے دھو کر سفید اور صاف کرتے تھے اس لیے ان کو حواری کہتے ہیں۔ قتادہؒ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حواری اس کو کہتے ہیں جو نبی کا خلیفہ بننے کی صلاحیت رکھے۔ ضحاکؒ نے کہا حواری انبیاء (علیہم السلام) کے اصفیاء اور مخلصین کو کہتے ہیں۔ حواری کے ان معانی میں تحقیق کے زیادہ قریب وہ قول ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کے سفید کپڑوں کی وجہ سے ان کو حواری کہا جاتا ہے' کیونکہ عرب بہت سفید چیز کو حور کہتے ہیں' اور چونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اصحاب کو حواری کہا جاتا تھا تو پھر کسی شخص کے مخلص مصاحب کو حواری کہا جانے لگا اسی لیے ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوامؓ ہیں۔ [۱]

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فلما احس عیسیٰ منھم الکفر" سے مراد ہے کہ جب انھوں نے کفر کیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا اور یہ اس وقت ہوا تھا جب آپ نے اپنی قوم سے مدد طلب کی تھی تو اس وقت فرمایا لفظ آیت " فامنت طائفۃ من بنی اسرائیل وکفرت طائفۃ" یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی اور ایک جماعت نے کفر کیا۔

ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من انصاری الی اللہ" سے مراد ہے کہ کون میری تابعداری کرتا ہے اللہ کی طرف۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے لفظ آیت "من انصاری الی اللہ" سے مراد ہے کہ کون اللہ کے

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ساتھ ہے (یعنی اللہ کی معیت میں میری مدد کرے)۔

واما قولہ تعالیٰ: قال الحواریون:

الفریابی ؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کے سفید کپڑوں کی وجہ سے ان کو حواری کہا جاتا تھا اور وہ شکار کرنے والے تھے۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے ابو ارطاۃ ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الحواریون" سے مراد ہے کہ دھوبی ہیں جو کپڑوں کو سفید کرتے ہیں یعنی ان کو دھوتے ہیں۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الحواریون" سے مراد "الغسالون" یعنی کپڑے دھونے والے نبطی زبان میں ھواری اور عربی میں محور کہتے ہیں۔

عبد بن حمیدؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الحواریون" سے مراد ہیں دھوبی ان کے پاس سے عیسیٰ (علیہ السلام) گذرے تو وہ ایمان لے آئے اور آپ کی تابعداری کی۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے اور ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ "الحواریون" سے وہ لوگ مراد ہیں جو عیسیٰ (علیہ السلام) کی نیابت کے قابل تھے۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ "الحواریون" سے انبیاء کے منتخب لوگ مراد ہیں۔

عبد الرزاق ؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ "الحواری" سے وزیر مراد ہے۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سفیان بن عینیہؒ سے روایت کیا ہے "الحواری" سے مدد کرنے والا مراد ہے۔

بخاری ؒ، ترمذی ؒ، ابن المنذرؒ نے جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے فرمایا ہر نبی کے لیے کوئی حواری (یعنی مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔

ابن ابی داؤدؒ نے المصاحب میں اسید بن یزیدؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ لفظ آیت "واشھد بانا مسلمون" کی قرات میں مصحف عثمان میں تین لغات ہیں۔

﴿ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ ﴾

اے ہمارے رب! ہم تیری اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ: اے ہمارے رب تو نے جو کتابیں نازل کیں انجیل و توراۃ وغیرہ ہم اس پر ایمان لائے۔

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ: اور جو کچھ تیرے پیغمبر یعنی عیسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہم اس پر چلے۔

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ: پس تو ہم کو ان لوگوں کی فہرست میں لکھ دینا جنہوں نے تیری وحدانیت اور تیرے انبیاء کی صداقت کی شہادت دی ہے۔ عطاءؒ کے نزدیک الشاہدین سے مراد ہیں انبیاء کیونکہ ہر نبی اپنی امت کا شاہد ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الشاہدین یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت۔ کیونکہ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (قیامت کے دن) انبیاء کی رسالت و تبلیغ کی شہادت دے گی۔

الفریابیؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخؒ نے الطبرانی میں ابن مردویہؒ نے ابن

عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فاکتبنا مع الشھدین" سے مراد ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی امت کے ساتھ ہم کو لکھ دیجئے آپ کی امت نے گواہی دی کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور انھوں نے رسولوں کے بارے میں بھی گواہی دی کہ ان سب نے بھی اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے کلبیؒ کے طریق سے ابو صالحؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فاکتبنا مع الشھدین" سے مراد ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کے ساتھ ہم کو بھی لکھ دیجئے۔

ابن مردویہؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب اپنی نماز ختم فرمالیتے تو یہ دعا کرتے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

لفظ آیت:

اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک فان للسائلین علیک حقا ایما عبد او امۃ من اھل البر والبحر تقبلت دعوتھم واستجبت دعاءھم ان تشرکنا فی صالح ما یدعونک بہ وان تعافینا وایاھم وان تقبل منا ومنھم وان تجاوز عنا وعنھم بانا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین۔

ترجمہ: اے اللہ! سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ جو تجھ پر ہے اور بلاشبہ سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے جس بندہ یا بندی کی خشکی والوں میں سے یا تری والوں میں سے تو دعا قبول کرلے تو ہم کو شریک کردے ان نیک دعاؤں میں سے جو وہ تجھ سے کرتے ہیں اور تو معاف کردے ہم سے اور ان سے درگذر فرمادے اس وجہ سے کہ ہم ایمان لے آئے اس چیز پر جو تو نے اتاری اور ہم نے رسول کا اتباع کیا سو ہم کو لکھ دے گواہی دینے والوں میں سے۔

اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی ان کلمات کے ساتھ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شریک فرما دیتے ہیں خشکی اور تری کے رہنے والوں کی دعاؤں میں اور ان سب (مخلوق) کی دعاؤں میں (اس کو) شامل فرما دیتے ہیں اور وہ اپنی جگہ پر ہوتا ہے۔

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۵۴﴾

ان کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ سب سے بڑھ کر تدبیر کرنے والا ہے۔

یہودیوں کا حضرت عیسیٰ کے قتل کا منصوبہ بنانا

مکر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب سے کسی شخص کو مخفی طریقہ سے ضرر پہنچایا جائے یا ضرر رسانی کو ملمع کاری سے نفع رسانی بنایا جائے' اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے۔ فراءؒ نے بیان کیا ہے کہ کافروں کا مکر یہ تھا انھوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے قتل کی سازش کی اور اللہ کا مکر یہ تھا کہ اللہ نے ان کو ڈھیل دی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب بھی وہ کوئی گناہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک نئی نعمت دیتا۔ زجاج نے کہا اللہ کے مکر سے مراد انھیں ان کے مکر کی سزا دینا ہے' جس طرح قرآن مجید میں ہے (آیت) "اللہ یستھزی بھم"۔ یعنی اللہ ان کو ان کے استہزاء کی سزا دیتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے انیس (۱۹) حواریوں کو ایک گھر میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تم میں سے کون شخص میری صورت کو قبول

کرے گا؟ سو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کو جنت مل جائے گی ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی صورت کو قبول کر لیا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) آسمان کی طرف چڑھ گئے اور یہ اس کا معنی ہے کہ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔ (۱)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شبہ کسی اور پر ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ان سے بچنے کے لیے بھاگ کر ایک گھر میں آئے۔ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ ان کے بادشاہ نے ایک خبیث شخص یہودا سے کہا جاؤ گھر میں داخل ہو اور ان کو قتل کر دو۔ وہ روشن دان سے گھر میں داخل ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شبہ ڈال دی۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے اس کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی صورت پر پایا انھوں نے اس کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ پھر انھوں نے کہا کہ اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا۔ پھر ان کے درمیان لڑائی ہوئی اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا' اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے کہ انھوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔ (۲)

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ١٤٠٩ھ)

۲۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ٤ ص ۹۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ١٣٨٧ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعیؒ متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر تہمت لگائی اور اس زمانہ کے کافر بادشاہ کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خلاف بھڑکایا اور کہا یہ شخص لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور ان کو بادشاہ کی اطاعت کرنے سے منع کرتا ہے اور رعایا کو خراب کرتا ہے اور باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالتا ہے، اور کئی بہتان تراشے اور کہا یہ شخص ولد الزنا ہے، حتیٰ کہ انھوں نے بادشاہ کو غضب ناک کر دیا۔ بادشاہ نے ان کی طلب میں اپنے اہلکاروں کو روانہ کیا تاکہ وہ اس کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیں۔

جب انھوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کے گھر میں پکڑ لیا اور یہ گمان کیا وہ کامیاب ہو گئے ہیں تو اللہ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کے درمیان سے نجات دے دی اور اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان آدمیوں میں سے ایک پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شبہ ڈال دی جو اس وقت ان کے گھر میں تھا۔ جب وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو رات کے اندھیرے میں انھوں نے اس شخص کو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ اس کی اہانت کی۔ اس کے سر پر کانٹے ڈالے اور اس کو سولی پر چڑھا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ان کے خلاف خفیہ تدبیر تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کے درمیان سے نجات دی، اور ان کے سامنے سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ [1]

وَمَكَرَ اللّٰهُ: کا یہی معنی ہے (یعنی اللہ نے عیسیٰ کو بچانے اور قتل کے ارادہ سے آنے والے کو قتل کرانے کی خفیہ تدبیر کی) مکر اصل میں کسی کو نقصان پہنچانے کی تدبیر کو کہتے ہیں (ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف اس کی

١۔ (تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص ٤٣، مطبوعہ ادارہ اندلس، بیروت، ١٣٨٥ھ)

نسبت حقیقۃً نہیں کی جاسکتی بلکہ) بر سبیل تقابل اللہ کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے (جیسے اس جگہ مَکَرُوا کے مقابل مَکَرَ اللہ آیا ہے)۔

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ: یعنی اللہ ایسے راستوں سے ضرر پہچانے پر سب سے زیادہ قدرت اور قابو رکھتا ہے جو گمان میں بھی نہیں آسکتے۔

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝٥٥ ﴾

جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ (علیہ السلام) بیشک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں قیامت کے دن تک پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

ربط آیات:

گزشتہ درس میں ان سازشوں کا ذکر تھا، جو یہودیوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو نقصان پہنچانے کے لیے کیں۔ انھوں نے آپ کو قتل کروانے کے لیے بادشاہ وقت کے کان بھرے کہ یہ شخص توراۃ کو بدلنا چاہتا ہے یہ لوگوں کو بے دین بنادے گا لہٰذا اسے سزا ملنی چاہیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے بھی مخفی تدبیریں کیں اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں وہ یہودیوں کی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے بلکہ خود اپنی منشاٰ کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی حفاظت کریں گے۔

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ یہودیوں کی سازش کے تحت۔ فبعث فی طلبہ ان یاخزہ ویصلبہ وینکل بہ۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ انھیں سولی پر لٹکایا جائے۔ اور انھیں عبرتناک سزادی جائے تاکہ آئندہ کوئی اس قسم کی جرات نہ کر سکے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اذ قال اللہ یعیسی۔ وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) سے فرمایا۔ انی متوفیک۔ میں تجھ کو قبض کرنے والا ہوں۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ وفات کا تعلق نہ ہونے کی تحقیق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے فرمایا ہے: اے عیسیٰؑ! میں تم کو وفات دوں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ میں تم پر موت طاری کروں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا لیکن یہ معنی حدیث کے خلاف ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود سے

فرمایا عیسیٰ پر موت نہیں آئی وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ (۱)

اس لیے یہاں "توفی" کے معنی میں غور کرنا ضروری ہے، وفات کے معنی ہیں پورا کرنا، موت کو بھی وفات اس لیے کہتے ہیں کہ موت کے ذریعہ عمر پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

وافی اس چیز کو کہتے ہیں جو تمام اور کمال کو پہنچ جائے قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "واوفوا الکیل اذا کلتم"۔ (بنو اسرائیل: ۳۵) ترجمہ: اور جب تم ناپو تو پورا ناپو۔

(آیت) "ووفیت کل نفس ما عملت"۔ (الزمر: ۷۰) ترجمہ: اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

موت پر وفات کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ موت کے ذریعہ زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے، اور نیند بھی موت کی بہن ہے کیونکہ نیند میں بھی اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں اس لیے نیند پر بھی وفات کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ (۲)

(آیت) "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا"۔ (الزمر: ۴۲) ترجمہ: اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جنہیں موت نہیں آئی انھیں ان کی نیند میں۔

امام رازیؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو زمین پر نہیں چھوڑوں گا تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں بلکہ اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ (۳)

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲)

۲۔ (المفردات ص ۵۲۹۔۵۲۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، ایران، ۱۳۴۲ھ)

۳۔ تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ ھ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس آیت کے متعدد محامل بیان کئے ہیں: ربیعؒ بیان کرتے ہیں کہ اللہ آپ پر نیند کی وفات طاری کرے گا اور آپ کو نیند میں آسمان پر اٹھا لے گا۔ کعب احبارؒ نے بیان کیا کہ اللہ نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ میں آپ کو جسم مع روح کے قبض کرلوں گا اور آپ کو اپنی طرف اٹھالوں گا' اور میں عنقریب آپ کو کانے دجال کے خلاف بھیجونگا آپ اس کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد آپ چوبیس سال تک زندہ رہیں گے۔ پھر میں آپ پر موت طاری کروں گا۔ کعب احبارؒ نے کہا یہ معنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے آپ نے فرمایا وہامت کیسے ہلاک ہوگی۔ جس کے اول میں میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا واو مطلق جمع کے لیے آتی ہے ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہے: اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا اور میں تمہیں کافروں (کی تہمت) سے پاک کروں گا اور اس کے بعد دنیا میں نازل کر کے تم پر وفات طاری کروں گا۔

امام ابوجعفر طبریؒ کہتے ہیں کہ ان اقوال میں میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ میں آپ کو روح مع جسم کے قبض کرلوں گا پھر آپ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے متواتر احادیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) زمین پر نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے پھر ایک مدت تک زمین پر رہیں گے پھر وفات پائیں گے پھر مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کریں گے۔

پھر امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمام انبیاء علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے اور میں عیسیٰ بن مریم

(علیہ السلام) کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اوران کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے' وہ زمین پر نازل ہوں گے جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو پہچان لو گے وہ متوسط الخلق ہیں ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہوگا۔ان کے بال سیدھے ہوں گے گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ وہ بھیگے ہوئے نہیں ہوں گے۔وہ صلیب توڑ ڈالیں گے۔خنزیر کو قتل کریں گے فیاضی سے مال تقسیم کریں گے اسلام کے لیے لوگوں سے جہاد کریں گے حتی کہ ان کے زمانہ میں تمام باطل دین مٹ جائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کردے گا اور تمام روئے زمین پر امن ہوگا اونٹ سانپوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے' بیل چیتوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ۔اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔وہ چالیس سال تک زمین میں رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کردیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عیسیٰ بن مریم ضرور زمین پر نازل ہوں گے وہ برحق فیصلہ کریں گے اور نیک امام ہوں گے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے وہ بڑی فیاضی سے مال تقسیم کریں گے حتی کہ کوئی شخص اس مال کا لینے والا نہیں ہوگا اور وہ مقام روحاء پر حج یا عمرہ کرنے کے لیے جائیں گے۔ [1]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر چند گھنٹوں کے لیے موت آئی تھی اور پھر ان کو زندہ کردیا گیا لیکن یہ روایات صحیح نہیں ہیں۔احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو زندہ

۱۔(جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۴-۲۰۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

آسمان پر اٹھالیا گیا اور وہ زمین پر نازل ہونے کے بعد طبعی وفات پائیں گے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا

اسحاق بن بشیر وابن عساکرؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس کے عجائبات اس کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے زیادہ ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا اور ان کے اٹھائے جانے کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ بہت جابر تھا جس کو داؤد بن نوذا کہا جاتا تھا وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا جس نے ان کی طلب میں آدمی بھیجے تھے تاکہ ان کو قتل کردے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تیرہ سال کی عمر میں انجیل اتاری تھی اور جب وہ اٹھائے گئے تو ان کی عمر چونتیس سال تھی لفظ آیت "انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا" یعنی میں تجھ کو یہودیوں سے چھٹکارا دلاؤں گا کہ وہ تجھ کو قتل نہیں کرسکیں گے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے وجہ آخر سے حسنؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور وہ (اب) ان کے پاس ہیں آسمان میں۔

ابن جریر ابن ابی حاتمؒ نے وھبؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو اللہ تعالیٰ نے دن کے تین گھنٹے وفات دی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ روایات کوئی قابل قبول نہیں ہیں (احقر محمد طاہر) اللہ تعالیٰ نے موت دینے کے بغیر آسمان پر اٹھالیا یہ ٹھیک ہے۔

ابن عساکرؒ نے وھبؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین دن موت دی پھر ان کو زندہ فرما کر اوپر اٹھالیا۔ یہ روایات کوئی قابل قبول نہیں ہیں (احقر محمد طاہر)

حاکمؒ نے وھبؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو سات گھنٹے موت دی پھر ان کو

زندہ فرمادیا (یہ روایات کوئی قابل قبول نہیں ہیں (احقر محمد طاہر)) اور حضرت مریم (علیہا السلام) حاملہ ہوگئیں جبکہ وہ تیرہ سال کی تھیں اور وہ اوپر اٹھائے گئے جبکہ وہ تینتیس سال کے تھے اور ان کی والدہ ان کے اٹھائے جانے کے بعد چھ سال زندہ رہیں۔

اسحاق بن بشیر وابن عساکرؒ نے جوھرؒ کے طریق سے اور ضحاکؒ سے روایت کیا ہے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "انی متوفیک ورافعک" سے مراد ہے کہ میں تجھ کو اٹھالوں گا اور پھر تجھ کو آخری زمانہ میں موت دوں گا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھایا اور ان کو موت دی۔

رمضان کی اکیسویں تاریخ

حاکمؒ نے حریث بن مخشیؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ رمضان کی اکیس تاریخ کی صبح کو قتل کئے گئے پس میں نے سنا کہ حسنؓ بن علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ کو اس رات شہید کیا گیا جس رات قرآن نازل ہوا اور جس رات عیسیٰ (علیہ السلام) قید کیے گئے اور جس رات موسیٰ (علیہ السلام) کی وفات ہوئی۔

ابن سعد واحمدؒ نے الزھد میں اور حاکمؒ نے سعید بن المسیبؒ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) تینتیس سال کی عمر میں (آسمانوں کی طرف) اٹھائے گئے اور اسی عمر میں حضرت معاذؓ فوت ہوئے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۵۶ ﴾

جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی ہے انھیں دنیا و آخرت میں سخت سزا دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

کافروں کے لیے وعید عذاب اور اہل ایمان کے لیے اجر و ثواب

دنیا میں مومن اور کافر سبھی زندہ رہتے ہیں اور کھاتے کماتے ہیں۔ یہ سب دنیاوی امور ہیں آخرت میں تو ایمان مدار نجات یافتہ ہوگا ایمان اور اعمال صالح کی بنیاد پر جنت ملے گی اور اس وقت اعمال کا پورا پورا بدلہ اللہ پاک کی طرف سے دے دیا جائے گا اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے دنیا میں بھی سزا ہے اور آخرت میں بھی، یہ سزا مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ جب مسلمان جہاد کرتے تھے (جواب بھی واجب ہے) اس وقت کافران کے ہاتھوں قتل ہوتے تھے قید ہوتے تھے غلام باندی بنائے جاتے تھے جزیہ دینے پر مجبور ہوتے تھے۔ اور اب بھی ان کے ملکوں میں تباہی آتی رہتی ہے۔ نئی بیماریاں زلزلے وغیرہ مصائب و آلام کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور اگر کہیں دنیاوی حال اچھا ہے تو وہ استدراج ہے اور مسلمانوں کے ملکوں میں جو کبھی اس طرح کی کوئی چیز آجاتی ہے۔ وہ کفارہ سیئات کا ذریعہ بنتی ہے۔ نصاریٰ کا دنیا میں یہودیوں پر فائق اور غالب رہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ آخرت میں نجات کے مستحق ہوں گے۔ کیونکہ وہاں کی نجات کا تعلق اس ایمان سے ہے جو اللہ کے ہاں معتبر ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اس طرح نہیں مانتے جیسا انھوں نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا (اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ) اور سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی ایمان نہیں لاتے (ان کی تشریف آوری کی بشارت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے دی تھی) اس لیے

کافروں میں شمار ہیں اور کفر کی وجہ سے آخرت میں ان کو سخت اور دائمی عذاب ہوگا اور یہودی بھی کفر اختیار کیے ہوئے ہیں وہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر بھی ایمان نہیں لائے اور سیدنا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کو بھی نہیں مانتے لہٰذا وہ بھی آخرت میں عذاب دائمی کے مستحق ہیں۔ آخر میں فرمایا (ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ) کہ اے محمد یہ جو کچھ ہم پڑھ کر سناتے ہیں یہ ان آیات یعنی دلائل واضحہ میں سے ہے جو آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں ان چیزوں کو کوئی شخص نہیں جان سکتا جب تک کہ پرانی کتاب نہ پڑھی ہو یا کسی معلم سے علم حاصل نہ کیا ہو آپ کو یہ دونوں باتیں حاصل نہیں لہٰذا یہ ساری معلومات متعینہ طور پر وحی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوئیں (وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ) اور ذکر حکیم یعنی قرآن محکم بھی ہم آپ کو سناتے ہیں جو باطل سے محفوظ ہے اور حکمتوں سے پر ہے۔

ابن جریرؒ نے محمد بن جعفر بن زبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ومطھرک من الذین کفروا" سے مراد ہے کہ جب بنی اسرائیل نے آپ کے بارے میں جو برا ارادہ کیا تھا اس سے آپ کو پاک رکھا۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ" سے اہل اسلام مراد ہیں جنہوں نے آپ کی تابعداری کی آپ کے دین اور آپ کی ملت اور آپ کے طریقہ کی اور وہ ہمیشہ غالب رہیں گے ان لوگوں پر جنہوں نے آپ کی مخالفت کی قیامت کے دن تک۔

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے اس آیت کے بارے میں کہ (اللہ تعالیٰ) مدد کرنے والے ہیں اس شخص کی جو تیری تابعداری کرے گا اسلام پر ان لوگوں کے مقابلے میں جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

ابن ابی حاتم اور ابن عساکرؒ نے نعمان بن بشیرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیشہ ایک جماعت میری امت میں سے غالب رہے گی وہ پروا نہیں کریں گے اس شخص کی جوان کی مخالفت کرے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم کا آ جائے گا (یعنی قیامت کا دن آ جائے گا) نعمانؓ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وہ بات کہی ہے جو آپ نے نہیں فرمائی تو اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ" (یعنی ہم کر دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے آپ کی تابعداری کی اوپر ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا دن قیامت تک)۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وجاعل الذین اتبعوک" سے مراد مسلمان ہیں اور ہم بھی ان میں سے ہیں اور ہم ان لوگوں پر غالب رہیں گے جو کافر ہیں قیامت کے دن تک۔

ابن عساکرؒ نے معاویہ بن ابی سفیانؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قتال کرتی رہے گی اور لوگوں پر غالب رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) آئے گی تو وہ اسی (حق) پر ہوں گے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "یعیسی انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین الی یوم القیمۃ"۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ نصاری یہودیوں پر غالب رہیں گے قیامت کے دن تک کسی شہر میں کوئی ایک نصرانی بھی ہوگا تو وہ غالب ہوگا یہودیوں پر مشرق اور مغرب میں اور وہ (یعنی یہودی) ہر جگہ مغلوب رہیں گے۔

ابن المنذرؒ نے حسنؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے ہاں اٹھا لیے گئے پھر قیامت کے دن سے پہلے نازل ہوں گے سو جس شخص نے عیسیٰ اور محمد (علیہما السلام) کی تصدیق کی اور وہ ان دونوں کے دین پر ہوگا تو وہ ہمیشہ غالب رہیں گے ان لوگوں پر جو ان سے جدا ہوں گے قیامت کے دن۔

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٧﴾ ﴾

اور رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے ان کو وہ ان کے اجر پورے کے پورے عطا فرمائے گا، اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

آیت ربط:

گزشتہ آیات میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ منکر یہودیوں کی سازشوں کو خاک میں ملا دے گا۔ اپنی اعلیٰ اور احسن بدبیروں سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی ایذا رسانی سے بچا لے گا۔ کفار کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ انھیں دنیا اور آخرت میں سخت سزا دے گا۔ اس آیت میں اہل ایمان اور نیکوکار لوگوں کے اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

ابن جریرؒ نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واما الذین امنوا وعملوا الصلحت" سے مراد ہے کہ جو ایمان لائے اور میرے فرائض کو (جنہوں نے) ادا کیا لفظ آیت "فیوفیھم اجورھم" یعنی اللہ ان کے نیک اعمال کا پورا بدلہ دے گا اور اس میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے۔

فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ: تو اللہ ان کی نیکیوں کا عوض ان کو پورا پورا دے گا۔

وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ: اور اللہ ظالموں کو یعنی کافروں کو پسند نہیں کرتا یعنی ان پر رحم نہیں کرے گا اور جب رحم نہیں کرے گا تو ان کے کفر کے موافق عذاب دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور نیک لوگوں کا اجر وثواب بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام بھی کئے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اور ان کو دنیا میں فتح ونصرت اور عزت وحرمت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوں گی۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہر لحہ کوشش کرتے رہنا چاہیے اور اسلام نے ہم پر جو فرائض عائد کئے ہیں، ہر وقت ان کی ادائیگی میں لگے رہنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور انعامات حاصل ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو پسند نہیں کرتا یعنی ان پر رحم نہیں کرے گا اور ان کو ان کے کفر کے مطابق عذاب دے گا۔

﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ۵۸ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۵۹ ﴾

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ وہ آیتیں اور حکمت بھرا ذکر ہے۔ جو ہم تمہیں پڑھ کر سنا

رہے ہیں۔(۵۸) بیشک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے، اسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا ہوجا تو وہ ہو گیا (۵۹)۔

شان نزول: (آیت) ”ذالک نتلوہ علیک“۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت حسنؓ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے دو (عیسائی) راہب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک ان میں سے بولا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے والد کون ہیں؟ اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جواب دینے میں جلدی نہیں فرماتے تھے تاوقتیکہ وحی الہی نہ آجاتی، چنانچہ اللہ نے (آیت) ”ذلک نتلوہ“۔ ممترین“۔ تک یہ آیات آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائیں اور عوفی کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے اس طرح روایت نقل کی گئی ہے کہ نجران سے ایک جماعت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس میں ان کے سردار اور پیرو بھی تھے اور بولے کہ آپ ہمارے صاحب کا کیا تذکرہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کون ہیں، وہ بولے عیسیٰ (علیہ السلام) آپ کا خیال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جی ہاں وہ بولے کیا عیسیٰ (علیہ السلام) کو تم نے کوئی دیکھا ہے یا ان کے متعلق تمہیں کوئی اطلاع دی گئی ہے پھر اس کے بعد وہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے چلے گئے، اس کے بعد جبرائیل امین آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے کہہ دو کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام)

کی منفرد معجزاتی حالت کوئی نئی نہیں بلکہ ان کا معاملہ اس سے پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) سے ملتا جلتا ہے کہ وہ ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔

اور بیہقیؒ نے دلائل میں بواسطہ سلمہؒ، عبد یشوعؒ اور ان کے والد سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہونے سے قبل آپ نے اہل نجران کے پاس یہ لکھ کر روانہ کیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) اسحاق، (علیہ السلام) یعقوب (علیہ السلام) کے اللہ کے نام سے یہ شروع کرتا ہوں اور نبی کریم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے ہے الخ، اور آپ نے ان کی طرف شرجیل بن دواعہ ہمدانی اور عبداللہ بن شرجیل جبار حرثی کو بھی روانہ کیا چنانچہ ان حضرات نے ان سے جا کر بولے کہ آپ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا ابھی تک میرے اوپر کوئی سورت وحی نازل نہیں ہوئی، اور میں بلا ہدایت ربانی کچھ کہتا نہیں، جس کی یہ لوگ اقتدا کریں لہٰذا یہ لوگ قیام کریں تاکہ میں ان کو وحی الہی سے آگاہ کردو، چنانچہ اگلے دن صبح ہوگئی تب اللہ تعالیٰ نے (آیت) "ان مثل عیسیٰ"۔ سے کذبین"۔ تک یہ آیات نازل فرمائیں۔

اور ابن سعدؒ نے طبقات میں ارزق بن قیسؒ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس نجران کا ایک راہب اور اس کے پیرو آئے، آپ نے ان پر اسلام کو پیش کیا وہ بولے ہم تو آپ سے پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بولتے ہو تمہیں اسلام قبول کرنے سے تین چیزوں نے روک رکھا ہے، تمہارا یہ کہنا کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ نے لڑکا بنالیا ہے، تمہارا سور کا گوشت کھانا تیسرے بتوں کو سجدہ کرنا، وہ لاجواب ہوگئے اور آپ کو زچ کرنے کے لیے وہ بولے کہ پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے والد کون ہیں، آپ نے فی الحال بغیر وحی الہی کے ان کو کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا

تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اس کے بعد آپ نے ان کے لیے بلایا تو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس طرح ان پر جزیہ لاگو کر دیا اور وہ واپس ہو گئے۔ ١

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ "والذکر الحکیم" سے قرآن مراد ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا عنقریب فتنہ ہوگا میں نے عرض کیا اس سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب اور وہ ذکر حکیم ہے اور صراط مستقیم ہے۔

عیسیٰ (علیہ السلام) آدم (علیہ السلام) کے مشابہ ہیں

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اہل نجران میں سے ایک جماعت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی ان میں السید اور العاقب بھی تھے انھوں نے آپ کو آکر عرض کیا آپ کو کیا ہوا کے آپ ہمارے صاحب کے بارے میں ایسا ایسا کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا تمہارا صاحب کون ہے؟ انھوں نے کہا عیسیٰ (علیہ السلام) تمہارا خیال ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے آپ نے فرمایا ہاں! وہ اللہ کا بندہ ہے انھوں نے کہا کیا آپ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کے مثل کوئی دیکھا ہے یا آپ کو اس کے متعلق کوئی خبر دی گئی ہے پھر وہ آپ سے چلے گئے تو آپ کے پاس جبرائیل (علیہ السلام) تشریف لائے اور فرمایا اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو فرما دیجئے لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم" (یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی طرح ہے)۔

١۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ اہل نجران کے سرداراور ان کے علماء السید اور العاقب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملے ان دونوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ہر آدمی کا باپ ہوتا ہے اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ ان کا کوئی باپ نہیں؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم"۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ پاک نے نبوت عطا فرمائی تو اہل نجران نے سنا اور ان کے علماء میں سے ان کے چار آدمی آئے ان میں السید العاقب ماسرجس اور ماہجر تھے انھوں نے سوال کیا کہ آپ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کا بندہ ہے اس کی روح ہے اور اس میں کلمہ انھوں نے کہا وہ ایسا نہیں ہے لیکن وہ اللہ ہے جو اپنے ملک سے نازل ہو کر مریم کے پیٹ میں داخل ہوا پھر اس میں سے نکل آیا اس نے ہمیں اپنی قدرت اور اپنا معاملہ دکھایا کیا آپ نے کسی انسان کو دیکھا کبھی بھی جو بغیر باپ کے پیدا ہوا یہ (اس پر) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم"۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت نجران میں سے العاقب اور السید کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات پہنچی کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا ان میں السید اور العاقب بھی تھے اور وہ دونوں ان دنوں اہل نجران کے سردار تھے انھوں نے (آ کر) کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کیوں

ہمارے صاحب کو برا بھلا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا تمہارا صاحب کون ہے؟ انھوں نے کہا عیسیٰ بن مریم !(اور) تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ بندہ ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہاں بلاشبہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں (یہ سن کر) وہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے اگر تو سچا ہے تو ہم کو ایسا بندہ دکھا جو مردوں کو زندہ کرتا ہو مادر زاد اندھے کو بینا کرتا ہو اور مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑا دیتا ہو لیکن وہ اللہ ہے (جو ایسے کام کرتا ہے) آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ جبرائیل (علیہ السلام) تشریف لائے اور فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لفظ آیت "لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم" (سورہ المائدۃ ۱۷) (یعنی کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہی مسیح بن مریم) پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے جبرائیل! ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ہے میں ان کو مثل عیسیٰ کے بارے میں بتاؤں (کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرح پیدائش میں کون اس طرح کا ہوسکتا ہے) تو جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون" جب صبح ہوئی تو وہ لوگ لوٹے آپ نے ان پر یہ آیتیں پڑھیں۔

ازرق بن قیسؒ سے روایت کیا ہے کہ نجران سے اسقف اور عاقب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے آپ نے ان کو اسلام پیش کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم تو آپ سے پہلے ہی مسلمان ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا تم میں تین باتیں ہیں تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے اور تمہارا صلیب کو سجدہ کرنا ہے اور تمہارا خنزیر کے گوشت کو کھانا انھوں نے کہا (اچھا بتاؤ) عیسیٰ (علیہ السلام) کا باپ کون ہے؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائیں

لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل ادم" سے لے کر" بالمفسدین" تک جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو مباہلہ کی طرف بلایا انھوں نے کہا اگر وہ نبی ہیں تو ہم کو نہیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے پر لعنت کریں (اس لیے) انکار کر دیا پھر انھوں نے کہا اس کے علاوہ آپ ہم پر کیا پیش کرتے ہیں آپ نے فرمایا اسلام یا جزیہ یا جنگ تو انھوں نے جزیہ دینے کا اقرار کر لیا۔

﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۝٦٠ ﴾

یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الحق من ربک فلا تکن من الممترین" سے مراد ہے یعنی آپ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں شک نہ کیجئے بلاشبہ وہ مثل آدم کے اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں۔

اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ: یہی حق ہے جو تمہارے رب کی طرف سے یا تمہارے رب کے پاس سے یہ حق آچکا۔

فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ: پس اے انکار کرنے والے مخاطب تو عیسیٰ کے معاملہ میں شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جیسا کہ یہودی شک میں پڑ گئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے عیسیٰ کی والدہ پر زناء کی تہمت لگائی اور عیسائی شک میں پڑ گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔

﴿ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ

تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

پھر جو شخص تم سے اس بارے میں حجت کرے بعد اس کے کہ تمہارے پاس صحیح علم آچکا ہے تو آپ کہہ دیجیے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی۔ پھر ہم مل کر دعا کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔

شان نزول

ابن المنذرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے نجران کا ایک وفد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور انھوں نے کہا آپ ہم کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں بتایئے آپ نے فرمایا وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کو مریم (علیہا السلام) کی طرف القاء کیا انھوں نے کہا عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے تو اس سے بڑھ کر مقام ہونا چاہیے تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم" پھر کہنے لگے عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے یہ بات لائق نہیں کہ وہ آدم کی مثل ہوں (پھر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی لفظ آیت "فمن حاجک فیہ من بعد ما

جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم"۔

ابن جریرؒ نے عبداللہ بن الحرث بن جزاء الزبیدیؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کاش کہ میرے اور اہل نجران کے درمیان کوئی پردہ ہوتا نہ میں ان کو دیکھتا اور نہ وہ مجھ کو دیکھتے اس وجہ سے جو انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سخت جھگڑے کیے۔

عیسائیوں کو دعوت ایمان

بیہقیؒ نے دلائل میں سلمہ بن عبد یشوعؒ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے "سورہ طس" نازل ہونے سے پہلے اہل نجران کی طرف خط لکھا: "بسم اللہ الہ ابراہیم واسحق ویعقوب من محمد رسول اللہ الی اسقف نجران اوھل نجران ان اسلتمتم فانی احمد الیکم اللہ الہ ابراہیم واسحق ویعقوب اما بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد وادعوکم الی ولایۃ العباد فان ابیتکم فالجزیۃ وان ابیتم فقد اذنتکم بالحرب والسلام: ترجمہ: ساتھ نام اس اللہ کے جو معبود ہے ابراہیم کا اسحاق کا اور یعقوب کا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے اسقف نجران اور اہل نجران کی طرف اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو بہتر ہے بلاشبہ میں تمہاری طرف اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو معبود ہے ابراہیم اسحاق اور یعقوبؑ کا اما بعد میں تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں بندوں کی عبادت سے اور میں تم کو اللہ کی بادشاہت کی طرف بلاتا ہوں بندوں کی حکمرانی سے اگر تم انکار کرو (میری دعوت کا) تو جزیہ ادا کرو اور تم اس کا بھی انکار کرو تو پھر میں تمہارے ساتھ اعلاد جنگ کرتا ہوں۔" والسلام "۔ جب اسقف نے اس خط کو پڑھا تو وہ اس کی وجہ سے مشکل میں پڑ گیا اور سخت خوف زدہ ہو گیا اس

نے اہل نجران میں سے ایک آدمی کو بلایا جس کو شرجیل بن وراعہ کہا جاتا تھا اس نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خط اس کو دیا اس نے اس کو پڑھا اور اسقف نے اس کو کہا تیری کیا رائے ہے؟ شرجیل نے کہا تو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) سے وعدہ فرمایا تھا اسماعیل کی اولاد میں سے نبوت عطا فرمائے گا سو لوگ ایمان لائیں گے اگر یہ وہی آدمی ہے نبوت کے بارے میں میری کوئی رائے نہیں اگر دنیا کے کام میں رائے ہوتی تو میں اس بارے میں تجھ کو مشورہ دیتا اور تیرے لیے کوشش کرتا اسقف نے اہل نجران کی طرف باری باری پیغام بھیجا تو ہر ایک نے شرجیل کی طرح جواب دیا آخر سب کی رائے یہ ہوئی کہ شرجیل بن وراعہ عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن فیض کو بھیجو تاکہ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خبر لے آئیں یہ وفد روانہ ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ گیا آپ نے ان سے سوال کیا اور انھوں نے آپ سے کہا آپ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا آج ان کے بارے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں تم (میرے پاس) ٹھہرے رہو یہاں تک کہ میں تم کو کل صبح تک بتادوں گا جو کچھ مجھے ان کے بارے میں بتایا جائے گا تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت ”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب“ سے لے کر ”فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین“ تک تو انھوں نے اس (آیت) کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کل (پھر) صبح فرمائی ان کو یہ خبر دینے کے بعد آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے حسن اور حسین ؓ آپ کی چادر مبارک میں تھے اور فاطمہ ؓ آپ کے پیچھے چل رہی تھیں اس طرح آنے کا مقصد ملاعنۃ کرنے کا تھا اس دن (آپ کے نکاح میں) کئی عورتیں تھیں شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تو ایک لازمی امر دیکھتا

ہوں اگر یہ آدمی نبی بھیجا ہوا ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اور ہم نے اس کے ملاعنۃ کیا تو زمین پر ہم میں سے کوئی بال اور ناخن باقی نہیں رہے گا مگر وہ ہلاک ہو جائے گا دونوں نے اس سے پوچھا اب تیری اس بارے میں کیا رائے ہے اس نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہم اس کا حکم مان لیں) تو شرجیل نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کی اور عرض کیا میں نے آپ سے معاملہ کرنے سے بہتر رائے پائی ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ مجھے مہلت دے دیں ایک دن اور ایک رات کی (اس کے بعد) جو بھی آپ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واپس لوٹ آئے ان سے مباہلہ نہیں فرمایا اور ان سے جزیہ (ٹیکس پر) صلح کر لی۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی ابونعیم ؒ نے دلائل میں حذیفہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ عاقب اور السید دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے لعان کرنے کا ارادہ فرمایا ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ان سے مباہلہ نہ کرو اللہ کی قسم اگر یہ (سچے) نبی ہیں (اور ہم نے اس نے لعان کر لیا تو نہ ہم کامیاب ہوں گے) فلاح نہیں پائے گے اور نہ ہمارے پیچھے آنے والے تو انھوں نے آپ سے کہا کہ ہم کو وہ چیزیں دیں گے جو آپ نے فرمایا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے ابوعبیدہ کھڑے ہو جاؤ جب وہ کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا یہ اس امت کے امین ہیں۔

العاقب اور السید کی دعوت اسلام

حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا ابن مردویہ ابونعیم ؒ نے دلائل میں حضرت جابر ؓ سے روایت کیا ہے کہ العاقب اور السید نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے آپ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو انھوں نے

کہا ہم اسلام (پہلے ہی سے) لے آئے ہیں آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاتا ہوں ان چیزوں کے بارے میں جس نے منع کیا ہے تم دونوں کو اسلام سے انھوں نے کہا بتایئے آپ نے فرمایا (تمہارا) صلیب سے محبت کرنا شراب پینا اور خنزیر کا گوشت کھانا (پھر) حضرت جابرؓ نے فرمایا آپ نے ان دونوں کو مباہلہ کی طرف بلایا تو انھوں نے کل کا وعدہ کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جب صبح کو (اس حال میں) تشریف لائے کہ حضرت علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ، حسینؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا ان لوگوں کو کہلوا بھیجا تو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا ان کو آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر وہ ایسا کر لیتے تو ان پر وادی آگ سے بھر جاتی جابرؓ نے فرمایا ان کے بارے میں یہ آیت "فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم" نازل ہوئی حضرت جابرؓ نے فرمایا لفظ آیت "وانفسنا وانفسکم" سے مراد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وحضرت علیؓ ہیں اور "ابناء کم" سے مراد حسن اور حسینؓ ہیں اور "ونساء نا ونساء کم" سے مراد فاطمہؓ ہیں۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نجران کا ایک وفد نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور انھوں نے کہا آپ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کی روح ہے اس کا کلمہ ہے اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے انھوں نے آپ سے عرض کیا کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ کریں کہ وہ اس طرح نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا یہ بات تم کو پسند ہے؟ انھوں نے کہا! آپ نے فرمایا جب تم چاہو تو ٹھیک ہے آپ تشریف لائے اس حال میں کہ آپ نے اپنی اولاد حسن اور حسینؓ کو جمع فرمایا ان کے رئیس نے کہا اس آدمی کے ساتھ لعان نہ کرو اللہ کی قسم! اگر ہم نے ان کے ساتھ لعان کیا تو البتہ ایک فریق ان دونوں میں دھنس

جائے گا تو وہ آئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم ہمارے بیوقوفوں نے آپ کے ساتھ مباہلہ کا ارادہ کیا ہے اور ہم اس بات کو پسند کرتے کہ ہم کو معاف فرمادیں آپ نے فرمایا میں نے تم کو معاف کردیا پھر فرمایا کہ بلاشبہ عذاب نجران والوں پر آچکا تھا۔

ابونعیمؒ نے دلائل میں کلبی کے طریق سے ابوصالحؒ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے نصاری کا ایک وفد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور یہ ان کے سردار تھے اور وہ چودہ آدمی تھے ان میں السید تھا اور وہ (ان میں) سب سے بڑا تھا اور (دوسرا) العاقب تھا جو اس کے بعد تھا اور ان کے رائے دینے والوں میں سے تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان دونوں سے فرمایا مسلمان ہوجاؤ انھوں نے کہا ہم (پہلے ہی سے) مسلمان ہیں آپ نے فرمایا تم مسلمان نہیں ہو انھوں نے کہا بلکہ ہم تو آپ سے پہلے ہی اسلام لاچکے ہیں آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا منع کیا تم کو اسلام لانے سے تین چیزوں نے جو تمہارے اندر ہیں تمہارا صلیب کی عبادت کرنا اور تمہارا خنزیر کو کھانا اور تمہارا یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کے لیے بیٹا ہے۔ (یہ باتیں اسلام میں منع ہیں جن کو تم کرتے ہو) اور یہ آیات نازل ہوئیں لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون" جب ان پر یہ آیتیں پڑھیں تو انھوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہتے ہیں پھر نازل ہوا لفظ آیت "فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم" فرمایا جو جھگڑا کریں آپ سے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں بعد اس کے آپ کے پاس قرآن میں سے علم آچکا (تو ان سے کہو) "فقل تعالوا" سے لے کر "ثم نبتھل" تک یعنی ہم دعا کریں گے کہ بلاشبہ وہ دین جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے کر آئے وہ حق ہے اور وہ دین جو وہ کہتے ہیں باطل ہے پھر آپ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ

اگر تم اس کو قبول نہ کرو تو میں تم سے مباہلہ کروں تو ان لوگوں نے کہا اے ابوالقاسم ! بلکہ ہم لوٹ جاتے ہیں اور اپنے معاملہ میں غور کریں گے پھر آپ کے پاس آئیں گے اس کے بعد ان میں سے بعض نے بعض سے مشورہ کیا اور انھوں نے اس معاملہ میں آپس میں تصدیق کی سید نے عاقب سے کہا اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ یہ آدمی نبی مرسل ہے اگر تم اس سے لعان کرو گے تو تم جڑ سے اکھیڑ دیئے جاؤ گے اور جو قوم کسی نبی سے مباہلہ کرتی ہے تو نہ ان کے بڑے باقی رہتے اور نہ ان کے چھوٹے اگر تم نے اس کی تابعداری نہ کی اور تم نے انکار کیا تو تمہارا دین لپیٹ دیا جائے گا (یعنی ختم کر دیا جائے گا) ان سے وعدہ کرلو اور اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور صبح کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے ساتھ حضرت علیؓ، حسن وحسینؓ اور فاطمہؓ تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر میں دعا کروں تو تم آمین کہنا تو انھوں نے آپ سے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور آپ سے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

ابونعیمؒ نے دلائل میں عطا کے طریق سے اور ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آٹھ عرب کے علماء اہل نجران میں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے ان میں العاقب اور السید بھی تھے اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت "فقل تعالوا ندع ابناء نا" سے لے کر "ثم نبتھل" تک اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹے لعنت کرنے کے لیے بلانے کا ارادہ فرمایا تو انھوں نے کہا ہم کو تین دن کی مہلت دیجئے تو یہ لوگ بنی قریظہ بنونضیر اور بنی قینقاع کے پاس گئے اور ان سے مشورہ کیا تو انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ ان سے صلح کرلیں اور لعان نہ کریں کیونکہ وہ وہی نبی ہیں جن کو ہم توراۃ میں لکھا ہوا پاتے ہیں تو ان لوگوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے صلح کر لی صفر کے مہینہ میں ایک ہزار

جوڑے کپڑوں کے اور رجب میں بھی ایک ہزار جوڑے اور درہم پر۔

عبد بن حمیدؒ ابن جریرؒ اور ابونعیم ؒ نے دلائل میں قتادہؒ سے روایت کیا لفظ آیت "فمن حاجک فیہ" یعنی جنہوں نے جھگڑا کیا عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں لفظ آیت "فقل تعالوا ندع ابناء نا" یعنی آجاؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو تو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجران کے وفد کو بلایا اور وہ لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے تو وہ لوگ (مباہلہ کرنے سے) رک گئے اور انکار کر دیا ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اہل نجران پر عذاب نازل ہوا چاہتا تھا اگر وہ ایسا کر لیتے تو زمین سے ان کی جڑ کاٹ دی جاتی (یعنی ان سب کو ہلاک کر دیا جاتا)۔

ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریرؒ اور ابونعیم ؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ اہل نجران نصاری میں سے سب سے بڑی قوم تھی عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں بات کرنے کے لحاظ سے اور وہ اس بارے میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جھگڑا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار دیں جو سورہ آل عمران میں ہیں لفظ آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم" سے لے کر "فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین" تو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم فرمایا انھوں نے کل کا وعدہ کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کل کو تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے ساتھ علیؓ، حسنؓ، حسین اور فاطمہؓ تھے تو انھوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ پر صلح کر لی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میرے پاس اہل نجران کی ہلاکت کی خبر دینے والا (یعنی جبرائیل (علیہ السلام) آچکا تھا حتی کہ پرندے بھی درختوں پر مر جاتے۔

عبد الرزاق، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابونعیم ؒ نے

دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اگر اہل نجران رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مباہلہ کر لیتے تو اس حال میں لوٹتے کہ اپنے اہل وعیال کو اور مال کو نہ پاتے (یعنی سب ہلاک ہوجاتے)۔

مسلم، ترمذی، ابن المنذر، حاکم اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں سعید بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم" نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت فاطمہ اور حسنؓ، حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔

ابن جریرؒ نے عبد بن احمد یشکریؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم" نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے حسن اور حسینؓ کو بلایا اور یہودیوں کو بلایا تاکہ ان سے مباہلہ کریں یہودیوں میں سے ایک نوجوان نے کہا تمہاری ہلاکت ہو کیا کل کو تمہارا وہ زمانہ نہیں گذرا کہ تمہارے بھائی بندر اور سور بنا دیئے گئے؟ مباہلہ نہ کرو تو وہ باز آ گئے۔

ابن عساکرؒ نے جعفر بن محمدؒ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اس آیت "فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم" کے بارے میں کہ آپ اپنے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے حضرت عمران کے بیٹے اور حضرت عثمانؓ اور ان کے بیٹے اور حضرت علیؓ اور ان کے بیٹے کو۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ثم نبتھل" سے مراد ہے پھر ہم پوری کوشش کریں۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ اخلاص ہے یعنی اشارہ کرر ہے تھے شہادت کی انگلی کے ساتھ اور فرمایا یہ دعا ہے یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا اور فرمایا یہ ابتھال ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھائے لمبا کر کے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان ھذا لھو القصص الحق" سے مراد ہے کہ یہ جو ہم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کہا ہے وہ حق ہے۔

عبد بن حمید ؒ نے قیس بن سعد ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ اور ایک دوسرے شخص کے درمیان کچھ جھگڑا تھا تو انھوں نے یہ آیت پڑھی: "تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل" تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور رکن یمانی کا استقبال کرتے ہوئے یہ پڑھا "فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین" (پھر اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر لعنت کرے)۔

﴿ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ ﴾

یقیناً یہ سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور وفد نجران کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، وہی سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے اور نہ اس کے شریک ہیں اور وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور جو ایمان نہ لائے اس پر اللہ تعالیٰ غلبہ

والے ہیں حکمت والے ہیں کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کی جائے اور حکیم کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ان پر لعنت پختہ ہوگئی، اس لیے انھوں نے اس ہدایت سے انحراف کیا اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مباہلہ کے لیے نہیں آئے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہیں اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں اور آپ کے اوصاف اور تعریف خود ان کی کتابوں میں موجود ہیں، پھر اگر یہ آپ کے مباہلہ کے لیے بلانے کے باوجود بھی آپ کے ساتھ نہ نکلیں اور حق کو قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ بنی نجران کے ان مفسد عیسائیوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

﴿ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿٦٣﴾ ﴾

پھر اگر وہ پھر جائیں تو بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔

یعنی آدم (علیہ السلام) کا بن ماں باپ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا بن باپ پیدا ہونا سچا بیان ہے اور اللہ معبود و مسجود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر نصاری اس سچ اور حقیقت سے منہ پھیریں تو اللہ ایسے فسادیوں سے بڑا باخبر ہے۔ وہ انھیں ضرور پکڑے گا۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا : پس اگر اب بھی انھوں نے دلائل حق سے روگردانی اور توحید سے اعراض کیا تو اللہ ان کو عذاب دے گا (کیونکہ یہ مفسد ہیں)۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ: اور اللہ مفسدوں کو خوب جانتا ہے اِنۡ کی جزا محذوف ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَ اللّٰہُ یُعَذِّبُھُمۡ : عذاب کا باعث تھا مفسد ہونا پس علت کو معلول کے بجائے ذکر کر دیا (تاکہ حکم عذاب کی علت معلوم ہو جائے اور حکم کا ثبوت دلیل سے ہو جائے) کیونکہ کفر و معاصی کو دنیا میں

پھیلا کر اور لوگوں کو ایمان سے روک کر ملک میں بگاڑ پیدا کرنا اور خود ولی نعمت کی ناشکری اور نافرمانی اور اس کے رسول کی مخالفت کر کے عالم کو تباہ کرنا عذاب پانے کا سبب ہے اور اللہ کو ان کا مفسد ہونا معلوم ہے (پس لامحالہ اللہ ان کو عذاب دے گا) اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حق سے روگردانی فساد انگیز حرکت ہے (اس سے امن تباہ ہو جاتا ہے)' واللہ اعلم۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کا وفد مدینہ میں آیا تو اس کی ملاقات یہودیوں سے ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ کے متعلق دونوں فریق کا مناظرہ ہو گیا۔ عیسائیوں نے کہا کہ ابراہیم نصرانی تھے اور ہم ان کے دین پر ہیں لہٰذا ہمارا ان سے خصوصی تعلق ہے اور یہودیوں نے کہا ابراہیم (علیہ السلام) یہودی تھے ہم ان کے مذہب پر ہیں ان کا ہم سے قریب ترین تعلق ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: دونوں گروہوں کا ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے دین سے کوئی تعلق نہیں ابراہیمؑ ہر طرف سے کٹ کر اللہ ہی کے ہو گئے تھے اور اللہ کے فرمان بردار تھے میں ان کے دین پر ہوں لہٰذا تم سب ابراہیم (علیہ السلام) کے دین یعنی اسلام کا اتباع کرو۔ یہودی بولے آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰؑ کو رب بنا لیا اسی طرح ہم بھی آپ کو رب بنا لیں۔ عیسائی کہنے لگے آپ کی یہ تو مرضی ہے کہ یہودیوں نے جو بات عزیرؑ کے بارے میں کہی ہے وہی ہم آپ کے متعلق کہنے لگیں اس پر اللہ نے آیت ذیل نازل کی۔

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا

مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾

تم کہہ دو کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ فرما دیں کہ گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

آیات سابقہ سے مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان فرمایا تھا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجران کے عیسائیوں کے سامنے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی الوہیت کے بطلان اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے احقاق اور اثبات پر دلائل پیش کیے اور جب عیسائیوں نے ان دلائل کو تسلیم نہیں کیا تو پھر آپ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی وہ مباہلہ کرنے سے خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ دینا قبول کرلیا' اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس پر حریص تھے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اسلام قبول کرلیں' تب اللہ تعالیٰ نے مناظرہ اور مباہلہ کے بجائے ایک اور طریقہ سے ان کے سامنے دعوت اسلام کو پیش کرنے کا حکم دیا اور یہ ایسا طریقہ ہے جو ہر عقل سلیم رکھنے والے شخص کے نزدیک قابل قبول ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ان سے یہ کہیں کہ اے اہل کتاب! آؤ ہم اور تم ایسی چیز کو مان لیں جو ہم دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ

ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے' سیاق وسباق کے مطابق یہاں اہل کتاب سے مراد نجران کے عیسائی ہیں' تاہم یہاں دو اور قول ہیں ایک یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی جب انھوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ سدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجران کے عیسائیوں کو دعوت دی اور فرمایا آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ [۱]

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں کسی ایک کو معین نہیں کیا گیا اسی طرح امام واحدی رحمہ اللہ متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ ہم میں سے کوئی اللہ کی چھوڑ کر دوسرے کو رب نہ بنائے' اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے نصاری نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو رب بنایا اور بنو اسرائیل نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رب بنایا۔ [۲]

عقیدہ تثلیث اور اس کا ابطال:

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو اس آیت میں تین چیزوں کی دعوت دی ہے کہ

۱۔(جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۳' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

۲۔(الوسیط ج ۱ ص ۴۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور عیسائی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی عبادت کرتے تھے۔
(۲) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور عیسائی اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھیراتے تھے' وہ کہتے تھے کہ یہاں تین اقانیم ہیں (تین اصلیں یا تین چیزیں) باپ' بیٹا اور روح القدس' اور یہ تینوں ذوات قدیمہ ہیں اور اقنوم کلمہ ناسوت مسیح میں داخل ہو گیا اور اقنوم روح القدس ناسوت مریم میں داخل ہو گیا' اس طرح انھوں نے ان دونوں اقانیم کو ذوات قدیمہ مان کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیرا لیا۔
"(۳) اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ مانیں سو انھوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو رب مان لیا یعنی ان کے ساتھ رب کا معاملہ کیا' کیونکہ وہ چیزوں کو حلال اور حرام قرار دینے میں ان کی اطاعت کرتے تھے' نیز وہ اپنے راہبوں کو سجدہ کرتے تھے' اور وہ یہ کہتے تھے کہ جو راہب زیادہ مجاہدہ کرتا ہے اس میں لاہوت کا اثر حلول کر جاتا ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرنے اور مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں کے یہ تینوں عقائد باطل ہیں' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا خدا ہونا اس لیے باطل ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ظہور سے پہلے ان کی خدائی کا نام ونشان تک نہ تھا اور صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی معبود تھا اس لیے واجب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ظہور کے بعد بھی وہی معبود اور وہی خدا ہو' اسی طرح ان کا دو اقانیم کو الوہیت میں شریک کرنا بھی باطل ہے کیونکہ ایک چیز کا دوسری چیز میں حلول کرنا تغیر کو مستلزم ہے اور تغیر حدوث کو مستلزم ہے اور جو حادث ہو وہ قدیم نہیں ہو سکتا' اس لیے ان کا کلمہ اور روح القدس کی اقانیم کو قدیم کہنا باطل ہے' اور جب ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور ہر نعمت کا عطا کرنے والا' اللہ تعالیٰ ہے تو احکام شرعیہ کے حلال اور حرام کرنے کا بھی اسی کو اختیار ہے اور اس میں اسی کی اطاعت ہو گی اور عیسائیوں کا اشیاء کی حلت اور حرمت میں اپنے علماء اور پیروں کی اطاعت کرنا اور ان کے ساتھ رب کا

معاملہ کرنا باطل ہے۔

اہل کتاب کو دعوت اسلام کا طریقہ

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امراء اہل کتاب کو جو اسلام کی دعوت دی یہ آیت اس دعوت کی اصل عظیم ہے' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہرقل کو جو اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اپنے مکتوب میں اس آیت کو لکھا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ ابو سفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مکتوب کو منگوایا جو حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ بصری کے امیر کی طرف بھیجا گیا تھا' بصری کے امیر نے وہ مکتوب ہرقل کو دیا اس میں لکھا ہوا تھا' بسم اللہ الرحمن الرحیم' یہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے امیر ہرقل کے نام ہے' اس پر سلام ہو جو ہدایت کا متبع ہے' اللہ کی حمد وثناء کے بعد واضح ہو کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے اور اگر تم نے روگردانی کی تو تمہارے پیروکاروں (کے اسلام قبول نہ کرنے) کا گناہ بھی تم پر ہوگا' اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو رب نہ بنائے' پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ [١]

ابن ابی شیبہؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، نسائی اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ

١۔ (صحیح بخاری ج١ ص٥' ٤۔٥ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٨١ھ)

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں لفظ آیت ” قولوا امنا باللہ وما انزل الینا“ اور دوسری رکعت میں ” تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم “ پڑھتے تھے۔

ہرقل روم کے نام دعوت نامہ

عبدالرزاقؒ ، بخاریؒ ، مسلمؒ ،نسائی اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو ابوسفیانؓ نے بیان کیا کہ ہرقل (جو روم کا بادشاہ تھا) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خط منگوایا اور اس کو پڑھا اس میں یہ تھا: لفظ آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم اسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسین۔

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل روم کے بادشاہ کی طرف اس پر سلامی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اما بعد بلاشبہ میں تجھ کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں اسلام لے آ سلامت رہے گا اسلام لے آ اللہ تعالیٰ تجھ کو دوگنا اجر دیں گے اگر تو (اسلام سے) پھر گیا تو تجھ پر تیرے ماتحت لوگوں کا گناہ بھی ہوگا۔ پھر آپ نے لکھا لفظ آیت ” قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا “ سے لے کر ” اشھدوا بانا مسلمون “۔

الطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ خط کفار کی طرف تھا لفظ آیت ” تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم “۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے اس آیت ” تعالوا الی کلمۃ “ کے بارے میں روایت کیا ہے

کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ کے یہودیوں کو اس کی طرف بلایا تو انھوں نے انکار کر دیا (پھر) آپ نے ان سے جہاد فرمایا یہاں تک کہ وہ جزیہ پر راضی ہو گئے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کلمہ سواء یعنی (برابری کرنے والے کلمہ) کی طرف مدینہ کے یہودیوں کو بلایا وہ لوگ ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ یہودی ہو کر مرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور اس سے ان کی نفی فرمائی اور فرمایا لفظ آیت " یاھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم"۔

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہودیوں کو ایک بات کی طرف بلایا (جو ہمارے اور ان کے درمیان مشترک تھی)۔

محمد بن جعفر بن زبیرؒ سے لفظ آیت " قل یاھل الکتب تعالوا" کے بارے میں فرمایا کہ ان کو نصف (یعنی انصاف) کی طرف دعوت دی اور ان سے بحث ختم کر دیا یعنی نجران کے وفد سے۔

سدیؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نصاری نجران کے وفد کو دعوت دی اور فرمایا لفظ آیت " قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء" (یعنی اے اہل کتاب آجاؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے)۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " تعالوا الی کلمۃ سواء" سے مراد عدل یعنی انصاف والے کلمہ کی طرف۔

الطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرقؒ سے روایت کیا

ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”سواء بیننا وبینکم“ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا اس سے مراد عدل ہے عرض کیا عرب کے لوگ اس معنی کو جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں! کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا: تلاقینا تعاصینا سواء ولکن حم عن حال بحال ترجمہ: ہم آپس میں برابر برابر ملے اور برابر برابر نافرمانی کی لیکن ایک حال کا دوسرے کے بدلے میں فیصلہ کرلیا گیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”کلمۃ سواء“ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”تعالوا الی کلمۃ سواء“ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ“ سے مراد ہے کہ ہمارا بعض بعض کی اطاعت نہ کرے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور کہا گیا کہ کسی کو رب بنانا یہ ہے کہ لوگ عباد کے علاوہ اپنے سرداروں اور اپنے قائدین کی اطاعت کرتے اگرچہ ان کے لیے نماز نہ پڑھتے تھے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا“ سے مراد ہے کہ ان کا بعض بعض کے لیے سجدہ کرتا تھا۔

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوۡرَىٰةُ وَٱلۡإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِهِۦٓۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ٦٥ ﴾

اے اہل کتاب! تم ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ توراۃ اور انجیل تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں پھر کیا تم (اتنی سی) بات بھی نہیں سمجھتے۔

شان نزول: (آیت) ”یا اھل الکتاب لم تحاجون“

ابن اسحاقؒ نے اپنی متصل کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے عیسائی اور یہود کے عالم رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر جھگڑنے لگے، یہود کے عالم بولے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) یہودی تھے اور نجران کے عیسائی بولے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) عیسائی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو توریت، انجیل تو ان کے بہت بعد نازل ہوئیں اس روایت کو بیہقیؒ نے بھی دلائل میں روایت کیا ہے۔ [1]

ابن اسحاقؒ، ابن جریر اور بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے نصاری اور یہودیوں کے علماء رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے آپ کے پاس باہم جھگڑا کیا یہودیوں کے علماء نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) یہودی تھے اور نصاری نے کہا ابراہیم (علیہ السلام) نصرانی تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے بارے میں یہ آیت اتار دی۔ لفظ آیت ”ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ“ سے لے

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

کر" بعد اذ انتم مسلمون" تک پھر ذکر فرمایا جو ان سے اور ان کے آباؤ اجداد سے جو وعدہ لیا گیا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرنے کا جب آپ ان کے پاس تشریف لائیں گے اور انھوں نے اس کا اقرار بھی کیا تھا تو فرمایا لفظ آیت "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین" سے لے کر "معکم من الشھدین" تک۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) دین حنیف پر تھے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذک کی گئی کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ کے یہودیوں کو بلایا اور وہ لوگ ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ وہ یہودی ہو کر مرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور اس سے ان کی نفی فرمائی اور فرمایا لفظ آیت "یاھل الکتب لم تحاجون فی ابراھیم" اور تم گمان کرتے ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے (حالانکہ) "وما انزلت التورۃ والانجیل" یہودیت اور نصرانیت ان کے بعد تھی" افلا تعقلون" یعنی کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "یاھل الکتب لم تحاجون فی ابراھیم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہود اور نصاری دونوں سے اللہ تعالیٰ نے برأت کا اظہار فرمایا جب ہر جماعت نے ان میں سے ہونے کا دعوی کیا اور ملایا مومنوں کے ساتھ جو یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت "یاھل الکتب لم تحاجون فی ابراھیم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ (جب) نصاری نے کہا کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نصرانی تھے اور یہودیوں نے کہا کہ وہ یہودی تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ توراۃ اور انجیل تو ان کے بعد نازل کی گئیں اس لیے یہودیت

اور نصرانیت تو ان کے بعد شروع ہوئی۔

﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ ﴾

اے لوگو! تم ایسے لوگ ہو جنہوں نے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں کچھ علم تھا، پھر تم کیوں حجت کرتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ "ھانتم ھؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم" سے مراد کہ ان میں جس میں تم حاضر تھے تم نے دیکھا اور تم نے اس کا معائنہ کیا تم اس میں جھگڑو (اور) "فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم" اور ان باتوں میں جن میں تم نہ حاضر تھے نہ تم نے دیکھا اور نہ تم نے اس کا معائنہ کیا اس میں کیوں جھگڑتے ہو۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ چیز جس کا ان کے پاس علم ہے جو تم پر حرام کی گئی یا جن کے بارے میں تمہیں حکم دیا گیا لیکن وہ چیز جس کا تمہیں علم ہی نہیں ہے تو وہ ابراہیم کا حال ہے (کہ ان کو ان کی حالت کا کوئی علم نہیں)۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے وہ شخص جو علم کے ساتھ معذور ہے

جھگڑا کرتا ہے اور وہ شخص معذور نہیں جو جہالت کی وجہ سے جھگڑا کرتا ہے۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) " ھانتم ھولاء حاججتم"۔ یعنی تم حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں جھگڑتے ہو کیونکہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ان صفات کو جانتے تھے جو وہ اپنی کتاب میں پاتے تھے پس آپ کے بارے میں انھوں نے باطل اور غلط جھگڑا کیا۔ (آیت) " فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم"۔ یعنی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں اپنے اس دعوی پر کہ وہ یہودی تھے یا عیسائی (کیوں جھگڑنے لگے ہو جبکہ تمہیں اس بارے کچھ علم ہی نہیں)

مسئلہ نمبر: (۲) آیت میں اس پر دلیل موجود ہے کہ اس کے بارے جھگڑنا منع ہے جس کے بارے علم نہ ہو اور اس سے روکنے اور منع کرنے کے ممنوع ہونے پر دلیل موجود ہے جو اس کے نزدیک متحقق اور ثابت نہ ہو پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) " ھانتم ھؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم"۔ اور اس کے بارے جھگڑنے کا حکم موجود ہے جس کے بارے علم اور یقین ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) " وجادلھم بالتی ھی احسن"۔ (النحل: ۱۲۵) (اور ان سے بحث (ومناظرہ) اس انداز سے کیجئے جو بڑا پسندیدہ اور (شائستہ ہو) اور حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس حاضر ہوا، اس نے اپنے بچے کا انکار کیا اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے، تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کیا تیرے پاس اونٹ ہیں"؟ اس نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا: "ان کی رنگت کیسی ہے؟" اس نے عرض کی؛ وہ سرخ رنگ کے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے

عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا: "وہ کہاں سے آیا؟" اس نے عرض کی: شاید اصل اس کی مشابہ ہو، تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اور یہ بچہ شاید اصل اس کے مشابہ ہو۔ [1]
یہی جھگڑے کی حقیقت اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے استدلال کو واضح اور ظاہر کرنے کی انتہا ہے۔

﴿ مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾ ﴾

ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے نہ عیسائی، بلکہ وہ تو ایک مسلم یکسو تھے اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھے۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا۔ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین حنیف تھا یعنی تمام باطلوں سے رخ موڑ کر دین حق کی طرف مائل ہونے والا۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) خود باطل سے نافر اور دین حق کی طرف مائل اور فرمان بردار تھے۔ نہ یہودی تھے نہ نصرانی، نہ اہل مکہ کے مانند مشرک۔ تمہارے خیالات اور عقائد ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں غلط اور باطل ہیں تمام انسانوں میں ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کے وہ لوگ قریب تر ہیں جنہوں نے ان کے زمانہ میں ان کے دین اور ان کے سنت کی پیروی کی اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور ان پر ایمان لانے والے ساتھی ہیں۔ چونکہ دین اسلام دین ابراہیمی ہے اور

۱۔ (صحیح بخاری، باب اذا عرض بنفی الولد، حدیث نمبر ۴۸۹۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اکثر احکام شریعت ابراہیمی کے اس میں ہیں لہٰذا وہی دین ابراہیمی پر ہونے کے دعوے کا زیادہ حق دار ہے، اللہ صرف انہی کا حامی اور مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔ (۱)

ابن جریرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) ہمارے دین پر تھے اور نصاریٰ نے کہا کہ وہ ہمارے دین پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتار دی لفظ آیت " ما کان ابراہیم یھودیا ولا نصرانیا" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور ان کی دلیل کو باطل قرار دیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعبؓ ان کے ساتھ اور نصاریٰ میں سے کچھ آدمیوں نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) ہم میں سے ہیں اور موسیٰ ہم میں سے ہیں اور انبیاء ہم میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت " ما کان ابراہیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما"۔

ابن جریرؒ نے سالم بن عبداللہؒ سے روایت کیا ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہ اس کو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیلؒ شام کی طرف نکلے کہ وہ دین کے بارے میں سوال کر رہے تھے یہودیوں کے ایک عالم سے ملے اور اس سے اس کے دین کے بارے میں پوچھا اور اس سے کہا شاید کہ میں تمہارے دین کو قبول کرلوں مجھے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ یہودی نے اس سے کہا بلاشبہ تو ہرگز ہمارے دین پر نہیں آسکتا یہاں تک کہ تو اپنے حصہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے غضب میں سے لے گا زیدؒ نے کہا میں اللہ کے غضب سے دور بھاگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں سے کچھ بھی کبھی نہیں لوں گا اس نے کہا کیا تم مجھ کو ایسا دین بتا سکتے ہو جس میں یہ نہ ہو انھوں نے کہا میں اس کو نہیں جانتا مگر یہ کہ تو حنیف ہو جائے یعنی دین حنیف اختیار کرلے اس نے کہا حنیف کیا ہے؟ انھوں نے کہا وہ ابراہیم (علیہ

۱۔ تفسیر جلالین

السلام) کا دین ہے جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ اس کے پاس سے نکل کر ایک نصاری کے عالم سے ملے اور اس کے دین کے بارے میں پوچھا اور اس سے کہا شاید کہ میں تمہارے دین کو قبول کرلوں مجھے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ؟ اس نے کہا تو ہرگز ہمارے دین پر نہیں ہوگا مگر یہ کہ تو اپنے حصہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی لعنت کو لے گا انھوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی لعنت میں سے کسی کو برداشت نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ کے غصہ میں سے کسی کو برداشت نہیں کرسکتا اس نے کہا کیا تم مجھے ایسا دین بتا سکتے ہو جس میں یہ نہ ہو تو اس نے اس کو ایسا ہی کہا جیسے یہودی نے کہا تھا کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ حنیف تھے یہ آدمی دونوں کے پاس سے باہر آ گیا اور وہ دونوں اس بات پر متفق ہوئے تھے ابراہیم (علیہ السلام) کی شان میں سے وہ ہمیشہ اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھاتا رہا اور کہتا اے اللہ! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ بلاشبہ میں ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر ہوں۔

﴿اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَـلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ‌ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۶۸﴾

سب سے زیادہ ابراہیم (علیہ السلام) کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان والے ہیں اور اللہ ہی مومنوں کا دوست ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت کی اتباع کرنے کے دعوی کا حق ان ہی

لوگوں کو ہے جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دین' ان کی شریعت اور ان کے طریقہ کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ نبی ہیں یعنی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے متبعین اور آپ پر ایمان لانے والے' اور جو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ ان کی مدد کرنے والا ہے۔

امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر نبی کے نبیوں میں سے کچھ مددگار ہوتے ہیں اور ان نبیوں میں سے میرے مددگار میرے باپ اور میرے رب کے خلیل ہیں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [۱]

صحابہ نجاشیؓ کے دربار میں

عبد بن حمیدؒ نے شہر بن حوشبؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو ابن غنمؒ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ نجاشی کی طرف گئے تو عمرو بن عاص اور عمارہ بن ابی معیط بھی وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے ان صحابہ کرامؓ پر سرکشی کا ارادہ کیا یہ لوگ نجاشی کے پاس آئے اور اس کو بتایا کہ یہ جماعت جو تیرے پاس مکہ سے آئی ہے یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تجھ پر تیرے ملک کو بگاڑ دیں اور فساد کریں تیری زمین میں اور تیرے رب کو برا بھلا کہیں نجاشی نے ان لوگوں کو بلوایا جب یہ لوگ آ گئے تو اس نے کہا کہ تم سنتے ہو کہ تمہارے یہ دونوں ساتھ تمہارے بارے میں کیا کہتے ہیں یعنی عمرو بن عاص اور عمارہ بن ابی معیط ان کا خیال ہے کہ تم اس لیے آئے ہو کہ مجھ پر میرے ملک کو بگاڑ دو اور میری زمین پر فساد کرو تو

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۸' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' جامع ترمذی ص ۴۲۶ مطبوعہ کراچی)

(اس پر) عثمان بن مظعون اور حمزہؓ نے کہا اگر تم چاہو تو ہم میں سے ایک نجاشی کے ساتھ بات کرے گا اگر بات صحیح ہو گئی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو توفیق دینے والا ہے اگر بات بگڑ گئی تو تم کہہ دینا کہ یہ جوان آدمی ہے اس کو گفتگو کرنا نہیں آتا تم عذر پیش کر دینا نجاشی نے اپنے علماء اور راہب اور ترجمان اکٹھے کئے پھر صحابہ سے سوال کیا کیا دیکھا ہے تم نے کہ تمہارا یہ ساتھی جس کے پاس سے تم آئے ہو تم کو کیا کہتا ہے؟ کس بات کا تم کو حکم دیتا ہے اور کس بات سے تم کو منع کرتا ہے کیا اس کی کوئی کتاب ہے جس کو وہ پڑھتا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! یہ آدمی وہ کتاب پڑھتا ہے جو اللہ تعالیٰ اس پر نازل فرماتے ہیں اور تحقیق ہم نے اس میں سنا کہ وہ نیکی کا حکم کرتا ہے اور پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم فرماتا ہے اور یتیموں کے ساتھ بھی اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے اور یہ بھی حکم کرتا ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہ کرو (اس کے بعد) ان کو سورہ روم عنکبوت اصحاب کہف اور مریم پڑھ کر سنائی جب قرآن میں عیسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر ہوا تو عمرو بن عاص نے ارادہ کیا کہ (اس بارے میں) نجاشی کو ان پر غصہ دلائے تو اس نے کہا اللہ کی قسم! یہ لوگ تو عیسیٰ (علیہ السلام) کو برا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں نجاشی نے کہا تمہارا ساتھ (یعنی تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتے ہیں جواب دیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اس کے رسول اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کو مریم (علیہا السلام) کی طرف القاء کیا تو نجاشی نے اپنے مسواک میں سے ایک ریشہ کو لیا جو اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں جو تمہارے ساتھی یعنی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا تم کو خوشخبری ہو تم خوف نہ کرو یعنی حبشہ کی زبان میں آج کے دن تم ابراہیم (علیہ السلام) کے گروہ (یعنی جماعت) ہو عمرو بن عاص نے کہا ابراہیم (علیہ السلام) کی

جماعت کیا ہے؟ اس نے کہا یہ جماعت اور ان کے نبی ہیں جن کے پاس سے یہ لوگ آئے ہیں اور جو لوگ ان کی تابعداری کرنے والے ہیں اور اس دن ان کے مخالف لوگوں کے بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ مدینہ منورہ میں تھے لفظ آیت "ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المومنین" (یعنی سب سے زیادہ ابراہیم (علیہ السلام) سے ان کے دین سے قرب رکھنے والے بیشک وہی لوگ ہیں جنہوں نے ابراہیمؑ کی امت میں سے ان کی پیروی کی اور یہ نبی یعنی (محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے یہ لوگ بھی احکام میں ملت ابراہیم کے موافق ہیں۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ترمذیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ ہر نبی کے لیے (دوسرے) نبیوں میں سے (کوئی) دوست ہوتا ہے اور انبیاء میں سے میرا دوست میر جد اعلیؑ ہے جو میرے رب کا خلیل ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "ان اولی الناس بابرھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المومنین"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حکم بن میناءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے قریش کی جماعت! لوگوں میں سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے سو تم اسی راستہ پر چلو پھر دیکھو ایسا نہ ہو کہ لوگ اپنے اعمال کے ساتھ آئیں تم دنیا کے ساتھ میرے پاس آؤ تو میں تم سے اپنا چہرہ پھیر لوں پس روکتا ہوں تم کو پھر آپ نے ان پر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "ان اولی الناس بابرھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المومنین"۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان اولی الناس بابرھیم للذین اتبعوہ" سے مومن لوگ مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان اولی الناس بابرھیم للذین اتبعوہ" سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا ان کے دین کا ان کی سنت کا ان کے طریقے کا اور ان کی طبیعت کا (اور) "والذین امنوا" سے ایمان والے مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہر مومن ابراہیم (علیہ السلام) کا دوست ہے خواہ ان لوگوں میں سے پھر جو گذر چکے یا ان لوگوں میں سے جو باقی ہیں۔

احمد وابن ابی داؤدؒ نے بعث میں، ابن ابی الدنیاؒ نے العزاء میں، حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) بیہقیؒ نے البعث والنشور میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومنین کی اولاد جنت کے پہاڑ میں سے ہے ان کی کفالت ابراہیم (علیہ السلام) اور (ان کی بیوی) سارہ (علیہا السلام) کرتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن ان کو ان کے والدین کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

﴿ وَدَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝٦٩ ﴾

اہل کتاب میں سے ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ کسی طرح تمہیں راہ سے ہٹا دے، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہی میں نہیں ڈال رہے ہیں۔ مگر یہ لوگ اس کا

شعور نہیں رکھتے۔

ربط آیات: گزشتہ درس میں تذکرہ ہو چکا ہے، کہ یہود و نصاریٰ کا آپس میں جھگڑا یہ تھا کہ یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نصرانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی تردید فرمائی۔ اور فرمایا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے اور نصاری کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو حنیف اور مسلمان تھے۔ یہودیت اور نصرانیت نام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ یہ توراۃ اور انجیل کی بگڑی ہوئی شکل کا نام ہے۔ اہل کتاب نے توراۃ اوانجیل میں تحریف کر کے اصل دین کو بگاردیا۔ کفر اور شرک دونوں گروہوں میں قدر مشترک ہے۔

دوسری طرف مشرکین بھی اپنا تعلق حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے جوڑنے کا دعوی کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے مختلف مقامات پر ان کے دعویٰ کے بھی تردید فرمائی ہے۔ نیز یہ بھی واضح فرمایا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ نسبت وہ لوگ رکھتے ہیں۔ جنھوں نے آپ کے دور میں آپ کا اتباع کیا۔ اور اس دور میں خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اتباع کیا۔ اور جو حقیقی معنوں میں اسلام میں داخل ہوئے۔

اہل کتاب کا منصوبہ: اب اہل کتاب کے پیشواؤں کی گمراہی کا ذکر ہورہا ہے۔ یہ لوگ بھٹک کر ایسے دور نکل گئے ہیں اور ان کے دل ضلالت میں اس قدر سخت ہو چکے ہیں کہ اب یہ کفر کے امام بنے ہوئے ہیں۔ یعنی جو شخص ایمان قبول کر کے صحیح راستے پر چلتا ہے۔ یہ لوگ اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ودت طائفۃ من اھل الکتب۔ اہل کتاب کا ایک گروہ آرزو کرتا ہے۔ لو یضلونکم۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح تم کو گمراہ کریں گزشتہ چودہ سو سال کے عرصہ میں اہل کتاب یہی

کچھ کرتے آئے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے دین سے متنفر کردیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ یہ لوگ خواہش کرتے ہیں۔ کہ تم گمراہ ہو کر ان کے ساتھ برابر ہو جاؤ۔ فتکونون سواً ۔ کے الفاظ آئے ہیں۔

شان نزول

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسیؒ متوفی ٧٥٤ھ لکھتے ہیں:

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت معاذؓ ، حضرت حذیفہ اور حضرت عمارؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے یہودیوں نے ان کو بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی، ایک قول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں اور بعض یہودیوں نے ان کو اپنے اپنے دین کی دعوت دی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہود نے حضرت معاذ اور حضرت عمارؓ سے کہا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دین محمد کی اتباع کر لی تو یہ آیت نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہود نے مسلمانوں کے سامنے احد کا واقعہ ذکر کر کے ان کو عار دلایا۔ [١]

یہودیوں کا حسد

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ان یہودیوں کے حسد کو دیکھو کہ مسلمانوں کیسے جل بھن رہے ہیں۔ انھیں بہکانے کی کیا کیا پوشیدہ ترکیبیں کر رہے ہیں کیسے کیسے مکر وفریب کے جال بچھاتے ہیں، حالانکہ دراصل ان تمام چیزوں کا وبال خود ان کی جانوں پر ہے لیکن انھیں اس کا بھی شعور نہیں۔ پھر انھیں ان کی یہ ذلیل

١۔(البحر المحیط ج ٣ ص ٤٠٣ مطبوعہ دار الفکر بیروت،١٤١٣ھ)

حرکت یاد دلائی جا رہی ہے کہ تم سچائی جانتے ہوئے بھی حق کو پہچانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات سے یہ منکر ہو رہے ہو۔ علم کے باوجود یہ بد خصلت بھی ان میں ہے۔ کہ حق و باطل کو ملا دیتے ہیں، اور ان کی کتابوں میں جو صفیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہیں ان کو چھپا لیتے ہیں۔ بہکانے کی جو صورتیں بناتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں مشورے کرتے ہیں کہ صبح جا کر ایمان لے آؤ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھو اور شام کو پھر مرتد بن جاؤ تا کہ جاہل لوگوں کے دل میں بھی خیال گذرے کہ آخر یہ لوگ جو پلٹ گئے تو ظاہر ہے کہ انھوں نے اس دین میں کوئی خرابی یا برائی ہی دیکھی ہوگی تو کیا عجب کہ ان میں سے کوئی ہماری طرف ٹوٹ آئے، غرض یہ ایک حیلہ جوئی تھی کہ شاید اس سے کوئی کمزور ایمان والا لوٹ جائے اور کچھ سمجھ لے کہ یہ جاننے بوجھنے والے لوگ جب اس دین میں آئے نمازیں پڑھیں اس کے بعد اسے چھوڑ دیا تو ضرور یہاں کوئی خرابی اور نقصان دیکھا ہوگا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھروسہ اپنے والوں پر کرو مسلمانوں پر نہ کرو نہ اپنے بھید ان پر ظاہر ہونے دو نہ اپنی کتابیں انھیں بتاؤ جس سے یہ ان پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کے لیے ہم پر حجت بن جائیں۔ [1]

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَأَنتُمۡ تَشۡهَدُونَ ۝٧٠ ﴾

اے کتاب والو، تم کیوں کفر (اور انکار) کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا، حالانکہ تم خود گواہ ہو۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر

منکرین نبوت کو خطاب:

يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۔(اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور تم گواہی دیتے ہو) آیات سے مراد تورات و انجیل ہیں۔ اور ان کے ساتھ کفر سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کتابوں کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرنے والی تھیں۔

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۔ (حالانکہ تم گواہی دیتے ہو) یعنی یہ اعتراف کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ یا تم قرآن کا انکار کرتے ہو۔ اور نبوت کے دلائل کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ آپ کی تعریف دونوں کتابوں میں موجود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ برحق ہیں۔

اے اہل کتاب والو، تم کیوں کفر (اور انکار) کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا، حالانکہ تم خود گواہ ہو۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے سفیانؒ سے روایت کیا ہے کہ سورہ آل عمران میں اہل کتاب کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا وہ نصاری کے بارے میں ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یاھل الکتب لم تکفرون بایت اللہ وانتم تشھدون" سے کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفت تمہاری کتابوں میں ہے پھر تم اس کے ساتھ کفر کرتے ہو اور اس کا انکار کر دیتے ہو اور اس کو ناپسند کرتے ہو اور اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ تم اس کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہو اپنے پاس تورات میں انجیل میں (اور وہ یہی) نبی امی ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یاھل الکتب لم تکفرون بایت اللّٰہ" سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں "وانتم تشھدون" سے مراد ہے کہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ وہ حق ہے جس کو تم اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہو۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لم تکفرون بایت اللّٰہ" سے مراد دلائل ہیں "وانتم تشھدون" سے مراد ہے کہ (تم اس بات کی گواہی دیتے ہو) کہ قرآن حق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جن کے بارے میں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لم تکفرون بایت اللّٰہ وانتم تشھدون" سے مراد ہے کہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ بلاشبہ پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا کوئی دین نہیں۔

﴿ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَـقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ
الۡحَـقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ
اٰمِنُوۡا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡۤا
اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِيۡنَكُمۡ ؕ
قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنۡ يُّؤۡتٰٓى اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ اَوۡ
يُحَآجُّوۡكُمۡ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ

يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

اے اہل کتاب! تم کیوں ملاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں حق کو چھپاتے ہو ؟ حالانکہ تم جانتے ہو۔(۷۱) اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان لاؤ اس چیز پر جو مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے صبح کے وقت اور شام کو اس کا انکار کر دیا کرو تا کہ وہ بھی اس سے پھر جائیں۔(۷۲) اور اپنے دین پر چلنے والے کے سوا کسی اور کو تسلیم نہ کرو۔ کہہ دیجیے کہ بیشک ہدایت تو اللہ کی ہی ہدایت ہے۔ کہ کسی کو اس طرح کا دین دے دیا جائے جیسا تمہیں دیا گیا ہو یا یہ کہ تمہارے خلاف تمہارے رب کے حضور جھگڑا کریں۔ تم کہہ دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔(۷۳)

شان نزول

ابن اسحاق ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کی روایت سے بیان کیا کہ عبداللہ بن الصیف اور عدی بن زید اور حارث بن عوف نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں پر جو کچھ اتارا گیا ہے، دن کے شروع کے حصہ (صبح کے وقت) میں تو ہمیں ظاہراً اس پر ایمان لے آنا چاہیے اور دن کے آخری حصہ میں (شام کو) اس کا انکار کر دینا چاہیے تا کہ اس سے مسلمان اپنے دین کے بارے

میں شک وشبہ میں پڑ جائیں اور ممکن ہے وہ ہمیں دیکھ کر اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں انہی کے بارے میں یہ آیتیں یا ھل الکتب لم تلبسون سے۔۔واسع علیم تک نازل ہوئیں۔ (۱)

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لم تلبسون الحق بالباطل" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کیوں مخلوط کرتے ہو یہودیت اور نصرانیت کو اسلام کے ساتھ اور تحقیق تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دین سوائے اسلام کے کسی ایک سے بھی قبول نہیں کیا جائے گا لفظ آیت "وتکتمون الحق" سے مراد ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حال کو چھپاتے ہو حالانکہ تم اپنے پاس اس کو توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو۔

ابن اسحٰق ؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن ضیف عدی بن زید اور حرث بن عوف نے ایک دوسرے سے کہا آجاؤ ہم اس پر ایمان لے آئیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب پر اتارا گیا صبح کو اور ہم شام کے وقت کافر ہو جائیں گے یہاں تک کہ ان پر ان کا دین مشتبہ ہو جائے گا شاید کہ وہ بھی ایسا کرنے لگ جائیں جیسا کہ ہم نے کیا اور وہ اپنے دین میں لوٹ آئیں گے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دیں" یا ھل لکتب لم تلبسون الحق بالباطل" سے لے کر" واللہ واسع علیم" تک۔

یہودیوں کی شرارت

سعید بن منصورؒ، ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ یہود کے بعض لوگوں نے بعض سے کہا ان کے ساتھ ایمان لے آؤ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں دن کے اول حصہ میں اور دن کے آخر

۱۔(جلال ۱۶۳،۱٦٤،مظہری ۷۱/ ۲)۔

میں پھر جاؤ شاید کہ وہ بھی پھر آئیں تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خفیہ پروگرام کی اطلاع فرما دی اور نازل فرمایا لفظ آیت ”وقالت طائفۃ من اھل الکتب امنوا بالذی انزل“۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وقالت طائفۃ من اھل الکتب“ سے مراد ہے کہ عربی بستیوں کے بارہ بڑے بڑے علماء تھے انھوں نے اپنے بعض لوگوں سے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین میں داخل ہو جاؤ اول دن میں اور یوں کہو ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں جب دن کا آخری حصہ ہو تو کافر ہو جاؤ اور یوں کہو ہم اپنے علماء کی طرف واپس لوٹ آئے اور ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جھوٹے ہیں اس لیے تم سچی بات پر نہیں ہو لہٰذا ہم اپنے دین کی طرف لوٹ گئے ہیں اور وہ تمہارے دین سے ہمیں زیادہ پسندیدہ ہے شاید کہ ایمان والوں کو شک پڑ جائے اور کہیں کہ یہ لوگ دن کے پہلے حصہ ہمارے ساتھ تھے اب ان کو کیا ہوا! تو اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دے دی۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے لفظ آیت ”وقالت طائفۃ“ سے یہود کی ایک جماعت مراد ہے انھوں نے کہا کہ جب تم اول دن میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب سے ملو تو ایمان لے آؤ اور جب دن کا آخری حصہ ہو تو اپنی نماز پڑھو شاید کہ یہ لوگ کہیں کہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں اور وہ ہم سے زیادہ جاننے والے تھے (اس طرح سے) شاید یہ لوگ اپنے دین سے پھر آئیں۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن مردویہ اور ضیاءؒ نے مختارہ میں ابی ظبیانؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وقالت طائفۃ“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دن کے اول حصہ میں

آپ کے ساتھ ہوتے تھے آپ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور آپ سے باتیں کرتے تھے جب شام ہوتی تھی اور نماز کا وقت ہوتا تھا تو کافر ہو جاتے تھے اور آپ کو چھوڑ دیتے تھے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النہار" سے مراد یہود ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے اور دن کے آخر میں کافر ہو جاتے وہ یہ خفیہ تدبیر کرتے تا کہ لوگوں کو یہ دکھائیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کی تھی اب ان پر گواہی ظاہر ہو چکی تھی اس لیے انھوں نے دین اسلام سے رجوع کر لیا۔

ابن جریرؒ نے قتادہ اور ربیع ؒ سے دونوں حضرات سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وجہ النہار" سے دن کا اول حصہ مراد ہے۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ قول ان کے بعض کا ہے بعض کے لیے (یعنی انھوں نے یہ بات ایک دوسرے سے کہی)۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم" سے مراد ہے کہ تم ایمان نہ لاؤ مگر انہی لوگوں پر جو یہودیت کی تابعداری کریں۔

شان نزول: (آیت) "قل ان الھدی ھدی اللہ"۔

ابن ابی حاتمؒ نے بواسطہ سدی ابو مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ یہود کے علماء اپنے پیروکاروں سے کہتے تھے کہ جو تمہارے دین کی پیروی کرے اس پر ایمان لاؤ، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کے علماء نے ان

لوگوں سے کہا جو ان کے دین والے تھے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحابؓ کے پاس دن کے اول حصہ میں جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم تمہارے دین پر ہیں جب شام ہو جائے تو ان کے پاس جاؤ اور کہو ہم تمہارے دین کا انکار کرتے ہیں اور ہم اپنے پہلے دین پر ہیں کیونکہ ہم نے اپنے علماء سے پوچھا تو انھوں نے ہم کو بتایا کہ تم کسی صحیح دین پر نہیں ہو اور ان کے علماء نے کہا (یہ دیکھ کر) شاید مسلمان تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار کرنے لگیں اور کہنے لگے "ولا تؤ منوا الا لمن تبع دینکم" (یعنی دل سے نہ ماننا مگر انہی لوگوں کو جو تمہارے دین چلیں) تو اللہ تعالیٰ نے اتار لفظ آیت "قل ان الھدی ھدی اللہ"۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یؤ فی احد مثل ما اوتیتم" سے مراد ہے کہ یہودی حسد کرتے تھے کہ نبوت ان کے علاوہ کسی اور میں واقع ہو اور انھوں نے ارادہ کیا کہ لوگ ان کے دین ہی کی اتباع کریں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالک اور سعید بن جبیرؓ دونوں حضرات سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یؤتی احد مثل ما اوتیتم" سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت مراد ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا لفظ آیت "قل ان الھدی ھدی اللہ" (آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے)

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرمایا لفظ آیت "قل ان الھدی ھدی اللہ ان یؤتی احد مثل ما اوتیتم" یعنی اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "او یحاجوکم عند ربکم" یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس طرح اور اس طرح عزت عطا

فرمائی یہاں تک کہ ہم پر ترنجبین اور بٹیر نازل فرمائے مگر اے مسلمانو! اس ذات نے تم کو بھی افضل عطا فرمایا پس تم کہو لفظ آیت "قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء" یعنی بلاشبہ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قل ان الھدی ھدی اللہ ان یؤتی احد مثل ما اوتیتم" سے مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کتاب کو نازل فرمایا مثل تمہاری کتاب کے اور نبی بھیجا مثل تمہارے نبی کے تو تم نے (اے یہودیوں) اس پر حسد کیا (تو آپ فرما دیجئے) لفظ آیت "قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء" (کہ بلاشہ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے)۔

ابن جریرؒ نے ربیعؒ سے اس کے مثل روایت کیا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قل ان الھدی ھدی اللہ ان یؤتی احد مثل ما اوتیتم" سے مراد ہے کہ یہ حکم جس پر تم ہو مثل اس کے ہے جو تم دیئے گئے تھے لفظ آیت "او یحاجوکم عند ربکم" فرمایا کہ بعض نے بعض سے کہا ان کو خبر نہ دو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی کتاب میں بیان فرمایا "لیحاجوکم" یعنی تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اپنے رب کے پاس تو ان کے لیے ایک حجت ہو جائے گی تمہارے اوپر لفظ آیت "قل ان الفضل بید اللہ" یعنی اسلام "یختص برحمتہ من یشاء" یعنی قرآن اور اسلام مراد ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر اور ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یختص برحمتہ من یشاء" میں رحمت سے مراد ہے نبوت خاص کر دیتے ہیں جس کے حق میں چاہتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یختص برحمتہ من یشاء" میں اس کی رحمت سے مراد اسلام ہے خاص کرتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ذوالفضل العظیم" سے مراد ہے کہ اس کا فضل وافر مقدار میں ہے۔

وَلَا تُؤۡمِنُوۡا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِیۡنَکُمۡ ، یعنی یہ بھی انھوں نے آپس میں کہا کہ تم ظاہری طور پر تو اسلام کا اظہار ضرور کرو لیکن اپنے ہم مذہب یہودی کے سوا کسی اور کی بات پر یقین مت کرو۔

قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰی هُدَی اللّٰهِ ، یہ ایک جملہ معترضہ ہے جس کا ماقبل ومابعد سے کوئی تعلق نہیں ہے صرف ان کے مکروحیلے کی اصل حقیقت واضح کرنا مقصود ہے ان کے ان حیلوں سے کچھ نہیں ہوگا کیونکہ ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو ہدایت دینا چاہے تمہارے حیلے اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

اَنۡ یُّؤۡتٰۤی اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ (الآیۃ) یہ بھی یہود کا قول ہے اور اس کا عطف وَلَا تؤمنوا پر ہے۔ یعنی یہ بھی تسلیم مت کرو کہ جس طرح تمہارے اندر نبوت وغیرہ رہی ہے یہ کسی اور کو بھی مل سکتی ہے اور یہودیت کے سوا کوئی اور دین بھی حق ہوسکتا ہے۔ ولا تومنوا الالمن تبع دینکم۔

یہودیوں کی چالاکی فضول ہے:

یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جا کر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انھیں یہ برابر ملحوظ رہے کہ وہ سچ مچ مسلمان نہیں بن گئے۔ بلکہ بدستور یہودی ہیں۔ اور سچے دل سے انہی کی بات مان سکتے ہیں جو ان کے دین پر چلتا ہو اور شریعت موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے ولاتومنوا الالمن تبع دینکم، کے یہ معنی کئے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو

تمہارے دین پر چلنے والے ہیں۔یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہیے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آ جائیں۔قل ان الھدی ھدی اللہ، کہہ دے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جواللہ ہدایت کرے۔یعنی ہدایت تو اللہ کے دیئے سے ملتی ہے جس کے دل میں خدانے ہدایت کا نور ڈال دیا تمہاری ان پرفریب چالبازیوں سے وہ گمراہ ہونے والانہیں۔

ان یوتی احد مثل مااوتیتم اویحاجوکم عندربکم، اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کوملا تھا یا وہ غالب کیوں آ گئے تم پرتمہارے رب کے آ گے۔

یہود کا حسد:

یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض ازراہ حسد اس جلن میں کی جاتی ہیں کہ دوسروں کواس طرح کی شریعت اور نبوت ورسالت کیوں دی جارہی ہے جیسے پہلے تم کو دی گئی تھی۔یا مذہبی و دینی جدو جہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آ کر کیوں آ گے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آ گے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شرعیات کی اجارہ دار ہے۔ توراۃ ہم پر اتری۔موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر ہم میں آئے۔پھر عرب کے امیوں کو اس فضل وکمال سے کیا واسطہ؟

توراۃ کی گواہی:

لیکن توراۃ سفر استثناء کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہوسکتی۔تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام قرآن کریم اس کے منہ میں ڈالے گا۔انا ارسلنا الیکم رسولا، شاھد علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا

مزمل رکوع 1 چنانچہ نبی اسماعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم وفضل حجت وبرہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کے تمام اقوام سے گوئے سبقت لے گئے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

(تنبیہ) اس آیت کی تقریر کئی طرح سے کی گئی ہے لیکن ہم نے وہ وہی تقرر اختیار کی جس کی طرف مترجم محقق قدس اللہ روحہ کے الفاظ اشارہ کرر ہے ہیں۔ قل ان الفضل۔۔۔ ذوالفضل العظیم۔ (74) فضل و کمال کا مالک اللہ ہے: یعنی اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور اسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہیے۔ نبوت، شریعت، ایمان واسلام اور ہر قسم کی مادی وروحانی فضائل وکمالات کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ (انعام رکوع 15)

﴿ یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۴﴾ ﴾

وہ اپنی مہربانی کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص فرما دیتا ہے، اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے۔

وَاللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ۔ اس آیت کے دومعنی بیان کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ یہود کے بڑے بڑے علماء جب اپنے شاگردوں کو یہ سکھاتے کہ دن چڑھے ایمان لاؤ اور دن اترتے مرتد ہوجاؤ تاکہ جولوگ فی الواقع مسلمان ہیں وہ بھی مذہب ہوکر مرتد ہوجائیں، تو ان شاگردوں کو مزید تاکید کرتے تھے کہ دیکھو صرف ظاہراً مسلمان ہونا حقیقۃً اور واقعۃً مسلمان نہ ہوجانا بلکہ یہودی رہنا اور یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ جیسا دین، جیسی وحی وشریعت اور جیسا علم وفضل تمہیں دیا گیا ہے ویسا ہی کسی اور کو بھی دیا جاسکتا ہے، یا تمہارے بجائے کوئی اور بھی حق پر ہے جو تمہارے خلاف اللہ کے

نزدیک حجت قائم کرسکتا ہے، اور تمہیں غلط ٹھہرا سکتا ہے، اس معنی کی رو سے جملہ معترضہ کو چھوڑ کر عند ربکم تک کل کا کل یہود کا قول ہوگا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اے یہودیو! تم حق کو دبانے اور مٹانے کی یہ ساری حرکتیں اور سازشیں اس لیے کر رہے ہو کہ ایک تمہیں اس بات کا غم ہے جیسا علم وفضل، وحی اور شریعت اور دین تمہیں دیا گیا تھا اب ویسا ہی علم وفضل اور دین کسی اور کو کیوں دے دیا گیا؟

دوسرا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ اگر حق کی یہ دعوت پنپ گئی اور اس نے اپنی جڑیں مضبوط کرلیں تو نہ صرف یہ کہ تمہیں دنیا میں جو جاہ اور وقار حاصل ہے وہ جاتا رہے گا بلکہ تم نے جو حق چھپا رکھا ہے اس کا بھی پردہ فاش ہوجائے گا، اور اس پر یہ لوگ اللہ کے نزدیک بھی تمہارے خلاف حجت قائم کر بیٹھیں گے، حالانکہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دین وشریعت اللہ کا فضل ہے، اور یہ کسی کی میراث نہیں بلکہ وہ اپنا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ یہ فضل کسی کو دینا چاہیے؟۔ [۱]

نبوت کا وہبی ہونا اور باقی فضائل کا کسبی ہونا

جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہو کہ یہ اس کی رحمت کے لائق ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے، خصوصا وہ رحمت جس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے اس شخص کو نبوت کے ساتھ مختص کرتا ہے جو نبوت کے قابل ہو وہ اس شخص کو صفاء باطن اور پاکیزہ فطرت کے پیدا کرتا ہے تاکہ اس پر بہ تدریج وحی نازل فرمائے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(آیت)”ولما بلغ اشدہ اتینہ حکما وعلما“۔ (یوسف:۲۲)

ترجمہ: اور جب وہ (یوسف) اپنی پوری قوت کو پہنچے تو ہم نے انھیں حکم اور علم عطا فرمایا۔

۱۔ تفسیر جلالین

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔ (الانعام: ۱۲۴) یہی وجہ ہے کہ نبوت کسب سے حاصل نہیں ہوتی' کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو نبی بنانا چاہتا ہے اس کی اہلیت رکھنے والا شخص پیدا فرما دیتا ہے بلکہ عام انسانوں کے اعتبار سے نبی کی حقیقت میں ایک زائد خصوصیت ہوتی ہے اور وہ ہے حصول وحی کی استعداد اور صلاحیت' عام انسان صرف حواس اور عقل سے شہادت اور ظاہر کا ادراک کرتے ہیں اور نبی میں ایک ایسی خصوصیت ہے جس سے وہ غیب کا ادراک کرتا ہے' جنات اور فرشتوں کو دیکھتا ہے اور فرشتوں کا کلام سنتا ہے' سو اللہ تعالیٰ جس کو نبی بناتا ہے اس میں ایسی صلاحیت اور استعداد رکھتا ہے جس کی بناء پر اس پر وحی نازل کی جاسکے اور عام انسانوں میں یہ صلاحت اور استعداد نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل الرایتۃ خاشعا متصد عا من خشیۃ اللہ"۔ (الحشر: ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) تو ضرور اسے (اللہ کے لیے) جھکتا ہوا اور اللہ کے خوف سے پھٹتا ہوا دیکھتا۔

نبوت کے علاوہ دیگر فضائل مثلاً علم و حکمت' نیکی اور تقوی وغیرہ کو کسب سے حاصل کرنا ممکن ہے' اس کے باوجود ان صفات کی بھی صلاحیت اور استعداد کا حاصل ہونا ضروری ہے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی نظر عنایت ہو تو یہ صفات حاصل ہوتی ہے' اور جب کہ رحمت نبوت اور دیگر تمام نیک صفات کو شامل ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تفصیل ذکر نہیں کی' بلکہ اجمالاً فرمایا اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے خاص فرما لیتا ہے یعنی اس کے علم کے مطابق جو شخص جس رحمت کا اہل ہو اور اس کو اس رحمت سے نوازنا اس کی حکمت کا تقاضا ہو وہ اس کو اس رحمت سے نواز دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ بڑے فضل والا ہے، اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا ارادہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف متوجہ اور راغب ہوتا ہے تاکہ اللہ اس پر اپنے فضل اور رحمت سے تجلی فرمائے اس کو برائیوں اور گناہوں سے پاک اور صاف کرے اور اس کو نیکیوں اور خوبیوں سے مزین فرمائے۔

﴿ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ ﴾

اور اہل کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر تو امانت رکھے ان کے پاس ایک ڈھیر (سونے چاندی کا) تو وہ تمہیں ادا کردیں اور ان میں وہ بھی ہیں کہ اگر تم ان کی امانت میں ایک دینار بھی رکھو تو وہ اس وقت تک تمہیں واپس نہ کریں جب تک تم ان کے سر پر سوار نہ ہوجاؤ، یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی دینی خیانت کا ذکر فرمایا تھا کہ اہل اسلام کو گمراہ کرنے کے لیے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تلبیس کا ذکر تھا۔ کہ یہ لوگ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں اور حق کو چھپا دیتے ہیں۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اہل کتاب باطل غرور میں مبتلا تھے۔ باقی لوگوں پر اپنے آپ کو برتر سمجھتے تھے۔ بغض اور حسد میں مبتلا تھے۔ اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مالی خیانت کا ذکر کیا ہے کہ وہ دنیا کے مال و دولت کے سلسلے میں کس قدر خائن ہیں۔

شان نزول

بغویؒ نے بسلسلہ جو یبر از ضحاکؒ، حضرت ابن عباسؓ کا قول بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھا اور حضرت عبداللہؓ نے وہ امانت پوری ادا کر دی (گویا یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے متعلق نازل ہوئی)۔ [1]

عبد بن حمید و ابن المنذرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "و من اھل الکتب من ان تامنہ بقنطار یؤدہ الیک" جو بڑا خزانہ واپس کر دیتے ہیں وہ نصاری ہیں اور لفظ آیت "و منھم من ان تامنہ بدینار لا یؤدہ الیک" اور وہ جو واپس نہیں کرتے وہ یہودی ہیں لفظ آیت "الا مادمت علیہ قائما" یعنی مگر یہ کہ تو اس سے طلب کرتا رہے اور اس کے پیچھے لگا رہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "و منھم من ان تامنہ بدینار لا یؤدہ الیک" سے مراد ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ کے اموال کو روک لیں اور وہ اہل کتاب حکم دیئے گئے

۱۔ تفسیر بغوی۔ تفسیر جلالین۔ تفسیر قرطبی۔ تفسیر طبری

کہ ہم مسلمان کو اس کا حق ادا کریں۔

ابن ابی حاتمؒ نے مالک بن دینارؒ سے روایت کیا ہے کہ دینار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دین بھی ہے اور آگ بھی ہے اور فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ جو اس کو اپنے حق کے ساتھ لے گا تو وہ اس کے لیے (دین) ہے اور جو اس کو بغیر اپنے حق کے لے گا اس کے لیے (نار) آگ ہے۔

خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ جب ان سے درہم کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا نام درہم کیوں رکھا گیا؟ اور دینار کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا نام دینار کیوں رکھا گیا؟ تو انھوں نے فرمایا درہم کو درہم اس لیے کہتے ہیں کہ غم کا گھر ہے اور دینار اس لیے ہے کہ مجوسیوں نے اس کو بنایا اور اس کا نام دینار رکھا۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الا مادمت علیہ قائما" میں قائما سے مراد ہے مواظبا یعنی پابندی کے ساتھ اس کے پاس کھڑا رہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الا مادمت علیہ قائما" سے مراد ہے کہ اپنی امانت کا اعتراف کرتا ہے جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے اور جب تو چلا جائے اور پھر آ کر اس سے مطالبہ کرے تو انکار کر دے تجھ سے جو اس نے دینا ہے۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ذلک بانہم قالوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ" سے مراد ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم پر کوئی جرم نہیں عرب کے جو اموال ہم نے لے لیے ہیں۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب اس (یہودی) کو کہا جاتا تمہیں کیا ہوا؟ تم اپنی امانت کو

ادا نہیں کرتے تو وہ کہتا ہے ہم پر عرب کے مالوں میں کچھ حرج نہیں (یعنی کوئی گناہ نہیں ان کے غضب کرنے میں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے لیے حلال کر دیا ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "من اھل الکتب" سے لے کر "ذلک بانھم قالوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ" تک نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا زمانہ جاہلیت میں جو کچھ تھا ان دونوں قدموں کے نیچے ہے مگر امانت کیونکہ اس کی ادائیگی (لازم ہے) نیک اور بدکار کی طرف۔

ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے صعصعہؒ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم جنگ میں اہل ذمہ کے مالوں میں سے مرغی اور بکری حاصل کرتے ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا پس تم لوگ کیا کہتے ہو تو صعصعہؒ نے کہا ہم یہ سنتے ہیں کہ ہم پر کوئی گناہ نہیں اس بارے میں تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اہل کتاب والوں نے کہا لفظ آیت "لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ" کیونکہ جب انھوں نے یہ جزیہ ادا کر دیا تو اب ان کا مال تمہارے لیے حلال نہیں مگر ان کی دل کی خوشی کے ساتھ۔

یہود جھوٹ بولتے ہیں

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ آدمیوں نے زمانہ جاہلیت میں یہودیوں کو (کچھ مال) فروخت کیا جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے یہودیوں سے اپنے مال کی قیمت کا تقاضا کیا تو یہودیوں نے کہا ہم پر کوئی امانت کی واپسی نہیں اور ہمارے پاس تمہارے لیے کوئی ادائیگی نہیں کیونکہ تم نے اپنے دین کو چھوڑ دیا ہے جس پر تم

(پہلے) تھے اور انھوں نے دعوی کیا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں اسی حکم کو پایا تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ویقولون علی اللہ الکذب" (یعنی اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان بوجھ کر)۔

یہودی غیر یہودی کا مال کھانا کیوں جائز سمجھتے تھے؟

(۱) یہودی اپنے دین میں سخت متعصب تھے وہ کہتے تھے جو دین میں ان کا مخالف ہو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور جس طرح بن پڑے اس کا مال لوٹنا بھی جائز ہے۔

(۲) یہودی کہتے تھے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ساری مخلوق ہماری غلام ہے اس لیے وہ ہر غیر یہودی کا مال اپنے لیے جائز سمجھتے تھے۔

(۳) یہودی مطلقاً غیر کے مال کو حلال نہیں سمجھتے تھے بلکہ عرب کے جو لوگ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آئے تھے ان کے مال کو کھانا اپنے لیے جائز گردانتے تھے۔ [۱]

یہودی جو کہتے تھے کہ مسلمانوں کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی تحقیر اور اپنا تفوق بیان کرنا تھا' وہ اس پر تکبر کرتے تھے کہ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں اور ان کو مسلمانوں سے پہلے کتاب دی گئی اس لیے وہ خود کو اہل کتاب اور مسلمانوں کو امین کہتے تھے' اور جو شخص دین میں ان کا مخالف ہو اس کے حقوق کے استحصال کو جائز سمجھتے تھے' اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص جاہل ہو یا امی ہو اس کے حقوق کو ضائع کرنا جائز ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تورا ۃ میں اسرائیلی اور غیر اسرائیل کے ساتھ معاملات میں تفریق تو کی ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ غیر اسرائیلی کے مال کو ناجائز طور پر ہڑپ کر لیا جائے لیکن انھوں نے اپنے سوء فہم اور کم عقلی سے یہ سمجھ لیا کہ غیر اسرائیلی کا مال کھانا جائز ہے' تورات کی

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

عبارت یہ ہے:

تو پردیسی (اجنبی، غیر اسرائیلی) کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا تاکہ خداوند تیرا اس ملک میں جس پر تو قبضہ کرنے جا رہا ہے تیرے سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے تجھ کو برکت دے۔ (۱)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ غیر اسرائیلی سے اسرائیلی کا سود لینا جائز ہے، یہ نہیں کہا کہ غیر اسرائیلی کا اصل مال ہڑپ کر لینا جائز ہے، اور یہ بھی اس تقدیر پر ہے کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ موجودہ تورات میں جو یہ آیت لکھی ہوئی ہے اصل تورات میں بھی یہ حکم اسی طرح تھا، جب کہ قرآن مجید میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت محرف ہے، کیونکہ جب غیر اسرائیلی سے سود لینا جائز ہوگا تو غیر اسرائیلی سے اس کی اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنا جائز ہوگا۔ اور یہی غیر اسرائیلی کا ناحق مال کھانا ہے جس کو یہودی جائز سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا: وہ اللہ پر دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ (آل عمران:۷۵)

امام ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے کہا عربوں کا مال لوٹنے پر ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہود سے کہا گیا کہ تم اپنے پاس رکھوائی ہوئی امانتیں واپس کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا کہ عربوں کا مال کھانے پر ہماری گرفت نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے۔

ابن جریجؒ بیان کرتے ہیں کہ قبل از اسلام کچھ لوگوں نے یہودیوں کے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا، پھر وہ

۱۔ (استثناء باب:۲۳ آیت:۲۰، پرانا عہد نامہ ص ۱۸۸)

لوگ مسلمان ہو گئے اور انھوں نے یہودیوں سے اپنے مال کی قیمت کا تقاضا کیا' یہودیوں کے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا' پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور انھوں نے یہودیوں سے اپنے مال کی قیمت کا تقاضا کیا' یہودیوں نے کہا ہمارے پاس تمہاری کوئی امانت نہیں ہے' نہ ہم نے تمہارا کوئی مال ادا کرنا ہے' کیونکہ تم نے اپنا سابق دین ترک کر دیا ہے اور انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہماری کتاب میں نہ اسی طرح لکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ پر دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں:

غیر معروف طریقہ سے مخالفین کا مال کھانے کا عدم جواز:

سعید بن جبیرؒ روایت کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے دشمن جھوٹ بولتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے' ماسوا امانت کے کیونکہ وہ ادا کی جائے گی۔ [۱]

امام احمدؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا مال ناحق کھایا وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس سے ناراض ہوگا۔

امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام ترمذی اور امام نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا' اور امام طبرانیؒ نے معجم اوسط میں حضرت انسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص امانت دار نہ ہو وہ مومن نہیں اور جو شخص عہد پورا نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں اور عہد توڑنے والے اور

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امانت میں خیانت کرنے والے کی سزا اللہ کے نزدیک زنا، چوری، شراب نوشی، جوئے اور ماں باپ کی نافرمانی اور دیگر تمام کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہے، کیونکہ عہد شکنی کا فساد اور اس کا ضرر بہت بڑا اور بہت عام اور بہت شامل ہے۔ (۱)

﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝۷۶﴾

ہاں! کیوں نہیں جو لوگ اللہ کے عہد کو پورا کریں گے اور اللہ سے ڈریں گے تو بیشک اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ربط آیات:

اوپر یقولون سے اہل کتاب کے دعوی کی تکذیب مذکور تھی، آگے ان آیات سے اسی تکذیب کی تاکید اور ایفاء عہد کی فضیلت اور نقض عہد کی مذمت کی تصریح ہے۔

بَلٰى: یعنی جس طرح یہودی کہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ مومنین کے معاملہ میں بھی ان کی گرفت ہوگی یہ مطلب ہے کہ (کافروں کے) مال کے بچاؤ کی صرف دو صورتیں ہیں مسلمان ہوجانا یا مسلمانوں کا ذمی بن جانا (یعنی یہودی الٹا سمجھے ہیں کہ مسلمان کے مال کو اپنے لیے مباح جانتے ہیں حقیقت اس کے برعکس ہے ان کا مال مسلمانوں کے لیے مباح ہے ہر طرح سے لینا جائز ہے۔ بچاؤ کی صرف دو صورتیں ہیں مسلمان ہوجانا یا جزیہ دینا) حضرت ابو موسیٰ ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے لڑنے کا اس وقت تک حکم دیا گیا ہے کہ وہ لا الٰہ الاّ اللہ اور محمّد رسول اللہ کا اقرار کرلیں اور ٹھیک

۱۔(تفسیر منیر ج ۳ ص ۲۷۰۔۲۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں اگر وہ ایسا کرلیں تو ان کی جانیں اور ان کے مال سوائے اسلامی حقوق کے ہر طرح مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے اور (اندرونی) حساب فہمی اللہ کے ذمہ ہے (کہ انھوں نے یہ اقرار توحید ورسالت دل کے یقین کے ساتھ کیا ہے یا نفاق کے ساتھ) سلیمان بن بریدؓ نے حضرت بریدؓ کی روایت سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس میں یہ (حکم) بھی مذکور ہے کہ اگر وہ یعنی کفار اسلام سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرنا اگر دیدیں تو لے لینا اور (جنگ کو) ان سے روک دینا۔ ١

مَنۡ اَوۡفٰی بِعَهۡدِهٖ: جس کسی نے بھی اپنا عہد پورا کیا یا جو بھی اپنا عہد پورا کرے۔

مَنۡ شرطیہ ہے یا موصولہ اور عہد سے مراد ہے مالک مال سے واپسی امانت کا کیا ہوا وعدہ یا اللہ کا وہ حکم جو توراۃ میں اللہ نے دیا تھا کہ تمام انبیاء پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور قرآن پر ایمان لانا اور امانت ادا کرتے رہنا۔

اوّل مطلب پر عَهۡدِهٖ کی ضمیر مَنۡ کی طرف راجع ہے اور دوسرے مطلب پر اللہ کی طرف۔

وَاتَّقٰی: اور کفر وخیانت سے بچتا رہا۔ تو اللہ اس سے محبت کرے گا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ: کیونکہ اللہ تقویٰ والوں کو پسند کرتا ہے (اور ایسے لوگ تقویٰ والے ہیں) یحبھم کی جگہ یُحِبُّ الۡمتقِيۡن کہنے میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ تمام امور کا مدار تقویٰ پر ہے وفاء عہد اور تمام فرائض کی ادائیگی اور ممنوعات سے اجتناب تقویٰ ہی کی شاخیں ہیں۔ اسی عموم کی وجہ سے بجائے ضمیر کے المتقین کو ذکر کیا۔ بَلٰی بجائے خود ایک جملہ کا قائم مقام ہے اور اس جملہ کی تاکید من اوفی بعهدہٖ۔ پورا جملہ کر رہا ہے۔

١۔ (متفق علیہ)

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت آئی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: چار (خصلتیں) ہیں جس کے اندر یہ چاروں ہوں گی وہ خالص (عملی) منافق ہوگا اور جس کے اندران میں سے کوئی ایک ہوگی وہ تاوقتیکہ اس کو ترک نہ کردے نفاق کی ایک خصلت اس میں رہے گی جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ بات کرے تو جھوٹی کرے وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ کسی سے جھگڑا ہو تو بیہودہ بکے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹی کرے وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ مسلم کی روایت میں حدیث کے اتنے الفاظ زائد ہیں کہ خواہ وہ روزے رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویدار ہو۔

ابن جریرؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”بلی من اوفی بعھدہ واتقی“ میں ”اتقی“ سے مراد جو شرک سے بچے (اور) لفظ آیت ”فان اللہ یحب المتقین“ سے وہ لوگ مراد ہیں جو شرک سے بچنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتے ہیں۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ ﴾

بیشک جو لوگ بیچتے ہیں اللہ کے عہد کو اور اپنی قسموں کو ایک حقیر قیمت کے عوض یہ وہ

بدنصیب ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

شان نزول: (آیت) "ان الذین یشترون بعھد اللہ"

امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اشعثؓ سے روایت کیا ہے کہ میری اور ایک یہودی کی مشترک زمین تھی، اس نے میرا حصہ دینے سے انکار کیا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ موجود ہیں، میں نے کہا نہیں پھر آپ نے اس یہودی سے کہا کہ قسم کھا، اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ تو جھوٹی قسم کھا کر میرا بھی حصہ لے جائے گا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [۱]

اور امام بخاریؒ نے عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بازار میں سامان لایا اور اللہ کی قسم کھائی کہ وہ جس قیمت پر فروخت کر رہا ہے اس پر دوسرا انھیں دے گا تاکہ مسلمانوں میں سے کوئی اس کی باتوں کے جال میں آجائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ دونوں حدیثوں میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں واقعے ایک ساتھ آیت کریمہ کے نزول کا سبب ہوں۔

اور ابن جریرؒ نے عکرمہؒ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ یہود میں سے حی بن اخطب اور کعب بن

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اشرف وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں جو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعریف اور صفت بیان فرمائی تھی، ان لوگوں نے اس کو چھپا لیا تھا اور اس میں تبدیلی کر کے قسمیں کھاتے تھے کہ یہی منجانب اللہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اس معنی کا بھی امکان ہے مگر زیادہ صحیح وہی شان نزول ہے جو بخاری میں مروی ہے۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے فیصلہ سے حلف اٹھایا تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا مال کھالے وہ جس وقت اللہ سے ملاقات کرے گا وہ اس پر غضبناک ہوگا' اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی: (آیت) "ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا"۔ الایہ (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیسؓ آئے اور پوچھا حضرت ابو عبدالرحمنؓ نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ انھوں نے بتایا اس اس طرح حدیث بیان کی ہے' انھوں نے کہا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' میرے عم زاد کی زمین میں میرا کنواں تھا' میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے مقدمہ پیش کیا' آپ نے فرمایا تم اس کے ثبوت میں گواہ لاؤ' ورنہ پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو اس پر قسم کھالے گا! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے فیصلہ سے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس قسم کے ذریعہ وہ مسلمان کا مال کھالے وہ جب قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ (۲)

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن عمیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ امرء القیس اور حضر موت کے ایک شخص کے درمیان کوئی تنازعہ تھا' دونوں نے اپنا مقدمہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کیا آپ نے حضرمی سے فرمایا تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اگر اس نے قسم کھائی وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضبناک ہوگا' امرء القیس نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو شخص حق پر ہونے باوجود قسم نہ کھائے اور اپنا حق ترک کردے اس کی کیا جزاء ہے؟ آپ نے فرمایا جنت! اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں قسم کو ترک کرتا ہوں' عدیؓ نے کہا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کمانے والے کے لیے عذاب

ابن جریرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے دن کے اول حصہ میں اپنا سامان فروخت کے لیے پیش کیا جب دن کا آخری حصہ (یعنی شام) ہوئی تو ایک آدمی آیا تا کہ اس سے سامان خریدے تو مالک نے قسم کھا کر کہا کہ دن کے اول حصہ میں اتنی قیمت پر اس نے سامان نہیں بیچا اگر شام نہ ہوتی تو میں اس کو اس بھاؤ کے ساتھ فروخت نہ کرتا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتارا" ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا"۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت" ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا" ابو رافع کنانہ بن ابی تحقیق کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

ا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۸' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ ھ)

ابن ابی شیبہؒ نے ابن عون کے طریق سے ابراہیم محمد اور حسن رحمۃ اللہ علیہم ان تینوں حضرات سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا" سے مراد وہ آدمی ہے جو کسی آدمی کے مال کو اپنی قسم کے ذریعہ مار لیتا ہے۔

مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ نے وائل بن حجرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضر موت سے اور ایک آدمی کندہ سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اس آدمی نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے باپ کی تھی کندی نے کہا یہ زمین میرے قبضہ میں ہے میں اسے کاشت کرتا ہوں اس میں اس کا کوئی حق نہیں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے اس نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم ہے (یعنی کندی اب قسم کھائے گا) حضرمی نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم کھانے کی پروا نہیں کرتا اور نہ ہی یہ کسی چیز سے ڈرتا ہے آپ نے فرمایا تیرے اس میں سے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں وہ آدمی چلا تا کہ قسم کھائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب اس نے پیٹھ پھیری کہ اگر اس نے ایسے مال پر قسم کھائی تا کہ وہ اس کو ظلم کے طور پر کھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملاقات کرے گا جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرنے والا ہوگا۔

ابوداؤد وابن ماجہؒ نے اشعث بن قیسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کندہ سے اور دوسرا حضر موت سے ایک زمین کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! میری زمین اس کے والد نے غصب کر لی تھی اور اب وہ اس کے ہاتھ میں ہے آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے عرض کیا نہیں لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میری زمین کو اس کے باپ نے غصب

کیا ہے کندی قسم کھانے کے لیے تیار ہو گیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی آدمی اگر کسی کا مال قسم کے ذریعہ (ناحق) لے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذام والا ہوگا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے) کندی نے (یہ سن کر) کہا یہ زمین اسی کی ہے۔

احمدؒ، البزارؒ، ابویعلی طبرانیؒ نے حسن سند کے ساتھ ابوموسیٰؓ سے روایت کیا ہے دو آدمیوں نے ایک زمین کے بارے میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جھگڑا کیا ایک ان میں سے حضرموت سے تھا آپ نے ایک پر قسم لازم فرمائی دوسرے نے شور مچا دیا اور کہا اب تو وہ میری زمین لے جائے گا آپ نے فرمایا اگر قسم کے ذریعہ ظلم کرتے ہوئے اس نے تیری زمین کو ہتھیا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں کرے گا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا راوی نے کہا دوسرا آدمی ڈر گیا اور زمین اس کو واپس کر دی۔

احمد بن منیعؒ نے اپنی سند میں اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ایسا گناہ جس کا کفارہ نہیں ہوتا اس میں ہم یمین الغموس کو شمار کرتے تھے کہا گیا یمین غموس کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کوئی آدمی اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی دوسرے آدمی کا مال مارے۔

ابن حبانؒ، طبرانیؒ، حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا حرث بن برصاءؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حج میں دو جمروں کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے بھائی کا مال مارلے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے چاہیے کہ یہ حکم تمہارا حاضر آدمی اپنے غائب کو پہنچا دے دو یا تین مرتبہ آپ نے ایسا فرمایا۔

البزارؒ نے عبد الرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جھوٹی قسم مال کو لے جاتی ہے (یعنی مال کو برباد کر دیتی ہے)۔

جھوٹی قسم گھروں کو برباد کر دیتی ہے

بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے سب سے جلدی عذاب لانے والا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے جلدی ثواب لانے والی صلہ رحمی ہے اور جھوٹی قسم گھروں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

حرث بن ابی اسامہ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) کعب بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ مار لیا تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اس کو کوئی چیز نہیں مٹا سکتی اس نقطہ کو قیامت کے دن تک۔

الطبرانی اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا کعب بن مالک وابن سعدؒ، احمد ونسائی وابن ماجہؒ نے جابر بن عتیکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا مال (جھوٹی) قسم کے ذریعہ مار لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیں گے اور اس کے لیے آگ واجب کر دیں گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ مال تھوڑا سا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ ایک مسواک کیوں نہ ہو۔

ابن ماجہؒ نے صحیح سند کے ساتھ ابو امامہؒ، ایاس بن ثعلبہ حارثیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مار لیا اپنی جھوٹی قسم سے ساتھ تو اللہ تعالیٰ اس

کے لیے آگ کو واجب کر دیں گے اس پر جنت کو حرام کر دیں گے صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا اگر چہ تھوڑی ہی چیز ہو یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اگر چہ ایک چھڑی ہو پیلو کے درخت سے (تین مرتبہ ایسا فرمایا)۔

ابن ماجہؒ، ابن حبانؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی غلام یا باندی اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھاتی ہے اگر چہ ایک تر مسواک پر ہو تو اس کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

عبدالرزاق ؒ نے جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے اگر چہ ایک سبز مسواک پر کیوں نہ ہو ابو عبیدہ وخطابی ؒ سے فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی جاتی تھی۔

عبدالرزاق ؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جھوٹی قسم سامان کو گم کر دیتی ہے (یعنی بکوا دیتی ہے) اور کمائی کو مٹا دیتی ہے۔

عبدالرزاق وعبد بن حمیدؒ، ابوداؤد وابن جریر اور حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا عمران بن حصین ؓ سے روایت کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کا مال مار لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے ایک کہنے والے نے ان سے کہا کیا یہ ایسی چیز ہے جو تو نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنی ہے؟ تو فرمایا بلاشبہ تم اس کو ضرور پاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی۔ لفظ آیت "ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم"۔ جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے۔

بخاری ؒ نے ابن ابی ملیکہ ؒ سے روایت کیا کہ دو عورتیں گھر میں جوتا سی رہی تھیں ستال (جس سے سوراخ

کرتے ہیں) اس کے ہاتھ سے آر پار نکل گئی تو اس نے دوسری پر دعوی کر دیا مسئلہ حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے لے جایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر لوگوں کو ان دعوی کے مطابق دے دیا جائے تو چلا جائے گا قوم کا خون اور ان کا مال جس میں وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائیں اور اس کا اقرار کریں پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "ان الذین یشترون بعہد اللہ" لوگوں نے اس کے سامنے اس کا ذکر کیا اس عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

عبد الرزاقؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے سعید بن المسیبؒ سے روایت کیا کہ جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہوں میں سے ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا"۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم یہ جانتے تھے جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہوتے تھے کہ بلاشبہ وہ گناہ جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی وہ جھوٹی قسم ہے جس میں قسم اٹھانے والا جھوٹا ہو۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ جس نے قرآن اس لیے پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے مال حاصل کرے تو اس حال میں اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہوگا یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے "ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا"۔

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ذاذانؒ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن اس لیے پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ (لوگوں سے مال) لے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ایک ہڈی ہوگا

جن پر گوشت (نہ) ہوگا۔

احمدؒ، عبد بن حمیدؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا چادر کو (بطور تکبر کے) نیچے لٹکانے والا اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان جتانے والا۔

عبدالرزاقؒ، احمدؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ آدمی جس نے کسی مسافر کو زائد پانی (جو اس کی ضرورت سے زائد تھا) نہ دیا اور دوسرا وہ آدمی جس نے عصر کے بعد اپنے سامان پر جھوٹی قسم کھائی دوسرے آدمی نے اس کی بات کو سچا قرار دیتے ہوئے اس کو خرید لیا اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کی بیعت کی اگر وہ اس کو کچھ دے تو اس کی وفاداری کرے اور اگر اس کو کچھ نہ دے تو اس کی وفاداری نہ کرے۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کوئی بات نہیں کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا بوڑھا زنا کرنے والا محتاج تکبر کرنے والا اور وہ

آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان دیا ہو پھر اس کو قسم کے ساتھ بیچتا ہے اور قسم کے ساتھ خریدتا ہے۔

طبرانی اور حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں ایسے مرغے کے بارے میں بیان کروں کہ اس کی گردن عرش کے نیچے جھکی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے اے ہمارے رب تو پاک ہے کتنی تیری شان بلند ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ وہ شخص میری نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

ابو وائل ؒ کہتے ہیں کہ اتنے میں سیدنا اشعث بن قیس ؓ آ گئے اور انھوں نے پوچھا، ابو عبدالرحمن (یعنی ابن مسعود ؓ) تم سے کیا بیان کر رہے تھے؟ ہم نے کہا، انھوں نے یہ حدیث بیان کی ہے، تو اشعث ؓ کہنے لگے، یہ آیت تو میرے ہی معاملہ میں اتری تھی، میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا۔ (میں نے اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنا مقدمہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کیا) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ثبوت پیش کرو، ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔" میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! وہ تو قسم کھا لے گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس نے اس لیے قسم کھائی کہ اس کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔" [١]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی ؓ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے اپنا سامان تجارت بازار میں لا کر رکھا، پھر قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس سامان کے اتنے روپے مل رہے تھے، حالانکہ اتنے روپے نہیں مل رہے تھے، قسم کھانے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی مسلمان دھوکا کھا کر اسے خرید لے، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

١۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (إن الذین یشترون بعهد اللّٰہ أیمانہم ثمنا قلیلاً۔۔الخ):٤٥٤٩، ٤٥٥٠]

(اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ)۔ (۱)

سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ وہ تو ناکام اور خسارہ پانے والے ہو گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس بات کو تین دفعہ دہرایا، پھر فرمایا: "اپنے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان کر کے جتلانے والا۔" (۲)

عدی بن عمیرہ کندیؓ بیان کرتے ہیں کہ کندہ کے امرؤالقیس بن عابس نامی ایک شخص نے حضر موت کے ایک شخص سے زمین کے بارے میں اپنے جھگڑے کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرمی شخص سے کہا: "گواہی پیش کرو۔" مگر اس کے پاس کوئی گواہی نہیں تھی۔ پھر آپ نے امرؤالقیس سے کہا: "تم قسم کھاؤ۔" حضرمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اسے قسم کے ذریعے موقع دے دیں گے تو رب کعبہ کی قسم! وہ میری زمین کو لے جائے گا۔ چنانچہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس شخص نے کسی کا مال ناحق لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔" اس حدیث کے ایک راوی رجا بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (إن الذین یشترون بعهد الله وأیمانهم ثمنا قلیلًا ۔۔ الخ): ۴۵۵۱]

۲۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمن بالعطیة: ۱۰۶۔ أبوداؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی إسبال الإزار: ۴۰۸۷]

اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: (اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ اَیۡمَانِہِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا) ”بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔“ امرؤ القیس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جو اسے ترک کر دے اسے کیا ملے گا؟ فرمایا: ”جنت۔“ تو اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ گواہ رہیں میں نے ساری زمین اس کے لیے چھوڑ دی ہے۔ (۱)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص جو اپنے پاس موجود زائد پانی سے مسافر کو روکے، دوسرا وہ شخص جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچے اور تیسرا وہ شخص جو کسی امام کی بیعت کرے، اب اگر وہ امام اسے (مال) دیتا رہے تو بیعت کو پورا کرے اور اگر نہ دے تو اسے پورا نہ کرے۔“ (۲)

﴿ وَاِنَّ مِنۡہُمۡ لَفَرِیۡقًا یَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَہُمۡ بِالۡکِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمَا ہُوَ مِنَ الۡکِتٰبِ ۚ وَیَقُوۡلُوۡنَ ہُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ وَمَا ہُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَیَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۸﴾ ﴾

۱۔[مسند أحمد: ۴/ ۱۹۱، ۱۹۲، ح: ۱۷۷۳۳۔ السنن الکبری للنسائی: ۳/ ۴۸۶، ح: ۵۹۹۶]

۲۔[مسند أحمد: ۲/ ۴۸۰، ح: ۱۰۲۳۶۔ أبوداؤد، کتاب البیوع، باب فی منع الماء: ۳۴۷۴۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی نکث البیعۃ: ۱۵۹۵]

اور بیشک ان میں سے یقینا کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یہود عہود اور مواثیق کو توڑتے ہیں یہ بھی ان کی بڑی گمراہی اور معصیت تھی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زیادہ بڑی گمراہی اور بڑی معصیت کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں۔ بعض آیات کو چھپا لیتے ہیں اور بعض آیات اپنی طرف سے گھڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے دشمن یہود ہیں جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے تھے اور اپنی طرف سے کلام گھڑ کر یہ کہتے تھے کہ یہ کلام ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ یہ یہود ہیں جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا تھا۔ [۱]

"لی" کا معنی اور تورات میں لفظی یا معنوی تحریف کی تحقیق:

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابن جریج رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے "لی" کا معنی ہے کسی چیز کو مروڑنا اور پلٹ دینا جب کوئی کسی شخص کا ہاتھ مروڑ دے تو کہتے ہیں لوی یداہ اور جب کوئی پہلوان دوسرے پہلوان کی پشت زمین سے نہ لگا سکے تو کہتے ہیں "مالوی ظہرہ"۔ (۱)

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی رحمہ اللہ متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

"لوی لسانہ" (زبان مروڑنا) کذب اور من گھڑت باتیں کرنے سے کنایہ ہے۔ (۲)

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قفال نے بیان کیا ہے کہ زبان مروڑنے کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی لفظ کو پڑھتے وقت اس کی حرکات اور اعراب میں تبدیلی کر دیتے تھے جس سے اس کا معنی بدل جاتا تھا عربی میں بھی اس کی بہت مثالیں ہیں اسی طرح عبرانی میں بھی اس کی مثالیں ہیں، خاص طور پر توراۃ کی جو آیات سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں وہ اس میں اس قسم کی تحریف کرتے تھے،

امام رازی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہود توراۃ میں لفظی تحریف کا پتا چل جاتا، اور اس سے ان کی سبکی ہوتی اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ توراۃ کی جو آیات سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں وہ ان پر اعتراضات کرتے تھے اور ان کی باطل تاویل اور تشریح کرتے تھے اور ان آیات کے صحیح معنی پر شبہات واقع کرتے تھے۔

امام رازی رحمہ اللہ کی علمی عظمت اور جلالت قدر کے ہم معترف ہیں اس کے باوجود ہمیں ان کی اس تحقیق سے

۱۔ البیان ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

۲۔ (المفردات ص ۴۵۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ)

اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف کرتے تھے‘ بعض اوقات وہ الفاظ بدل دیتے ‘ بعض اوقات وہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر یہ کہتے کہ یہ اللہ نے فرمایا ہے اور بعض اوقات وہ بعض الفاظ بدل دیتے‘ بعض اوقات وہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر یہ کہتے کہ یہ اللہ نے فرمایا ہے اور بعض اوقات وہ بعض آیات کو چھپا لیتے یا تورات سے حذف کر دیتے اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ تورات میں انبیاء (علیہم السلام) کی طرف شراب پینے اور زنا کرنے کی نسبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ بھی اور اس میں کوئی عاقل شک نہیں کرسکتا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے‘ بلکہ ان کا خود ساختہ کلام ہے‘ ہم نے آل عمران کی آیت: ۳ کی تشریح میں ان محرف آیات کو باحوالہ بیان کیا ہے۔ نیز تورات میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کا صراحۃً بیان ہے جس کو انھوں نے تورات میں حذف کر دیا ‘اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) ” الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبئث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ اپنے پاس اور ان کی برائی سے روکتے ہیں‘ اور پاک چیزیں ان کے لیے حلال کرتے ہیں ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر (مشکل احکام کے) جو بوجھ اور طوق تھے ان کو اتارتے ہیں۔

(آیت) ” محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ترھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التورۃ“۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اصحاب کفار پر بہت سخت ہیں آپس میں بڑے نرم دل ہیں (اے مخاطب!) تو انھیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں' سجدوں کے اثر سے ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے' ان کی یہ صفات تورات میں ہیں۔

یہود نے تورات میں سے سدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر اور آپ کی ان صفات کا ذکر حذف کر دیا اور اسی طرح آپ کے اصحاب کا ذکر اور ان کی صفات کا ذکر حذف کر دیا اور اسی طرح اور بہت سے احکام کو چھپا لیا' اس کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

(آیت) "یاھل الکتاب قد جآءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر"۔ (المائدہ:۱۵)

ترجمہ: اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو تم سے بہت سی ایسی چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگذر فرماتا ہے۔

قرآن مجید کی جن آیتوں میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف کرتے تھے وہ حسب ذیل ہیں:

(آیت) "من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین ولوانھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم واقوم ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلایؤمنون الا قلیلا"۔ (النسآء:٤٦)

ترجمہ: بعض یہودی اللہ کے کلموں میں اس کی جگہوں سے تحریف کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی' (اور آپ سے کہتے ہیں کہ) سنیے درآں حالیکہ آپ نے سنائے گئے ہوں اور اپنی

زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری باتیں سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے حق میں بہتر اور نہایت درست ہوتا ،لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی تو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لاتے ہیں۔

(آیت) "یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ ولا تزال تطلع علی خائنۃ منھم الا قلیلا منھم '(المائدہ:١٣)

ترجمہ: وہ اللہ کے کلموں کو ان کی جگہوں سے محرف کر دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو (ہمارا تحریف کیا ہوا) یہ حکم دیا جائے تو اسے مان لو اور اگر تم کو یہ حکم نہ دیا جائے تو اس سے احتراز کرو۔

(آیت) "وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون"۔(البقرہ:٧٥)

ترجمہ: بیشک ان میں سے ایک فریق اللہ کا کلام سننے اور اس کو سمجھنے کے بعد اس میں دیدہ دانستہ تحریف کر دیتا تھا۔

(آیت) "فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم"۔(البقرہ:٥١)

ترجمہ: تو ظالموں سے جو قول کہا گیا تھا اس کو انھوں نے دوسرے قول سے تبدیل کر دیا۔

(آیت) "فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ"۔(البقرہ:٧٩)

ترجمہ: سو ان لوگوں کے لیے عذاب ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب تصنیف کریں پھر کہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات کے علاوہ ہم نے امام ابن جریر طبری ؒ کے حوالے سے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں بھی اس پر دلیل ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن ابراھیم بن عمر البقاعی ؒ متوفی ۸۸۰ھ اس بحث لکھتے ہیں:

بعض اوقات وہ اس طرح تحریف کرتے تھے کہ مثلاً "لاتقتلوا النفس الا بالحق"، کو الا بالحد پڑھتے، اصل آیت کا معنی تھا کسی شخص کو ناحق قتل نہ کرو اور ان کی تحریف سے یہ معنی ہو گیا کہ کسی شخص کو حد کو سوا قتل نہ کرو، اسی طرح "من زنی فارجموہ" کو محموہ پڑھتے تھے۔ اصل آیت کا معنی ہے جس نے زنا کیا اس کو رجم کرو اور ان کو تحریف سے یہ معنی ہو گیا جس نے زنا کیا اس کا منہ کالا کرو۔ [۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے عوفی ؒ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے لفظ آیت "وان منھم لفریقا یلون السنتھم بالکتب" میں وہ یہودی مراد ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کر دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا تھا۔

الفریابی و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہد ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یلوء السنتھم بالکتب" سے مراد ہے کہ وہ کتاب اللہ میں تحریف کر ڈالتے تھے۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے وھب بن منبہ ؒ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ توراۃ اور انجیل کو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا ان دونوں میں سے ایک حرف بھی تبدیل نہیں ہوا تھا لیکن ان لوگوں نے (لوگوں کو) گمراہ کیا اور تحریف اور (غلط) تاویل کے ساتھ اور اپنے پاس سے اس میں لکھ دیتے تھے اور کہتے تھے "ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ" (یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تھا) لیکن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں ہیں وہ محفوظ ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم ضرور ہی اپنے

۱۔ (نظم الدرر ج ٤ ص ٤٦٤، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ ۱٤۱۳ھ)

سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ، ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا پھر اور کون ہیں۔" [1]

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾﴾

کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ لیکن (وہ تو یہی کہے گا کہ) تم سچے رب والے بن جاؤ۔ اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔

ربط آیات:۔ یہود و نصاریٰ نہ تو کوئی دلیل مانتے تھے اور نہ مباہلہ پر آمادہ ہوئے کیونکہ ان کا مقصد حق کی تلاش و تحقیق نہ تھا بلکہ ان کی ہٹ دھرمی کا سبب شرارت اور فتنہ پردازی تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف

---

[1]۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "لتتبعن سنن من کان قبلکم": ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ: ۲۶۶۹]

سے یہاں ان کی شرارتوں، مکاریوں اور عداوتوں کو بیان کیا گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے آپ کو ان کے دھوکے اور مکر و فریب سے بچا سکیں۔

شان نزول: (آیت) "ما کان لبشر"

ابن اسحاق ؒ اور بیہقی ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت اہل نجران میں سے یہود اور نصاری کے عالم رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے سب کو اسلام کی دعوت دی تو رافع قرقلی بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو معبود بنالیں، جیسا کہ نصاری نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو معبود بنایا آپ نے یہ سن کر فرمایا معاذ اللہ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور عبدالرزاق ؒ نے اپنی تفسیر میں حسن ؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ ہم آپ کو اس طرح سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں کرتے ہیں تو کیا پھر آپ کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اپنے نبی کی عزت کرو اور جو حق بات (اسلام) کہتا ہے اسے سمجھو۔

کسی کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکائے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ما کان البشر، نازل فرمائی۔ [۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے علاوہ دوسرے لوگوں کی عبادت کرتے تھے کتاب اللہ میں اپنی جگہ سے تحریف کرنے کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

من دون اللہ“ یعنی پھر وہ لوگوں کو حکم کرے بغیر اس کے حکم کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا۔

اوپر آیت کے دو سبب نزول بیان ہوئے اگر دونوں ہی ہوں تو اس میں کوئی بات قابل اشکال نہیں آیت میں صاف صاف واضح طور پر بیان فرمایا کہ جس کسی بشر کو اللہ پاک کتاب اور حکمت عطا فرمائے اور نبوت سے نوازے اس کے لیے کسی طرح سے بھی یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے بندہ بنانے کی دعوت دے۔نبیوں کا کام تو یہ تھا کہ لوگوں کو خدائے پاک کی بندگی کی طرف بلائیں اور خدا کا بندہ بنائیں وہ خدائے پاک کی عبادت چھڑا کر اپنی عبادت یا کسی بھی غیر اللہ کی طرف دعوت نہیں دے سکتے اس میں نصاریٰ کی تردید ہوگئی جو یہ کہتے تھے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کی دعوت دی ہے۔اور یہودیوں کے اس قول کا بھی رد ہوگیا جنہوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! تم اپنی عبادت کرانا چاہتے ہو۔جس کسی بھی بندہ کو اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اس نے یہی دعوت دی کہ تم ربانی بن جاؤ، اللہ پر ایمان لاؤ اسی کی عبادت کرو۔

عبد بن حمیدؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کو ایسے ہی سلام کرتے ہیں جیسے کہ ہمارا بعض آدمی بعض کو سلام کرتا ہے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں ؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن تم اپنے نبی کا اکرام کرو اس کے اہل کے حق کو پہچانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کسی اور کو سجدہ کرے تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ”ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتب“ سے لے کر ”بعد اذ انتم مسلمون“ تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ”ربنین“ سے فقہا معلمین مراد ہیں“۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ

لفظ آیت "ربنین" سے فقہاء علماء اور حکماء مراد ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "ربنین" سے علماء فقہاء مراد ہیں۔

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "ربنین" سے حکماء فقہاء مراد ہیں۔

ابن المنذرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ "ربنین" سے حکماء علماء مراد ہیں۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربانیون" سے فقہاء علماء مراد ہیں اور وہ "احبار" سے اوپر ہیں (یعنی مرتبہ میں بلند ہیں)۔

سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ "ربنین" سے حکماء اور متقی لوگ مراد ہیں۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ "الربنیون" سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کی تربیت کرتے ہیں اس حال میں کہ اس کام کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور پھر (یہ آیت) پڑھی لفظ آیت "لولا ینھھم الربنیون والاحبار" پھر فرمایا "الربنیون" سے حاکم مراد ہیں اور "احبار" سے علماء مراد ہیں۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "کونوا ربنین بما کنتم تعلمون الکتب" سے مراد ہے کہ ہر اس شخص پر حق ہے جو قرآن پڑھتا ہے کہ وہ فقیہ بھی ہو۔

ابن المنذرؒ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یوں پڑھتے تھے "وبما کنتم تدرسون"۔

عبد بن حمیدؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس کو پڑھتے تھے لفظ آیت "وبما کنتم تدرسون" مشدد تاء کے رفع اور راء کے کسرہ کے ساتھ۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ " بما کنتم تعلمون الکتب " تخفیف اور تاء کے نصب کے ساتھ ابن عینیہؒ نے فرمایا جو کچھ انھوں نے سیکھا یہاں تک انھوں نے اس کی تعلیم بھی دی۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے ابو بکرؒ سے روایت کیا ہے کہ عاصم ؒ یوں پڑھتے تھے لفظ آیت " بما کنتم تعلمون الکتب " تشدید تا کہ رفع اور راء کے کسرہ کے ساتھ پھر فرمایا الکتاب سے مراد قرآن ہے " و بما کنتم تدرسون " سے فقہ مراد ہے۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتم ؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ کوئی بھی عذر قبول نہیں کیا جائے گا آزاد ہو یا غلام مرد ہو عورت جب تک کہ وہ قرآن کو اپنی طاقت کے مطابق نہ سیکھے اس کی محنت کرتے ہوئے جو وہ پہنچے اس میں سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت " کونوا ربنین بما کنتم تعلمون الکتب و بما کنتم تدرسون " پھر فرمایا فقہاء بن جاؤ اور علماء بن جاؤ۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ابو رزینؒ سے روایت کیا ہے کہ " و بما کنتم تدرسون " سے فقہ کا (آپس میں) مذاکرہ کرو اور وہ بھی فقہی مسائل میں اس طرح مذاکرہ کرتے تھے جیسا کہ ہم آپس میں مذاکرہ کرتے ہیں۔

ابن جریرؒ، و ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " ولا یامرکم ان تتخذوا " سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی تم کو اس چیز کا حکم نہیں دیتا۔

﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ؕ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾ ﴾

وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔ کیا (یہ ممکن ہے کہ) ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے؟ جب کہ تم مسلمان ہو۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَآئِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ (الآیۃ) بعض مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ: ابن اسحاق اور ابن جریر اور ابن منذرؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود اور نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دی، تو ان لوگوں نے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح بندگی کریں جیسے نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرتے ہیں فقال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) معاذ اللہ آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ ہم غیر اللہ کی بندگی کریں یا غیر اللہ کی بندگی کا حکم کریں۔ نہ اللہ نے مجھے اس کے لیے مبعوث کیا اور نہ مجھے اس کا حکم دیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

عبد بن حمیدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ نسلم علیك کما یسلّم بَعضنا علی بعض اَفَلاَ نَسْجُدُلَكَ، ہم جس طرح آپس میں سلام کرتے ہیں، اسی طرح آپ کو بھی سلام کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں۔ قال: لَا، فرمایا نہیں۔ مگر یہ کہ اپنے نبی کا اکرام کرو اور اس کے اہل کا حق پہچانو کسی کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ کرے، تو زندہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے طرز عمل پر چوٹ ہے جنھوں نے انبیاء اور فرشتوں کی تعظیم میں اس قدر غلو کیا کہ ان کو رب تعالیٰ کے مقام پر کھڑا کر دیا۔ انبیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارتیں بنا کر ان میں ان کی تصویریں بنا ڈالیں۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہؓ نے ایک کنیسہ (گرجا) کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے۔"
۔ ۱

اب آپ کو مسلمانوں کے ہر شہر اور تقریباً ہر محلہ میں یہ نقشہ نظر آئے گا۔ جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر عمارت بنانے یا اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔ ۲

بلکہ آپ نے ہر مورتی کو مٹا دینے اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دینے کا حکم دیا۔ جیسا کہ ابوالہیاج الاسدیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن أبي طالبؓ نے کہا کہ میں تم کو اس (کام) کے لیے بھیجتا ہوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھیجا تھا "نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر اسے مٹا دے، نہ چھوڑ کوئی بلند قبر مگر اسے زمین کے برابر کر دے۔" ۳

۱۔[بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشۃ: ۳۸۷۳]
۲۔[مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی من تجصیص القبر والبناء علیہ: ۹۷۰]
۳۔[مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر: ۹۶۸]

۞ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ
وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ
وَلَتَـنۡصُرُنَّهٗ ؕ
قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰ لِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ قَالُوۡۤا
اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ۞ ﴿۸۱﴾

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس کی تصدیق کرنے والا آئے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور ضرور اس کی نصرت کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ وہ بولے ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

ربط آیات اور خلاصہ تفسیر: اس سورت کے شروع سے اب تک جتنی آیات ذکر کی گئی ہیں ان میں اہل کتاب کی تحریفات اور خیانتوں کا ذکر کیا گیا ہے انھوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی اور ان کی کتابوں میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جو اوصاف ذکر کیے گئے تھے' ان کو چھپایا یا ان کو تبدیل کردیا' اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو اس تحریف اور خیانت سے منع کیا جائے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) کی نبوت پر ایمان لانے پر برانگیختہ کیا جائے' زیر تفسیر آیت میں بھی اس مقصود کی تاکید کی گئی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک تمام انبیاء (علیہم السلام) سے عالم ارواح میں یا بعثت کے بعد بذریعہ وحی یہ میثاق اور پختہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے گا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرے گا اور آپ کی مہمات میں آپ کی نصرت اور مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لینے کے بعد اس کی تاکید کے لیے ان سے صراحۃ اقرار کرایا پھر اس کی مزید تاکید کے لیے فرمایا تم سب اس پر گواہ رہنا اور میں بھی گواہوں میں سے ہوں' پھر اس کے بعد فرمایا" پھر اس کے بعد جو عہد سے پھرا وہی لوگ نافرمان ہیں"۔

اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ کلام انبیاء (علیہم السلام) کی امتوں کی طرف متوجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد اس عہد سے پھرنا انبیاء (علیہم السلام) سے متصور نہیں ہے' اور چونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے عہد لیا تھا کہ اگر اس امت کے زمانہ میں وہ نبی امی مبعوث ہو جائیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ اس نبی امی پر ایمان لے آئیں جس نبی کی امت نے بھی اس عہد سے روگردانی کی وہ فاسق اور نافرمان ہوگی۔

علامہ سید محمود آلوسی ؒ نے لکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ یہ کلام انبیاء (علیہم السلام) کی طرف متوجہ ہو یعنی بہ فرض محال اگر نبیوں میں سے بھی کوئی اس عہد سے پھرا تو وہ بھی فاسق ہو جائے گا اور اس میں ان کی امتوں سے تعریضاً خطاب ہے یعنی صراحۃ انبیاء (علیہم السلام) کی طرف اسناد اور کنایۃً ان کی امتوں کی طرف اسناد ہے' جیسا کہ اس آیت میں: (آیت) "لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین"۔ (الزمر: ٦٥) ترجمہ: اگر آپ نے (بہ فرض محال) شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں اور

البتہ آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔لیکن راجح یہی ہے کہ یہ کلام امتوں کی طرف متوجہ ہے۔[۱]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالبؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام امتوں میں سے جو شخص بھی اس عہد کو پکا کرنے کے بعد پورا نہیں کرے گا تو وہ فاسق ہوگا۔

تمام نبیوں سے آپ پر ایمان لانے کے عہد کی تحقیق

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد اہل کتاب سے لیا تھا' یا نبیوں سے ایک دوسرے کی تصدیق کے متعلق لیا تھا یعنی ہر نبی بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کرے یا تمام نبیوں سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے کا پختہ عہد اور میثاق لیا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس میثاق کو انبیاء (علیہم السلام) نے اپنی قوموں سے لیا یعنی جب ان کی قوم کے پاس سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آجائیں تو وہ آپ کی تصدیق کریں اور آپ کی نبوت کا اقرار کریں۔

قتادہؒ نے اس کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ بعض نبی بعض دوسرے نبیوں کی تصدیق کریں اور اللہ کی کتاب اور اس کے پیغام کی تبلیغ کریں' پھر انبیاء (علیہم السلام) نے اللہ کی کتاب اور اس کے پیغام کی تبلیغ کی اور اپنی امتوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر

۱۔(روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ایمان لائیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے اور ان کی نصرت کریں گے۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عالم ارواح میں یا بذریعہ وحی یہ عہد لیا کہ اگر ان کے زمانہ میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہو گئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کی نصرت کریں گے۔

امام ابن جریر طبری ؒ روایت کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی حیات میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہو گئے تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور اس کی نصرت کرے گا' اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے یہ عہد لیتا تھا۔

سدی ؒ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح (علیہ السلام) سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے گا اور ان کی نصرت کرے گا بشرطیکہ وہ اس وقت زندہ ہو ورنہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لیتا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں وہ مبعوث ہو جائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں' ان کی تصدیق کریں اور ان کی نصرت کریں۔ [۱]

اگر یہ شبہ ہو کہ اس آیت میں ان انبیاء (علیہم السلام) سے میثاق لینے کا ذکر ہے جن پر کتاب نازل کی گئی ہے اور وہ صرف تین سو تیرہ رسول ہیں' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نبیوں سے یہ میثاق لیا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے جن نبیوں پر کتاب نازل نہیں کی گئی وہ بھی ان نبیوں کے حکم میں ہیں جن پر کتاب نازل کی گئی ہے کیونکہ ان کو نبوت اور حکمت دی گئی ہے' نیز جن انبیاء (علیہم السلام) کو کتاب نہیں دی گئی ان کو

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۹۔۲۳۶' ملتقطا' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

یہ حکم دیا گیا کہ وہ سابق نبی کی کتاب پر عمل کریں‘ نیز اس آیت میں کتاب اور حکمت سے مراد دین ہے اور تمام انبیاء (علیہم السلام) کا دین واحد ہے اور توحید‘ نبوت‘ تقدیر‘ قیامت‘ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے‘ حشر ونشر‘ حساب وکتاب اور جزاء وسزا پر ایمان رکھنے میں تمام نبی ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ البتہ شریعت ہر نبی کی الگ الگ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں (شرائع) مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔ [۱]

حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک تمام نبیوں نے جس دین کو پیش کیا اور اللہ کی طرف سے جو پیغام سنایا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی‘ اس لیے تمام نبیوں اور ان کی امتوں پر یہ واجب تھا کہ اگر آپ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو وہ آپ کی تصدیق کرتے اور آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی نصرت کرتے۔

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا عموم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تقدیراً امت ہیں اور ہم آپ کی تحقیقاً امت ہیں‘ اگر آپ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت کرنا ان پر ضروری تھا اور ہم آپ پر بالفعل ایمان لائے ہیں‘ نیز قرآن مجید میں ہے۔ (آیت) ”وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا“۔ (سبا: ۲۸) ترجمہ: اور ہم نے آپ کو (قیامت

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰‘ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ھ)

تک کے) تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا ہے درآں حالیکہ آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے تمام نبیوں پر چھ اوصاف کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم دیئے گئے، رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مادہ تیمم اور مسجد بنا دیا گیا، اور مجھے تمام مخلوق کا رسول بنایا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ [۱]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بیشک (حضرت) موسیٰؑ اگر تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ [۲]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں: بعض احادیث میں ہے اگر موسیٰ اور عیسیٰؑ دونوں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، سو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دائماً قیامت تک کے لیے رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں، آپ جس زمانہ میں بھی

۱۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (مسند احمد ج۳ ص۳۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ) اس حدیث کو امام ابو یعلی (مسند ابو یعلی ج۲ ص ۴۲۷۔۴۲۶، مطبوعہ بیروت) اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (شعب الایمان ج۱ ص۲۰۰، مطبوعہ بیروت) حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کی سند میں جابر جعفی ہے وہ ضعیف ہے اور امام طبرانی کی سند میں قاسم بن محمد اسدی ہے اس کا حال مجھے معلوم نہیں، البتہ سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۱ ص۱۷۴) حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام احمد، امام دیلمی اور امام ابو نصر سجزی کے حوالوں سے درج کیا ہے۔ (الدر المنثور ج۵ ص۱۴۷، مطبوعہ ایران)

مبعوث ہوتے تو آپ ہی امام اعظم ہوتے' اور تمام انبیاء (علیہم السلام) پر آپ کی اطاعت مقدم اور واجب ہے' یہی وجہ ہے جب سب نبی مسجد میں اقصی میں جمع ہوئے تو آپ ہی نے سب کی امامت فرمائی اور جب اللہ عزوجل میدان حشر میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو آپ ہی اللہ تعالیٰ کے شفاعت کریں گے' اور مقام محمود صرف آپ ہی کے سزاوار ہے۔ [۱]

حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا' حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک تمام انبیاء اور مرسلین آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے' تمام رسولوں کی آپ قیادت فرمائیں گے' تمام اولین وآخرین میں آپ مکرم ہوں گے' آپ ہی کوثر کے ساقی ہوں گے' سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے آپ کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور دخول جنت کا افتتاح آپ سے ہوگا!

علامہ سید محمود آلوسیؒ متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں عارفین نے کہا ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی نبی مطلق' رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں اور آپ کے ماسوا تمام انبیاء (علیہم السلام) آپ کے تابع ہیں۔ [۲]

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے ایک دوست قرظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ توراۃ کی جامع باتیں لکھ کر مجھے دے دے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں انھیں پیش کروں۔ آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ حضرت عبداللہؓ بن ثابت نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آپ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رسول ہونے پر خوش

۱۔(تفسیر القرآن ج۲ ص ۶۵' مطبوعہ بیروت)

۲۔(روح المعانی ج۳ ص ۲۱۰' مطبوعہ بیروت)

ہوں۔ اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا غصہ دور ہوا اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) تم میں آ جائیں اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہو جاؤ۔ تمام امتوں میں سے میرے حصہ کی امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصہ کا نبی میں ہوں۔

مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو۔ وہ خود گمراہ ہیں تمہیں راہ راست کیسے دکھائیں گے بلکہ ممکن ہے تم کسی باطل کی تصدیق کر لو یا کسی حق کی تکذیب کر بیٹھو۔ خدا کی قسم اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انھیں بھی میری تابعداری کے سوا کچھ حلال نہ تھا۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ اگر (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ (١)

﴿ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ ﴾

پس اس کے بعد جو پھر جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذَالِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ، اس ارشاد کا مقصود اہل کتاب کو تنبیہ کرنا ہے کہ تم اللہ کے عہد کو توڑ رہے ہو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار ان کی مخالفت کر کے اس میثاق کی خلاف ورزی کر رہے ہو جو تمہارے انبیاء سے لیا گیا تھا لہٰذا اب تم ایمان کی حدود سے نکل چکے۔ یعنی اللہ کی اطاعت سے خارج ہو گئے۔ اگر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت انبیاء کے زمانہ میں ہوتی تو ان سب کے نبی آپ ہی ہوتے اور وہ تمام انبیاء آپ کی امت میں شمار ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی

١۔ (ابن کثیر ١/٣٧٧،٣٧٨)۔

شان محض نبی امت کی نہیں بلکہ نبی الانبیاء کی بھی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر آج موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نازل ہوں گے تو وہ بھی قرآن حکیم اور تمہارے نبی ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔ [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت عامہ اور شاملہ ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں اس کی تائید آپ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے آپ کا ارشاد ہے۔

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً۔ لٰہذا یہ سمجھنا کہ آپ کی نبوت آپ کے زمانہ سے قیامت تک کے لیے ہے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم (علیہ السلام) کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں " کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بین الروح والجسد " محشر میں شفاعت کبریٰ کے لیے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کرانا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار ہیں۔

اَفَغَيۡرَ دِيۡنِ اللّٰهِ يَبۡغُوۡنَ وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّاِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ۝۸۳

۱۔ (تفاسیر: جلالین، قرطبی، ابن کثیر)

توکیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے خوشی اور ناخوشی سے اسی کا فرمان بردار ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

شان نزول

امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعوی کیا اور یہ جھگڑا لے کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں فریق دین ابراہیمی سے علیحدہ ہیں۔ اس فیصلہ سے دونوں فریق ناراض ہو گئے اور کہنے گے کہ ہم آپ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپ کے مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

اسلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمان برداری کا نام ہے اور یہی تمام انبیاء کا دین ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اسی دین کی دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے۔ آخرت کی نجات کا دارومدار اسلام پر ہے اس کے سوا کوئی دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین (اسلام) کو چھوڑ کر جو اس نے اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی معرفت نازل فرمایا، کسی اور دین کے طلبگار ہیں اور آسمان و زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی فرمان بردار اور مطیع ہیں خواہ خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے۔ جب کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعا وکرھا (الرعد ۱۵)۔

۱۔ تفسیر بغوی

اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ اپنی خوشی سے یا جبراً۔

اولم یرواالی ماخلق اللہ۔۔ ویفعلون مایؤمرون (النحل ٤٨۔ ٥٠)

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق کے سائے دائیں بائیں، جھک کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمین کے تمام جاندار اور سب فرشتے اور ان میں سے کوئی بھی تکبر نہیں کرتا۔ سب کے سب اپنے اوپر والے رب سے ڈرتے ہیں اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اسی کو بجالاتے ہیں۔ پس مومنوں کا ظاہر و باطن، قلب و قالب دونوں اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمان بردار ہوتے ہیں۔ اور کافر بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور جبراً اس کی طرف جھکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمان اس پر جاری ہیں اور وہ ہر طرح کی قدرت و مشیت کے ماتحت ہے۔ کوئی چیز بھی اس کی قدرت اور غلبہ سے باہر نہیں۔

پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں جس دین کی دعوت دے رہا ہوں وہی تمام انبیاء کا دین ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ حضرت ابراہیم (علیہ السلام)، حضرت اسماعیل (علیہ السلام)، حضرت اسحاق (علیہ السلام)، حضرت یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہوا اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ اور جو کچھ دوسرے انبیاء پر نازل ہوا ان سب پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں بلکہ سب پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان بردار ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کو چھور کر کوئی اور دین طلب کرے تو وہ دوسرا دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔ [1]

طبرانیؒ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لفظ آیت "ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا وکرھا" میں جو مخلوق آسمانوں میں ہے وہ فرشتے ہیں اور جو مخلوق زمین میں ہے اس سے مراد وہ مسلمان جو پیدا ہوا اور کرھا سے مراد دوسری قوموں کے وہ لوگ ہیں جو زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں سے جکڑے ہوئے ہوں گے جن کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا جبکہ وہ خوش نہ ہوں گے۔

الدیلمیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ لفظ آیت "ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا وکرھا" سے مراد ہے کہ فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں آسمان میں اور انصار صحابہؓ اور عبد قیس اس کی اطاعت کرتے ہیں زمین سے۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا وکرھا" سے مراد ہے کہ جب ان سے وعدہ لیا تھا تو انھوں نے اس وقت سر تسلیم خم کیا۔

ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے طوعا وکرھا (یعنی خوشی سے یا ناخوشی سے) اور یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا لفظ آیت "وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعا وکرھا" (الرعد آیت ۱۵)۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ولہ اسلم من فی

ا۔(ابن کثیر ۳۷۸،۳۷۹/ ۱)۔

السموت“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ جدا ہے لفظ آیت ”ومن فی السموت والارض طوعا وکرھا“ سے (یعنی جو زمین میں ہیں جن وانس وہ بھی خوشی یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کی فرمان بردار ہیں)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ”ولہ اسلم“ سے مراد ہے معرفت (یعنی آسمان اور زمین میں ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتی ہے)۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لفظ آیت ”ولئن سالتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ“ (یعنی جب آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے) یہی ان کا اسلام تھا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہر آدمی اقرار کرتا ہے اپنی ذات سے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں پس جو اس کی عبادت میں شرک کرے گا تو یہ وہ شخص ہے جو اسلام مجبوری سے لایا اور جو شخص خاص اللہ کی عبادت کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جو خوشی سے اسلام لایا۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کئی قومیں اسلام لانے پر مجبور کی گئیں اور کئی قومیں خود بخود فرمان برداری کرتے ہوئے آئیں اسلام لائیں۔

مطر الوراقؒ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ فرشتے خوشی سے انصار خوشی سے بنو سلیم خوشی سے اور عبد القیس خوشی سے اسلام لائے باقی اور سارے لوگوں نے مجبورا اسلام قبول کیا۔ خوشی سے جو اسلام قبول کرے وہی مقبول ہے۔ (یہ ان کی ذاتی رائے ہے)

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مومن

خوشی سے اسلام لاتا ہے اور اس چیز نے اسے نفع دیا اور اس سے یہ عمل قبول ہوا لیکن کافر جب اسلام لاتا ہے جب کافر نے اللہ کے عذاب کو دیکھ لیا تو اس کو اس بات کا نفع نہیں ہوتا اور اس سے (اس کا اسلام) قبول بھی نہیں کیا جاتا اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا "فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راو باسنا"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آسمانوں میں فرشتوں نے خوشی سے اور زمین میں انصار اور عبدالقیس نے خوشی سے اطاعت کی۔

شعبیؒ نے فرمایا کہ "ولہ اسلم من فی السموت والارض" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی اطاعت و فرمان برداری کا تقاضا کیا۔

ابوسفیانؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولہ اسلم من فی السموت والارض" سے معرفت مراد ہے کیونکہ جس سے بھی تو اس کے بارے میں سوال کرے گا یہ کہ وہ جانتا ہوگا۔

عکرمہؒ نے فرمایا کہ "وکرھا" سے مراد وہ لوگ ہیں جو مشرکین عرب میں سے اور قیدیوں میں سے اسلام لائے یا جو مجبور ہو کر مسلمان ہوئے۔

طبرانیؒ نے الاوسط میں انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص غلاموں کے جانوروں بچوں کے ساتھ برا سلوک کرے تو اس کے کان میں پڑھ دو "افغیر دین اللہ یبغون"۔

ابن السنیؒ نے عمل یوم ولیلۃ میں یونس بن عبیدؒ سے روایت کیا ہے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ کسی سرکش سواری پر سوار ہو تو اس کے کان میں (یہ آیت) پڑھ دے لفظ آیت "افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم" تو (یہ جانور) اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے لیے تابعدار ہو جائے گا۔

﴿ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ ﴾

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہم پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر اور اس پر جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں کرتے۔ اور ہم اس کے لیے فرمان بردار ہیں۔

قل۔ اے پیغمبر! (علیہ السلام) ان سے کہہ دیجئے۔ امنا باللہ۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ یعنی اپنے خدا تعالٰی کی ہستی کو واجب الوجود تسلیم کیا۔ ہم نے اس کی توحید کو مانا۔ اس کے کمال صفات کے ساتھ متصف ہونے کو مانا، اس ذات کو نقص وعیب سے پاک جانا۔ اس کو ازلی وابدی تسلیم کیا۔ ہم اس بات پر ایمان لائے کہ وہی ذات مالک ومختار کل ہے۔ وہی علیم کل ہے۔ وہ خالق کل اور مربی کل ہے۔ وہ ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہے وہی حلال المشکلات ہے۔ وہی نافع اور ضار ہے۔ یہی ایمان باللہ ہے۔ یہی عقیدہ

سبحان اللہ و بحمدہ میں سمجھایا گیا ہے۔

ایمان باللہ کے بعد فرمایا وما انزل علینا۔ اور ہم اس چیز پر بھی ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی، ظاہر ہے کہ ہماری طرف اللہ نے قرآن پاک نازل فرمایا ہے، جس پر ہم ایمان لائے۔ اس کی تشریح میں فرمایا۔ ثم ان علینا بیانہ۔ پھر اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ایمان وہ چیز ہے۔ ماجئت بہ۔ جو کچھ میں لے کر آیا ہوں۔ یعنی جو بھی چیز اللہ کی طرف سے نبی لایا ہے، اس پر ہم ایمان لائے ہیں۔

فرمایا۔ وما انزل علی ابراہیم۔ ہم اس چیز پر بھی ایمان لائے جو ابراہیم (علیہ السلام) پر اتاری گئی ہے۔ قرآن میں موجود ہے۔ کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر صحیفے نازل فرمائے۔ جیسا کہ سورہ اعلیٰ میں آتا ہے۔ صحف ابراہیم وموسیٰؑ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین دیا، شریعت دی، احکام دیے اور تمام مخلوق کا امام بنایا۔ فرمایا واسمٰعیل واسحاق ویعقوبؑ والاسباط۔ ہم اس چیز پر بھی ایمان لائے جو حضرت اسماعیل (علیہ السلام)، حضرت اسحاق (علیہ السلام)، حضرت یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دو بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) اور حضرت اسحاق (علیہ السلام) ہیں۔ پہلے حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے اور دوسرے حضرت سارہؑ سے۔ دونوں اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو مستقل شریعت دی۔ حضرت یعقوب (علیہ السلام) حضرت ابراہیم کے پوتے اور حضرت اسحاق (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں۔ وہ بھی اللہ کے صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور پھر حضرت یعقوب (علیہ السلام) کی اسباط یعنی اولاد ہے۔ اس میں سے اللہ نے جس کو نبوت دی، ان پر وحی نازل فرمائی اور ان کو شریعت بھی دی۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) کی اولاد میں سے اللہ نے چار ہزار نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ یہ اتنا عظیم خاندان ہے۔ اسباط سے یہی انبیاء اور رسل مراد ہیں جن میں حضرت داؤد (علیہ السلام) اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) جیسے عظیم پیغمبر مبعوث ہوئے۔ حضرت الیاس (علیہ السلام) بھی آپ کی اولاد میں سے ہیں تاہم بعض انبیاء کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اکثر کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ ان تمام انبیاء (علیہم السلام) پر جو چیز نازل کی گئی۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔

اس کے علاوہ۔ وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ۔ جو چیز موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو دی گئی اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر توراۃ جیسی عظیم کتاب نازل کی گئی۔ اس کے علاوہ کچھ صحیفے بھی ہیں۔ اور عیسیٰ (علیہ السلام) پر اللہ نے انجیل نازل فرمائی۔ جسے بگاڑ کر اہل کتاب نے ایک سو بیس انجیلیں بنا لیں۔ ان میں سے متی، لوقا، یوحنا اور مرقس تو بائیبل میں موجود ہیں۔ جن کے مضامین ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ پانچویں انجیل برناس ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی اصل حالت پر موجود نہیں رہی۔ تاہم ہمارا ایمان اس اصلی انجیل پر ہے۔ جو سریانی زبان میں نازل ہوئی۔

آخر میں فرمایا۔ النبیون من ربھم۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) پر ان کے رب کی طرف سے جو کچھ بھی اتارا گیا ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ مسلمانوں کی صداقت کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ انبیاء (علیہم السلام) پر نازل ہونے والی تمام کتب کو مانتے ہیں۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا۔ تومنون بالکتب کلہ۔ تم تو سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ مگر یہ یہود و نصاری اللہ کی سب سے عظیم اور آخری کتاب قرآن پاک کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی طرف سے بنا کر لائے ہیں (العیاذ باللہ) یہ اس قدر متعصب لوگ ہیں۔

اور یہی ان کے کذب کے دلیل ہے۔ یہ تو ایک دوسرے کے بھی مخالف ہیں۔ مگر ہم تو تمام انبیاء کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہر نبی دوسرے نبی کی تصدیق کرتا ہے۔ اور تمام انبیاء (علیہم السلام) نے حضور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کی۔ اور خدا کی بارگاہ میں آپ کی نصرت کا وعدہ کیا۔

ایمان بالرسل

اور آخر میں تمام انبیاء پر ایمان لانے کی وضاحت اس طرح فرمائی۔ لانفرق بین احد منھم۔ ہم انبیاء اور رسل میں کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے، تفریق کرنے کا معنی یہ ہے کہ یہودیوں کی طرح بعض انبیاء پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے۔ اس قسم کی تفریق صریح کفر ہے کیونکہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر حضور خاتم النبیین (علیہ السلام) تک جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں۔ وہ سب اللہ کے کامل بندے اور برحق نبی ہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے دور میں مخلوق خدا کو حق کا پیغام پہنچایا۔ اللہ نے اپنے انبیاء کو کتابیں اور شرائع عطا فرمائیں۔ ان سب پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر یہود و نصاری اللہ کے تمام انبیاء پر ایمان نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر دونوں گروہ حضور ختم المرسلین (علیہ السلام) پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا یہ تفریق بین الرسل کے مرتکب ہو کر کافر ٹھہرے۔ اسی طرح یہودی مسیح (علیہ السلام) کو نہیں مانتے۔ بلکہ انھیں دجال کہتے ہیں اور ان کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں۔ مگر ہم بحیثیت مسلمان کسی نبی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ ونحن لہ مسلمون۔ ہم اللہ کی فرمان برداری کرنے والے ہیں۔ یہی اسلام ہے۔ یہی ملت ابراہیمی ہے جس کی تعلیم سارے نبی دیتے آئے ہیں۔

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ ﴾

اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کو اختیار کرے گا تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔

شان نزول: (آیت) "ومن یبتغ غیر الاسلام"

سعید بن منصورؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ جب (آیت) "ومن یبتغ غیر الاسلام"۔ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو یہودی بولے کہ وہ مسلمان ہیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا کہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ فرض کیا ہے وہ بولے ان پر فرض نہیں ہے اور حج کرنے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی (آیت) "ومن کفر فان اللہ غنی" (الخ) کہ جو منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

احمد وطبرانیؒ نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا قیامت کے دن اعمال آئیں گے نماز آئے گی اور کہے گی اے میرے رب میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بلاشبہ تو خیر پر ہے اور صدقہ آئے گا وہ کہے گا اے میرے رب میں صدقہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو بھی خیر پر ہے پھر روزہ آئے گا وہ کہے گا میں روزہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بلاشبہ تو بھی خیر پر ہے پھر اس طرح سارے اعمال آئیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بلاشبہ تو خیر پر ہے پھر اسلام

آئے گا وہ کہے گا اے میرے رب! آپ سلام ہیں اور میں اسلام ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بلاشبہ تو خیر پر ہے آج کے دن تیری وجہ سے پکڑوں گا اور تیری وجہ سے عطا کروں گا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا لفظ آیت "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین"۔

حضرت مجاہدؒ اور سدیؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت جلاس بن سوید کے بھائی حارث ابن سوید کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ انصار میں سے تھا وہ اور اس کے ساتھ بارہ افراد دین اسلام سے مرتد ہو گئے اور وہ مکہ میں کفار سے جا ملے تو یہ آیت نازل ہوئی، پھر اس نے اپنے بھائی کی طرف پیغام بھیجا جبکہ وہ توبہ کا طالب ہے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے یہی مروی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمایا: اس نے ان آیات کے نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کرلیا، (آیت) "وھو فی الاخرۃ من الخسرین"۔ ہشام نے بیان کیا ہے: یعنی وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ایک زیاں کار ہے، اور اگر ایسا نہ ہو، تو صلہ اور موصول کے درمیان تفریق کی جاتی۔ اور مازنی نے کہا ہے: الخاسرین پر الف لام ایسے ہی ہے جسے الرجل پر ہے۔[۱]

اسلام کی تعریف اور اس کا مدار نجات ہونا

اسلام" کے لفظی معنی اطاعت وفرمان برداری کے ہیں، اور اصطلاح میں خاص اس دین کی اطاعت کا نام" اسلام" ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، کیونکہ اصول دین تمام انبیاء (علیہم السلام) کی شریعتوں میں ایک ہی ہیں۔ پھر لفظ" اسلام" کبھی تو اس عام مفہوم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی صرف اس آخری شریعت کے لیے بولا جاتا ہے جو خاتم الانبیاء

۱۔ تفسیر قرطبی

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی، قرآن کریم میں یہ دونوں طرح کے اطلاقات موجود ہیں، انبیاء سابقین کا اپنے آپ کو مسلم کہنا اور اپنی امت کو امت مسلمہ کہنا بھی نصوص قرآن سے ثابت ہے، اور نام کا خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے ساتھ مخصوص ہونا بھی مذکور ہے۔

(ھو سمکم المسلمین من قبل وفی ھذا۔ ۲۲:۷۸) خلاصہ یہ کہ ہر دین الٰہی جو کسی نبی ورسول کے ذریعے دنیا میں آیا اس کو بھی "اسلام" کہا جاتا ہے، اور امت محمدیہ کے لیے یہ خاص لقب کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس جگہ "اسلام" کے لفظ سے کونسا مفہوم مراد ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ دونوں میں سے جو بھی مراد لیا جائے، نتیجہ کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، کیونکہ انبیاء سابقین کے دین کو جو اسلام کا نام دیا گیا ہے وہ ایک محدود طبقہ اور مخصوص زمانے کے لیے تھا، اسوقت کا اسلام وہی تھا، اس طبقہ اور امت کے علاوہ دوسروں کے لیے اس وقت بھی وہ اسلام معتبر نہ تھا اور جب اس نبی کے بعد اور کوئی نبی بھیج دیا گیا تو اب وہ اسلام نہیں رہا، اس وقت کا اسلام وہ ہوگا جو جدید نبی پیش کرے، جس میں یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی اصولی اختلاف نہیں ہوگا مگر فروعی احکام مختلف ہو سکتے ہیں، اور خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو اسلام دیا گیا وہ ناقابل نسخ دائمی تا قیامت رہے گا، اور حسب قاعدہ مذکورہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو گئے، اب وہ اسلام نہیں بلکہ اسلام صرف وہ دین ہے جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے واسطہ سے پہنچا، اسی لیے احادیث صحیحہ معتبرہ میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ آج اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو اس وقت ان پر بھی میرا ہی اتباع لازم ہوتا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ قریب قیامت میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نازل ہوں گے، تو باوجود اپنے وصف

نبوت اور عہدہ نبوت پر قائم رہنے کے اس وقت وہ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی شریعت کا اتباع کریں گے۔

اس لیے اس جگہ خواہ اسلام کا مفہوم عام مراد لیں یا مخصوص امت محمدیہ کا دین مراد لیں، نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے کہ خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کے بعد صرف وہی دین اسلام کہلائے گا جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ دنیا کو پہنچا ہے۔ وہی تمام انسانوں کے لیے مدار نجات ہے، آیت مذکورہ میں اسی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین جو شخص اختیار کرے وہ اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۶ ﴾

اللہ کس طرح ہدایت دے گا ان لوگوں کو جنھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا حالانکہ ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ یہ رسول سچے ہیں اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آچکی ہیں اور اللہ ظالموں کو کبھی بھی ہدایت نہیں دیتا۔

شان نزول: (آیت) "کیف یہدی اللہ قوما"

حضرت امام نسائیؒ حاکم اور ابن حبانؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک

شخص نے اسلام قبول کیا پھر وہ مرتد ہوگیا، اس کے بعد اس کو اپنے فعل پر شرمندگی ہوئی تو اس نے اپنی قوم کے پاس قاصد بھیجا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معلوم کرو کہ میرے لیے کچھ توبہ کا امکان ہے اس پر کیف یھد اللہ"۔ سے اخیر تک یہ آیات نازل ہوئیں، چنانچہ اس کی قوم نے اس کو اس چیز سے مطلع کر دیا اور وہ مشرف با اسلام ہوگیا اور عبدالرزاقؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ حارث بن سوید، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آیا اس کے بعد وہ مرتد ہو کر پھر اپنی قوم سے جا کر مل گیا تو اس کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں تو اس کی قوم میں سے ایک شخص نے ان آیات کو یاد کر کے اس کو جا کر سنایا تو حارث سن کر بولے اللہ کی قسم یقیناً تو سچا ہے اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجھ سے زیادہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ سچا ہے چنانچہ اس نے کفر سے توبہ کی اور مشرف با اسلام ہو گئے اور پھر ان کا اسلام بھی بہت اچھا تھا۔

حسن بصریؒ نے کہا یہ آیتیں یہود و نصاری کے متعلق نازل ہوئی ہیں' جو اپنی کتابوں میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات پڑھتے تھے اور ان کا اقرار کرتے تھے اور ان کے حق ہونے کی شہادت دیتے تھے اور جب آپ ان کے علاوہ دوسری قوم سے مبعوث ہو گئے تو انھوں نے آپ کا انکار کیا اور آپ کا اقرار کرنے کے بعد آپ کا کفر کیا۔

ایک اور سند کے ساتھ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنی آسمانی کتابوں میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر پڑھتے تھے اور آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

امام ابو جعفرؒ نے کہا ان اقوال میں حق کے زیادہ مشابہ اور آیات قرآن کے زیادہ قریب وہ قول ہے جو

حسن بصری سے منقول ہے۔ (میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ ابن عباسؓ والا شان نزول زیادہ صحیح ہے)۔۔ [1]

حارث بن سوید انصاری مرتد ہو گیا تھا

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے سدیؒ سے اس آیت "کیف یھدی اللہ قوما" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حارث بن سوید انصاری کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی بعد میں توبہ والی آیت نازل ہوئی لفظ آیت "الا الذین تابوا" تو اس نے توبہ کر لی۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے وجہ آخر سے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت "کیف یھدی اللہ قوما" بنوعمرو بن عوف قبیلہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی اس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور (پھر) شام چلا گیا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ، ابن جریج ؒ کے طریق سے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے وہ بنوعمرو بن عوف کا ایک آدمی تھا جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گیا تھا ابن جریج ؒ نے کہا کہ مجھ کو عبد اللہ بن کثیرؒ نے خبر دی اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ شخص روم چلا گیا اور نصرانی بن گیا پھر اس نے اپنی قوم کو لکھا مجھے بتاؤ کیا میرے لیے توبہ (ہوسکتی ہے) ؟ تو (یہ آیت) نازل ہوئی "الا الذین تابوا" تو (اس پر) وہ (دوبارہ) ایمان لے آیا اور واپس لوٹ آیا ابن جریجؒ نے فرمایا اور عکرمہؒ نے فرمایا کہ یہ (آیت) ابو عامر الراھب، حارث بن سوید بن صامت وحوح بن اسلمت وغیرہ بارہ آدمیوں کے بارے میں نازل

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۴۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

ہوئی جو اسلام سے پھر کر قریش سے مل گئے تھے پھر انھوں نے اپنے رشتہ داروں کو خط لکھے کیا ہمارے لیے توبہ (ہوسکتی) ہے؟ تو اس پر توبہ والی آیت نازل ہوئی لفظ آیت " الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا"۔

ابن اسحاق وابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حارث بن سوید نے مجدد بن زیاد اور قیس بن زید کو جو بنو صبیغیہ قبیلہ کے ایک آدمی تھے احد کے دن قتل کیا پھر قریش سے مل گئے اور وہ مکہ میں تھے پھر انھوں اپنے بھائی جلاس کے پاس ایک آدمی کو بھیجا توبہ کو طلب کرنے سے تاکہ وہ اپنی قوم کے پاس واپس آسکے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت " کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم" قصہ کے آخر تک۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابو صالحؒ، جوام ھانی کے آزاد کردہ غلام تھے سے روایت کیا ہے کہ حرث بن سوید نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کی پھر اہل مکہ سے مل گیا اور احد کی جنگ میں (کفار کی طرف سے) حاضر ہوا اور مسلمانوں کو قتل کیا پھر وہ نادم ہوا تو مکہ کی طرف لوٹ آیا اس نے اپنے بھائی جلاس بن سوید کو لکھا اے میرے بھائی میں اپنے کام پر نادم ہوں اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں اور اسلام کی طرف لوٹتا ہوں؟ یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتادو اگر تم میری توبہ کی امید پاؤ تو مجھ کو لکھ دو انھوں نے یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ذکر کی تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت " کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم" اس کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا جس پر ہے اس کے بارے میں حمایت کو ظاہر کر رہا ہوں پھر وہ اسلام کی طرف لوٹتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت " ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون"

(بلا شبہ وہ لوگ جو کافر بن گئے اپنے ایمان کے بعد کفر میں بڑھتے چلے گئے ہرگز ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور یہ لوگ گمراہ ہیں)۔

ابن جریر ابن ابی حاتم ؒ نے عوفی ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم“ سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہچانا پھر ان کا انکار کر دیا۔

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن المنذر ؒ نے حسن ؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے یہود ونصاری اہل کتاب نے دیکھا اور اس کو پڑھا اور اس بات کی گواہی دی کہ وہ سچے ہیں جب ان (محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت ان کے خاندان سے نہ ہوئی تو اس پر انھوں نے عرب کے لوگوں پر حسد کیا پس انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات کا انکار کر دیا بعد ان کے اقرار کے محض حسد کرتے ہوئے عرب کے لوگوں سے جب کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عربوں میں مبعوث فرمایا۔

یعنی جو لوگ حق کے پوری طرح واضح ہو جانے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سچا نبی ہونے کے واضح اور روشن دلائل دیکھنے کے باوجود محض کبر و حسد اور حب جاہ و مال کی بنا پر کفر کی روش پر قائم رہے، یا ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد پھر مرتد ہو گئے، وہ سراسر ظالم و بدبخت ہیں، ایسے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانا اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کافر سے زیادہ مجرم ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے پھر شرک شروع کر دیا، پھر وہ نادم ہوا، اس نے اپنی قوم کے پاس کسی کو بھیجا (اس پیغام کے

ساتھ) کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت کریں کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟

اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: (كَيْفَ يَهْدِي اللهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَّجَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۔ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۔ خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۔ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ)[آل عمران:٨٦ تا ٨٩] اس کے بعد اس کی قوم نے اس کی طرف یہ پیغام بھیج دیا تو وہ مسلمان ہوگیا۔ [1]

﴿ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ ﴾

ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت

یعنی خدا فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ ہر انسان حتی کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت گو اس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود

۱۔[نسائی کبریٰ، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ (کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد إیمانہم):١١٠٦٥۔ مستدرک حاکم:٤/٣٦٦، ح:٨٠٩٢]

ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ: یہی ہیں جن کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ لعنت اللہ سے مراد ہے اللہ کا غضب لیکن اللہ کے غضب کے بعد اس کی رحمت سے دوری ضروری ہے۔ اسی لیے لعنت سے مراد ہوئی رحمت سے دوری۔

وَالۡمَلٰٓئِكَةِ: اور فرشتوں کی لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دور رہنے کی بددعا۔

وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ: اور تمام لوگوں کی لعنت تمام لوگوں سے مراد ہیں تمام مومن یا سب آدمی خواہ کافر ہوں یا مومن کیونکہ کافر بھی منکرِ حق پر لعنت کرتا ہے اگرچہ (اس کی لعنت اسی پر پڑتی ہے کیونکہ وہ بھی منکر حق ہوتا ہے مگر) وہ حق کی شناخت نہیں رکھتا یا یہ مراد ہے کہ قیامت کے دن بعض کافر بعض کافروں پر لعنت کریں گے اللہ نے فرمایا ہے: يَكۡفُرُ بَعۡضُكُمۡ بِبَعۡضٍ وَّيَلۡعَنُ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا۔

﴿ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۝٨٨ ﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا: اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے یا آگ میں ہمیشہ رہیں گے آگ کا ذکر گو صراحۃ نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے (کیونکہ لعنت کے بعد دوزخ لازم ہے)۔

لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ: ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔

وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ : اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (کہ ٹھہر ٹھہر کر عذاب دیا جائے گا کچھ موقع دم لینے کا دیدیا جائے گا)۔

﴿ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۸۹﴾ ﴾

البتہ جو لوگ اس سب کے بعد بھی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں، تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرتد صدق دل سے توبہ کر لے اور دوبارہ اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی غلطی کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ (الآیۃ) لیکن جو مرتد ہونے کے بعد شرمندہ ہوئے اور توبہ کی اور اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح بھی کر لی تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمانے والا اور انھیں دنیا میں عمل خیر کی طرف اور آخرت میں جنت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

مرتد کی بھی توبہ قبول ہے:

کوئی بھی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کرنے سے معاد ہو جاتا ہے، توبہ میں شرط یہ ہے کہ جس قسم کا گناہ ہو ویسی ہی توبہ کرے ظلم سے توبہ یہ ہے کہ مظلوم سے معاف کرائے سود خوری سے توبہ یہ ہے کہ پچھلا لیا ہوا واپس کرے اور اگر ایسا نہ کیا مگر توبہ سچی بکمال ندامت کی تو حقوق اللہ معاف اور حقوق العباد باقی رہیں گے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝٩٠ ﴾

مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے ان کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی، یہی لوگ پکے گمراہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (الآیۃ) مطلب یہ ہے کہ مرتد ہونے کے بعد اس ارتداد پر اڑے رہے اور توبہ نہ کی اور اسی حالت میں غرغرہ کی حالت آگئی تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک جہنمی سے کہے گا کہ اگر تیرا پاس دنیا بھر کا سامان ہو تو کیا اس عذاب نار کے بدلے اسے دینا پسند کرے گا؟ وہ کہے گا "ہاں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تجھ سے اس سے کہیں زیادہ آسان بات کا مطالبہ کیا تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، مگر تو شرک سے باز نہیں آیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کے لیے دائمی عذاب ہے اس دنیا میں اگر کچھ کار خیر بھی کیے ہوں گے تو وہ بھی کفر کی وجہ سے ضائع ہوجائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ عبداللہ بن جدعان کے بابت پوچھا گیا کہ وہ مہمان نواز، غریب پرور تھا اور غلاموں کو آزاد کرنے والا تھا کیا یہ اعمال اسے نفع دیں گے ؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نہیں، کیونکہ اس نے ایک دن بھی اللہ سے اپنے گناہوں کی

۱۔ (مسند احمد، ھکذا اخرجہ البخاری ومسلم، ابن کثیر) ا

معافی نہیں مانگی۔ [1]

البزارؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ قوم اسلام لائی پھر مرتد ہوئی پھر اسلام لائی پھر مرتد ہوئی انھوں نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا تا کہ ان کے لیے (رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادو کفرا"۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاری ہیں موت کے وقت ہرگز ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے یہودی مراد ہے جنھوں نے انکار کیا انجیل کا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کا پھر کفر میں اور زیادہ بڑھ گئے بوجہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن کے انکار کرنے سے۔

ابن جریر ابن المنذر ابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت یہود و نصاری کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر اپنے گناہوں کی وجہ سے کفر میں بڑھتے چلے گئے پھر اپنے کفر میں رہتے ہوئے ان گناہوں سے توبہ کرنے لگے اگر یہ ہدایت پر ہوتے تو ان کی توبہ قبول کی جاتی لیکن وہ گمراہی پر تھے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لن تقبل توبتہم" سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی لیکن اصل (یعنی کفر سے) توبہ نہیں کی۔

1۔ صحیح (مسلم)

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر ابن ابی حاتمؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لن تقبل توبتھم" سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی لیکن اصل (یعنی کفر سے) توبہ نہیں کی۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ثم ازدادو کفرا" سے مراد ہے کہ وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے (اور) "لن تقبل توبتھم" سے مراد ہے کہ جب وہ اپنی موت کے وقت توبہ کریں گے تو ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿٩١﴾ ﴾

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور اسی کفر کی حالت میں مر گئے اگر وہ زمین بھر سونا فدیہ میں دے دیں تو ہرگز ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

ایمان کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کی کفار کی تین قسمیں

مذکورالصدر آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ان کے ایمان مقبول ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں بیان فرمائیں ہیں:

(۱) جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جائے اور تادم مرگ کفر پر قائم رہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ

قبول نہیں فرماتا اور اس کو جبراً یا سزاً ہدایت نہیں دیتا' اس کے لیے سخت سزا ہے' وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی نہ اس کو مہلت دی جائے گی' البتہ ان میں سے جو شخص نادم اور تائب ہو گیا اور اس نے بداعمالیوں کی تلافی کی اور نیک عمل کر لیے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس کے لیے رحمت اور مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

(۲) جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور مسلسل کفر کرتے رہے اور موت کو دیکھ کر توبہ کی یا صرف زبان سے توبہ کی اور دل سے توبہ نہیں کی' اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول نہیں فرمائے گا۔

(۳) جو کافر کفر پر فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی کسی نیکی کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا خواہ اس نے عبادت کی نیت سے روئے زمین کے برابر سونا خیرات کیا ہو' اور نہ روئے زمین کے برابر سونا آخرت میں اس کے عذاب کا فدیہ ہو سکتا ہے قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "ان الذین کفروا لو ان لھم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیامۃ ما تقبل منھم ولھم عذاب الیم"۔ (المائدہ:۳۶)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور چیزیں (بھی) ہوں تاکہ وہ ان کو قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ دیں' تو وہ ان سے قبول نہیں کی جائیں گی اور ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے قیامت کے دن ایک کافر کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ بتا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ تمام زمین کو بھر

لے' کیا تو اس کو فدیہ میں دے گا'؟ وہ کہے گا: ہاں! اس سے کہا جائے گا تجھ سے تو دنیا میں اس سے کہیں آسان چیز (اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے) کا سوال کیا گیا تھا۔ (۱)

امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور اس میں ہے کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورہ مائدہ کی اس آیت کو تلاوت فرمایا:۔ (۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے قیامت کے دن کافر تو کسی کھجور کی کھوکھلی گٹھلی جیسی حقیر کا بھی مالک نہیں ہو گا تو اس کے متعلق تمام زمین بھر سونا فدیہ کرنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دنیا میں کافر نے اتنا سونا خیرات کیا ہو پھر بھی وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض قیامت کے دن کافر کے پاس اتنا سونا ہو اور وہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ دینا چاہے تو یہ فدیہ قیامت کے دن اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

نیز اس سے پہلے ہم صحیح مسلم کے حوالے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان بہت نیکیاں کرتا تھا' مہمانوں کو کھلاتا تھا' قیدیوں کو آزاد کراتا تھا' بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا' کیا اس کو اس سے نفع ہو گا؟ آپ نے فرمایا نہیں' اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے رب! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان الذین کفروا و ماتوا و ہم کفار فلن یقبل من احدہم ملء الارض ذھبا" سے مراد ہے کہ ہر کافر سے یعنی یہ مال بطور فدیہ قبول نہیں کیا جائے

۱۔(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔(مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

گا۔

عبد بن حمیدؒ، بخاریؒ ،مسلمؒ ،نسائیؒ ،ابن جریرؒ،ابن المنذرؒ،ابن ابی حاتم وابو شیخ وابن مردویہ اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا اگر تیرے پاس زمین بھر کر سونا ہوتا کیا تو اس کا فدیہ دیتا؟ وہ کہے گا ہاں! پھر اس سے کہا جائے گا کہ دنیاوی زندگی میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا گیا تھا جو اس سے زیادہ آسان تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے لفظ آیت "ان الذین کفروا وما تواوہم کفار"۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، تو کیا ان اچھے کاموں کا اسے کوئی فائدہ ہوگا؟ فرمایا: "نہیں! اسے کوئی اچھا کام فائدہ نہیں دے گا، اس لیے کہ اس نے کبھی زندگی میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا تھا، اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔" (۱)

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! میرا گھر بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کچھ مانگ اور کوئی تمنا کر۔ وہ عرض کرے گا، یا اللہ! میری کوئی خواہش اور تمنا نہیں ہے، ہاں، البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں بھیج دے، تاکہ میں تیرے راستہ میں دس بار شہید کیا جاؤں۔ وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت کو دیکھ

۱۔[مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی الکفر لا ینفعہ عمل: ۲۱٤]

کر کرے گا۔ اسی طرح اہل جہنم میں سے بھی ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا، میرے پروردگار! یہ بدترین گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا تو اس جگہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین کے بھراؤ کے برابر سونا بطور فدیہ دینے کو تیار ہے؟ وہ عرض کرے گا، ہاں، یا اللہ! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تو تجھ سے اس سے بہت کم اور بہت آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا مگر تو نے اسے پورا نہیں کیا۔ پھر اسے دوبارہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"[1]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے فرمائے گا، اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب موجود ہو تو کیا تو اسے فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے اس وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا، اس سے بہت زیادہ آسان بات کا تقاضا کیا تھا کہ شرک نہ کرنا، میں تجھ کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نہ مانا اور شرک کرتا رہا۔"[2]

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٩٢﴾ ﴾

تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے نیکی کے اس مقام کو جب تک کہ تم خرچ نہ کرو اس میں سے جو

۱۔ [مسند أحمد: ۳/ ۲۰۸، ح: ۱۳۱۶۷۔ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریتہ: ۳۳۳۴]

۲۔ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبا: ۲۸۰۵]

تمہیں پسند ہے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے۔

ربط: پہلی آیت سے یہ مناسبت ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا، اب اس کے بالمقابل بتلا دیا کہ مومن جو خرچ کرے اسے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

شانِ نزول

مالک واحمد وعبدی بن حمیدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ابوطلحہ انصاریؓ مدینہ منورہ میں زیادہ کھجوروں والے تھے (یعنی ان کے کھجوروں کے باغ تھے) اور ان کے مالوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ مال ان کے نزدیک بیرحاء تھا اور یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس میں داخل ہو کر پانی پیتے تھے۔

جس میں خوشبو تھی جب یہ آیت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم" نازل ہوئی ابوطلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" اور میرے مالوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ ہے میں امید کرتا ہوں اس کی نیکی کا اور اس کے ذخیرے کا اللہ کے نزدیک یا رسول اللہ جہاں آپ پسند فرمائیں اس کو خرچ کریں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا واہ واہ یہ تو بہت نفع دینے والا مال ہے۔ یہ تو بہت نفع دینے والا مال ہے۔

تحقیق میں نے سن لیا جو کچھ تو نے کہا میرا خیال ہے کہ تو اس کو اپنے (غریب) رشتہ داروں میں بانٹ دے ابوطلحہؓ نے فرمایا میں کرتا ہوں ایسا یا رسول اللہ! پھر ابوطلحہؓ نے اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم فرما دیا۔

ابو طلحہؓ کا باغ صدقہ کرنا

عبد بن حمیدؒ مسلمؒ ،ابو داؤدؒ،نسائیؒ ،ابن جریرؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ نازل ہوئی تو ابو طلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ہمارے مالوں کا سوال کیا ہے آپ گواہ بن جایئے کہ میں نے اپنی زمین جو بیر حاء میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے (صدقہ) کر دیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس زمین کو اپنے (غریب) رشتہ داروں کو دے دو چنانچہ انھوں نے یہ زمین حسان بن ثابت اور ابی ابن کعبؓ کو دے دی۔

احمدؒ،عبد بن حمیدؒ،ترمذیؒ نے (اس کو صحیح کہا) ابن جریر وابن مردویہؒ نے لفظ آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ اور ”من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا“ نازل ہوئی تو ابو طلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا فلاں فلاں باغ صدقہ ہے اگر میں اس کی طاقت رکھتا کہ اس کو چھپا لوں تو میں یہ بات ظاہر نہ کرتا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنے خاندان کے (غریب) لوگوں کو دے دو۔

عبد بن حمید اور البزارؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ نے حاضر کیا میں نے ان چیزوں کا ذکر کیا جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھیں۔ میں نے اپنی لونڈی مرجانہ رومی کے سوا اپنے نزدیک کسی چیز کو زیادہ محبوب نہیں پایا پھر میں نے کہا کہ یہ لونڈی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہے اگر میں کسی ایسی چیز کی طرف دوبارہ پلٹتا جس میں اللہ کی راہ میں دے دیا ہوتا تو پھر میں لونڈی سے نکاح کرتا بعد میں آپ نے حضرت نافعؓ سے اس کا نکاح کر دیا۔

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن المنذرؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ ان کے لیے ایک باندی جلولاء کے قیدیوں میں سے خرید کر ان کی طرف بھیج دیں

انھوں نے باندی خرید کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ پھر آپؓ نے (باندی) کو آزاد کر دیا۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے محمد بن المنکدرؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ نازل ہوئی تو زید بن حارثہؓ ایک گھوڑا لے کر آئے جس کو شبلہ کہا جاتا تھا اور ان کے نزدیک یہ مال سب سے زیادہ محبوب تھا عرض کیا یہ گھوڑا صدقہ ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبول فرمایا اور ان ہی کے بیٹے اسامہ کو دے دیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زیدؓ کے چہرہ کی طرف دیکھا اور فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اس کو قبول فرما لیا ہے۔

زید بن حارثہؓ کا گھوڑا صدقہ کرنا

عبدالرزاق وابن جریرؒ، معمرؒ کے طریق سے ایوبؒ اور دوسرے روایتوں سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت ”لن تنالوا البر“ نازل ہوئی تو زید بن حارثہؓ ایک گھوڑا لے کر آئے جو ان کو محبوب تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اللہ کے راستہ میں (صدقہ) ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس پر اسامہ بن زیدؓ کو سوار فرما دیا۔ زیدؓ نے گویا اپنے دل میں کوئی اضطراب پایا جب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زید کی اس کیفیت کو دیکھا تو فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرما لیا ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے ثابت بن حجاجؒ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئی لفظ آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ تو زیدؓ نے فرمایا اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں جو مجھے زیادہ محبوب ہو میرے اس گھوڑے سے (لہٰذا) میں اس کو مسکینوں پر صدقہ کرتا ہوں اور

وہ اسے لگا تار بیچتے رہے اور یہ ان کو بہت پسند تھا تو انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دوبارہ خریدنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے خریدنے سے منع فرمادیا۔

ابن جریرؒ نے میمون بن مہرانؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ابوذرؓ سے سوال کیا کہ کون سے اعمال افضل ہیں؟ انھوں نے فرمایا نماز اسلام کا ستون اور جہاد عمل کا ستون ہے (یعنی سب سے بلند ہے) اور صدقہ عجیب چیز ہے اس آدمی نے کہا اے ابوذرؓ! تو نے ایک ایسی چیز کو چھوڑ دیا جو میرے دل میں یہ بڑا معتبر عمل ہے میں نے آپ کو اس کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا ابوذرؓ نے پوچھا وہ کونسا ہے؟ تو اس آدمی نے کہا روزہ تو انھوں نے فرمایا (یہ عمل بھی) عبادت ہے لیکن افضل عمل نہیں ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون"۔

حضرت ابوذرؓ کی وصیت

عبد بن حمیدؒ نے بنو سلیم کے ایک آدمی سے روایت کیا ہے کہ میں ابوذرؓ سے ربذ میں ملا جہاں ان کا اونٹوں کا ریوڑ تھا اور ان کا ایک کمزور چرانے والا تھا میں نے عرض کیا اے ابوذرؓ! کیا میں آپ کا ساتھی نہ بن جاؤں میں آپ کے اونٹوں کی حفاظت کروں اور میں آپ سے بعض وہ چیز حاصل کروں گا جو آپ کے پاس ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے ذریعہ نفع دے ابوذرؓ نے فرمایا میرا ساتھی وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر تو میری اطاعت کرنے والا ہوگا تو میرا ساتھ ہوگا ورنہ نہیں میں نے عرض کیا وہ کیا چیز ہے کہ جس میں آپ مجھ سے اطاعت کا سوال کرتے ہیں ابوذرؓ نے کہا اپنے مال میں سے جب کوئی مال لانے کا کہوں تو سب سے افضل مال تلاش کر کے لائے فرمایا میں (یعنی جیسے کہوں وہ افضل اور عمدہ مال لائے) پھر راوی نے کہا میں ان کے پاس ٹھہرا رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ان سے پانی کی حاجت کا

ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا میرے پاس ایک اونٹ اونٹوں میں سے لے آ۔ میں نے اونٹ تلاش کیا سب سے اچھا اونٹ بڑا مطیع تھا میں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا پھر مجھے ان کی حاجت اس اونٹ کی طرف یاد آ گئی تو میں نے اس کو چھوڑ دیا اور میں نے ایک اونٹنی کو پکڑا اس اونٹ کے بعد وہی سب سے اچھی تھی میں اس کو لے آیا انھوں نے اس سے نظر پھیر لی اور فرمایا اے بنو سلیم کے بھائی تو نے میری خیانت کی جب میں نے ان کی بات سمجھ لی اس بارے میں تو میں نے اس اونٹنی کا راستہ چھوڑ دیا اور میں اونٹ کی طرف واپس آیا میں نے پھر اسی اونٹ کو پکڑا اور اس کو لے آیا آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا دو آدمی اپنے عمل کا ثواب کمانا چاہتے ہیں دو آدمیوں نے کہا ہم آپ نے فرمایا اسے لے جاؤ پھر اس کو رسی سے باندھ دو پھر اس کو ذبح کرو پھر آبادی کے گھر شمار کرو اور اس اونٹ کے گوشت کو ان کی تعداد کے مطابق بانٹ دو اور ابوذرؓ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تو میری وصیت کی حفاظت کرے گا تو اس پر غالب رہا یا تو بھول گیا تو میں تجھ کو معذور جانوں میں نے کہا میں آپ کی وصیت کو نہیں بھلا لیکن جب میں نے اونٹ تلاش کئے تو میں نے اسی اونٹ کو پایا جو ان میں افضل تھا میں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو میں نے تمہاری حاجت کو یاد کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا تو نے اس کو نہیں چھوڑا تھا مگر میری حاجت کے لیے؟ بلاشبہ میری حاجت کا دن وہ ہے جس دن مجھے قبر میں رکھا جائے گا سو یہ دن میری حاجت کا ہوگا بلاشبہ مال میں تین شریک ہیں تقدیر اس بات کا انتظار نہیں کرتی اچھائی یا برائی کو لے جانے کا اور وارث انتظار کرتا ہے کہ تو کب مرے پورا پورا لیتا ہے اور تو مذمت کیا ہوا ہوتا ہے اور تیسرا تو خود اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تو ان تینوں میں سے عاجز ترین نہ ہو پس تو ہر گز ایسا نہ ہو جا (کہ اللہ کے راستہ میں) بالکل ہی مال خرچ نہ کرے) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" اور بیشک یہ مال ان مالوں

میں سے ہے جو مجھ کو زیادہ محبوب ہیں پس میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں اس کو اپنے لیے آگے بھیج دوں۔

احمدؒ نے حضرت عائشؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک گوہ لائی گئی آپ نے اس کو نہیں کھایا اور نہ اس سے منع فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم اس کو مسکینوں کو کھلا دیں؟ آپ نے فرمایا ان کو مت کھلاؤ ان چیزوں میں سے جن کو تم نہیں کھاتے ہو۔

ابونعیمؒ نے حلیہ میں مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" نازل ہوئی تو انھوں نے ایک لونڈی کو بلایا اور اس کو آزاد کردیا۔

احمدؒ نے الزھد میں ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نماز کی حالت میں قرآن پڑھتا (جب) اس آیت پر پہنچے لفظ آیت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" تو اپنی ایک لونڈی کو آزاد کردیا نماز میں اشارہ کرتے ہوئے۔

ابن المنذرؒ نے نافعؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شکر خرید کر اس کو صدقہ کردیتے تھے ہم نے آپ سے عرض کیا اگر آپ اس قیمت سے غلہ خرید لیتے تو ان کے لیے یہ زیادہ نفع مند ہوتا تو انھوں نے فرمایا میں اس بات کو جانتا ہوں جو تم لوگ کہتے ہو لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لفظ آیت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" اور ابن عمر خود شکر پسند فرماتے تھے (اس لیے اپنی پسندیدہ چیز شکر کو صدقہ فرماتے تھے)۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لن تنالوا البر" سے جنت مراد ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہرگز تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ تم چاہتے ہو لفظ آیت "وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم" (یعنی جو کچھ تم کسی چیز میں سے خرچ کرتے ہو گھٹیا بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں) وہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) محفوظ ہے اس کا بدل عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں اور اس کی قدردانی کرنے والے ہیں۔

﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٩٣ ﴾

سب کھانے کی چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں مگر وہ جو بنی اسرائیل نے اپنے اوپر حرام ٹھہرالی تھیں۔ توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے، کہہ دیجیے! لاؤ توراۃ پھر اسے پڑھ کے سناؤ اگر تم سچے ہو۔

شان نزول

بغویؒ نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہونے کا تو دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نہ اونٹ کا گوشت کھاتے تھے اور نہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے تو یہ چیزیں حلال تھیں۔ یہود نے کہا ہم جن

چیزوں کو آج حرام کہتے ہیں یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کے لیے بھی حرام تھیں اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے بھی اور اس زمانے سے آج تک ان کی حرمت چلی آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

اسرائیل نے ہڈی والا گوشت اپنے اوپر حرام کیا تھا

عبد بن حمید والفریابی اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور حاکم ؒ نے (اس کو صحیح کہا) سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کل العطام کان حلا لبنی اسرائیل الا ماحرم اسرائیل علی نفسہ" حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے جو اپنے اوپر کھانا حرام کیا تھا۔ وہ ہڈی والا گوشت تھا آپ کو عرق النساء کی بیماری لگ گئی تھی آپ اس حال میں رات گذارتے تھے کہ ان کی چیخ و پکار ہوتی تھی تو انھوں نے اللہ کے لیے یہ نذر مانی کہ اگر ان کو شفا ہوگئی تو ایسا گوشت نہیں کھائیں گے جس میں ہڈی ہوگی تو اس وجہ سے یہودیوں نے بھی اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے یوسف بن مالکؒ کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اپنی ذات پر کونسا کھانا حرام کیا تھا ؟ کیونکہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) کو عرق النساء کی بیماری لگ گئی تھی جس نے آپ کو سخت کمزور کردیا تھا تو انھوں نے یہ نذر مانی کی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عافیت دے دی تو وہ کبھی بھی ہڈی والا گوشت نہ کھائیں گے اس وجہ سے یہودی بھی ہڈیوں کو علیحدہ کردیتے ہیں اور اس کو نہیں کھاتے تھے۔

---

[1] تفسیر بغوی، تفسیر طبری

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے ہڈی والے گوشت کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا یہ اس وجہ سے کہ ان کو عرق النساء کی بیماری لگ گئی تھی اور وہ رات کو نیند نہ کرتے تھے تو انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے صحت عطا فرمائی تو میری اولاد بھی اس (ہڈی والے گوشت) کو نہیں کھائے گی لیکن توراۃ میں یہ بات لکھی ہوئی نہیں تھی اور اہل کتاب کی ایک جماعت سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سوال کیا کہ اس حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو انھوں نے کہا وہ ہم پر کتاب کے حکم کی وجہ سے حرام ہے (یعنی اللہ کی کتاب میں ایسا ہی حکم ہے) تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "کل الطعام کان حلا البنی اسراء یل" سے لے کر "ان کنتم صدقین" تک۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہودی آئے اور کہنے لگے اے ابو القاسم! ہم کو بتائیے اس چیز کے بارے میں کہ جس کو حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا تو آپ نے فرمایا حضرت یعقوب (علیہ السلام) جنگل میں رہتے تھے ان کو عرق النساء کا مرض ہوگیا انھوں نے کوئی چیز نہ پائی کہ جس سے اس کا علاج کرسکیں مگر اونٹنی کے دودھ کو (پایا) اس وجہ سے آپ نے اسے حرام کرلیا تو یہودیوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ" سے مراد ہے کہ انھوں نے دودھ کو اور اونٹ کے گوشت کو حرام کرلیا تھا آپ کو عرق النساء کی بیماری تھی تو انھوں نے اونٹ کا گوشت کھایا تو رات سخت تکلیف میں گذاری (اس پر) انھوں نے قسم کھائی کہ اب وہ اس (گوشت) کو کبھی نہیں کھائیں گے۔

عبد بن حمیدؒ نے ابو مجلزؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "الا ما حرم اسراءیل علی نفسہ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اسرائیل سے مراد یعقوب (علیہ السلام) ہیں وہ ایک زبردست طاقتور آدمی تھے وہ ایک فرشتے سے ملے جس سے آپ نے مقابلہ کیا اور فرشتے نے آپ کو بچھاڑ دیا پھر آپ نے ران پر مارا جب یعقوب (علیہ السلام) نے دیکھا کہ کچھ بھی نہیں ہوا تو اس کو سختی سے پکڑا اور اس نے ان کا نام اسرائیل رکھ دیا وہ لوگ آپ کو برابر تکلیف دیتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ہر جانور کو حرام کر لیا۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی ذات پر چوپایوں کا گوشت حرام کر لیا تھا۔

ابن اسحاق و ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یہ فرماتے تھے کہ جن زائد چیزوں کو یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا وہ جگر اور گردوں کی چیزیں اور چربی تھیں سوائے اس چربی کے جو پیٹھ پر ہوتی ہے کیونکہ یہ قربانی کے لیے پیش کی جاتی تو اس کو آگ کھا جاتی تھی۔

عبد بن حمید اور ابن المنذرؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الا ما حرم اسراءیل" سے اونٹ کے گوشت اور اونٹنی کے دودھ مراد ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے کس چیز کو حرام کیا تھا

ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا کہ تورات ان چیزوں کی تحریم کے ساتھ نازل ہوئی۔ جس کو حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے حرام کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا لفظ آیت ” قل فاتوا بالتورۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین“ انھوں نے جھوٹ بولا یہ بات تورات میں نہیں تھی بلاشبہ یہ چیزیں ان کے لیے حرام نہیں کی گئی تھیں مگر اس لیے کہ بنی اسرائیل نے توراۃ کے نازل ہونے کے بعد نافرمانی کی (پھر فرمایا) لفظ آیت ” قل فاتوا بالتورۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین“ اور یہودیوں نے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا موسیٰ (علیہ السلام) یہودی تھے (گویا) ہمارے دین پر تھے اور ہماری توراۃ میں آگیا ہے حرام ہونا چربی کا ناخن والے جانوروں کا اور ہفتہ کے دن (شکار کرنے کا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) یہودی نہیں تھے اور توراۃ میں اسلام کے سوا کچھ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت ” قل فاتوا بالتورۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین“ کیا اس میں یہ بات ہے وہ اس حکم کو لائے جو انبیاء موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد آئے تورات تو اکھٹی تختیوں میں نازل ہوئی۔

عبد بن حمیدؒ نے عامرؒ سے روایت کیا کہ حضرت علیؓ نے ایسے آدمی کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو حرام کرلیا تھا اپنے اوپر اس نے کہا تھا اس کی بیوی اس پر اس طرح حرام ہے جیسا کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کرلیا تھا تو وہ گوشت ان پر حرام ہوگیا تھا مردوں نے کہا کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے اوپر ایک چیز کو حرام کرلیا تھا۔

جو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ (یعنی یعقوب (علیہ السلام)) اپنے اوپر عنقریب اس کو حرام کردیں گے جب کتاب نازل ہوئی تو اس نے یعقوب (علیہ السلام) کی تحریم کی موافقت کی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اس کو عنقریب حرام قرار دیں گے اور تم نے ارادہ کیا ایسی چیز کی طرف جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا مگر تم اسے اپنے اوپر حرام قرار دیتے ہو اس کی مجھے کوئی پروا نہیں کہ وہی حرام کی

گئی یا ثرید کا پیالہ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی کہ ہماری کچھ باتوں کا جواب دیجیے، کیونکہ (آپ نبی ہیں اور) ان کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم جو چاہو مجھ سے پوچھو، لیکن مجھے اللہ کا ذمہ اور اس عہد و پیمان کا ذمہ دے دو جو یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے پہچان بھی لو تو پھر تمھیں اسلام قبول کرتے ہوئے میری اتباع کرنا ہوگی۔“ انھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ سے یہ عہد کرتے ہیں۔

تب آپ نے فرمایا: ”اب تم جو چاہو سو پوچھو۔“ انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں چار باتوں کے بارے میں بتائیے:

1 ہمیں یہ بتائیں کہ وہ کھانے کی کون سی چیز تھی جسے یعقوب (علیہ السلام) نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے لیے حرام قرار دے رکھا تھا؟ 2 یہ بتائیے عورت کا پانی اور مرد کا پانی کیسا ہوتا ہے؟ 3 نیز اس سے نر یا مادہ کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ 4 اور یہ بتائیے کہ نبی اُمّی کے سونے کی کیا کیفیت ہے اور فرشتوں میں سے اس کا دوست کونسا فرشتہ ہے؟ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے یہ عہد لے لیا تھا کہ جب آپ نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیے تو پھر انھیں آپ کی اتباع کرنا ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ”میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل فرمائی تھی! کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ اسرائیل، یعنی یعقوب (علیہ السلام) بہت سخت بیمار ہو گئے تھے، ان کی بیماری بہت طول اختیار کر گئی تھی تو انھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں شفا عطا فرما دیں تو وہ اپنے

پسندیدہ کھانے اور پسندیدہ مشروب کو ترک کردیں گے اور ان کا پسندیدہ کھانا اونٹ کا گوشت اور پسندیدہ مشروب اونٹنی کا دودھ تھا۔" یہ جواب سن کر یہودیوں نے تصدیق کی اور کہا، ہاں! یہ بات درست ہے۔آپ نے فرمایا: "اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہوجا۔" پھر آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے موسیٰ (علیہ السلام) پر توراۃ کو نازل فرمایا تھا! کیا تم یہ جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا اور عورت کا پانی پیلا اور پتلا ہوتا ہے اور ان میں سے جو غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ (یا بچی) اسی مناسبت سے اور اس کی مشابہت بھی اسی کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹی پیدا ہوتی ہے۔" انھوں نے پھر تصدیق کی کہ ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔اس پر آپ نے فرمایا: "اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہوجا۔" پھر آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ (علیہ السلام) پر توراۃ نازل فرمائی تھی! کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس اُمّی نبی کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل نہیں سوتا؟" انھوں نے جواباً کہا، ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔آپ نے فرمایا: "اے اللہ! تو گواہ ہوجا۔" انھوں نے کہا، اچھا! اب آپ یہ بتائیں کہ فرشتوں میں سے آپ کا دوست کون ہے؟ اس جواب کی وجہ سے ہم آپ کے ساتھ ہوجائیں گے، یا الگ ہوجائیں گے۔

آپ نے فرمایا: "میرے دوست جبرائیل (علیہ السلام) ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر جبرائیل (علیہ السلام) ہی ان کے دوست تھے۔" یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے، نہیں، ہماری راہیں الگ الگ ہیں، اگر جبرائیل کے سوا کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ چنانچہ

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: (قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ) [البقرة:٩٧] "کہہ دے جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو تو بیشک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے۔" (١)

﴿ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ ﴾

اس کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولیں وہی لوگ ظالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اس کے بعد جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (آل عمران :٩٤)

اسلام میں احکام آسان ہیں

:اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ان باتوں کو اللہ کی کتاب کی طرف منسوب کریں جو اس میں نہیں ہیں' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں اپنی طرف سے اضافہ کریں' اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام کرلیا تو ان کے اس حکم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سخت احکام نازل فرمائے۔

:(آیت) "فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبت احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرا"۔ (النساء :١٦٠)

١

ترجمہ: تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی حلال چیزیں حرام کر دیں' جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ (لوگوں کو) بہت زیادہ اللہ کے راستہ سے روکتے تھے۔ جب کہ ہماری شریعت اس کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

(آیت) "وما جعل علیکم فی الدین من حرج"۔ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اللہ نے دین میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی۔

(آیت) "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"۔ (البقرۃ: ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تم کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور لوگوں کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ [1]

فمن افتریٰ علی اللہ الکذب پس اب جو لوگ اللہ پر دروغ بندی کریں گے اور دعویٰ کریں گے کہ اللہ نے اونٹ کا گوشت حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے لیے حرام کر دیا تھا۔

من بعد ذالک اس کے بعد کہ ان کے قول کے خلاف خود توراۃ میں دلیل موجود ہے۔ فاولءک ھم الظالمون پس یہی لوگ درحقیقت ظالم (حق ناشناس) ہیں جو حقانیت کے واضح ہو جانے کے بعد جھگڑا کرتے ہیں۔

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱، ص ۳۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

﴿ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۹۵ ﴾

فرمادیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا بس تم سب یکسو ہو کر ملت ابراہیم کی پیروی کرو' وہ مشرک نہیں تھے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا ہے کہ طعام کی یہ قسم پہلے حلال تھی، اس کے بعد اسرائیل یعنی یعقوب (علیہ السلام) اور اس کی اولاد پر حرام کر دی گئی۔ لہٰذا نسخ صحیح ہے اور تمہارا شبہ باطل ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو ان کی حلت کا فتویٰ دیا ہے، یہ عین ملت ابراہیم کے مطابق ہے۔ لہٰذا تم بھی ملت ابراہیم میں داخل ہو جاؤ اور دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، جو اصول و فروع کے اعتبار سے عین دین ابراہیم کے مطابق ہے۔ ارشاد فرمایا: (قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ) [الانعام:١٦١] ”کہہ دے بیشک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“ اور فرمایا: (ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ) [النحل:١٢٣] ”پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے منع کر دیا تھا' اسی طرح انھوں نے بتوں کی پرستش کرنے سے انکار کر دیا تھا' جس طرح عرب بت پرستی کرتے تھے یا یہود حضرت

عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کو بیٹا کہتے تھے' اس سے غرض یہ ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دین کے اصول اور عقائد میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے موافق ہیں اور دین کی فروع اور بعض احکام شرعیہ میں بھی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے موافق ہیں' اصول میں موافقت اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) توحید کی دعوت دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیتے تھے' سو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی توحید کی دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں' اور فروع میں موافقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی شریعت میں بھی اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنیوں کا دودھ پینا جائز تھا سو آپ نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے اس لیے یہود کو دعوت دی ہے کہ تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو۔

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ ﴾

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ جو برکت والا ہے اور لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

ربط آیت:

اس آیت کی آیات سابقہ سے مناسبت کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) سابقہ آیات میں بھی یہود کے شبہات کے جوابات دیئے گئے تھے اور اس آیت سے بھی یہود کے ایک شبہ کا جواب دینا مقصود ہے جس کو وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت میں پیش کرتے

تھے' جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنا لیا تو یہودی کہتے تھے کہ بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے اور وہ زیادہ اس کا مستحق ہے کہ نماز میں اس کی طرف منہ کیا جائے کیونکہ بیت المقدس کو کعبہ سے پہلے بنایا گیا ہے' اور اسی جگہ حشر ہوگا' اور تمام انبیاء سابقین (علیہم السلام) کا یہی قبلہ ہے لہٰذا کعبہ کی بجائے بیت المقدس کی طرف نمازوں میں منہ کرنا زیادہ لائق ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ کی عبادت کے واسطے لوگوں کے لیے جو سب سے پہلے گھر بنایا گیا وہ کعبہ ہے' جو مکہ میں ہے سو کعبہ بیت المقدس سے افضل اور اشرف ہے' لہٰذا نمازوں میں اس کی طرف منہ کرنا چاہیے۔

(۲) اس سے پہلی آیت میں نسخ کو ثابت کیا گیا تھا کیونکہ اونٹ کا گوشت پہلے حلال تھا اور پھر حرام کر دیا گیا' سو اسی طرح سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شریعت میں بھی بعض احکام منسوخ کر دیئے گئے اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

(۳) اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا اور ملت ابراہیم کا عظیم شعار حج ہے' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کا حکم دیا ہے۔

(٤) یہود و نصاریٰ میں سے ہر فرقہ اس کا مدعی تھا کہ وہ ملت ابراہیم پر ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ دونوں کا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ ملت ابراہیم میں حج کعبہ ہے اور یہود و نصاریٰ دونوں حج نہیں کرتے لہٰذا دونوں میں سے کوئی بھی ملت ابراہیم پر نہیں ہے۔

(٥) مجاہدؒ سے منقول ہے کہ یہود کہتے تھے کہ بیت المقدس افضل ہے' کیونکہ وہ انبیاء کی ہجرت کی جگہ ہے اور ارض مقدسہ میں ہے اور مسلمان کہتے تھے کہ بلکہ کعبہ افضل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

فرمائی کہ عبادت کا پہلا گھر مکہ میں کعبہ ہے لہٰذا وہی افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ (آل عمران: ۹۶) کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور راجح روایت کا بیان:

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا زمین پر کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام' میں نے کہا پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ' میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس سال۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے بنایا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال نہیں بلکہ ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں مسجدوں کے ابتداء بنانے اور ان کی بنیادیں رکھنے کا ذکر ہے' اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ابتداء کعبہ کو بنایا تھا اور نہ حضرت سلیمان ؑ نے ابتداء مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا' کیونکہ پہلے حضرت آدم ؑ نے کعبہ کو بنایا تھا' پھر ان کی اولاد زمین میں پھیل گئی تو ہوسکتا ہے کہ اس کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے مسجد اقصیٰ کو بنایا ہو' اور اس کے بعد حضرت ابراہیم ؑ نے انہی بنیادوں پر کعبہ کو اٹھایا ہو' جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے' علامہ قرطبی ؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ان مسجدوں کو ابتداء بنایا بلکہ انھوں نے ان کی بنیادوں پر کعبہ اور مسجد اقصیٰ کی عمارت کی تجدید کی علامہ

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۷) اس حدیث کو امام مسلم (ج ۱ ص ۱۹۹) امام نسائی (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۱۲) امام ابن ماجہ' (سنن ابن ماجہ ص ۵۵) امام احمد (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷' ۱۶۶) اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۴۳۱' مطبوعہ ملتان)

خطابیؒ نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ کو بعض اولیاء اللہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) سے پہلے بنایا تھا پھر انھوں نے اس کی عمارت میں زیادتی اور توسیع کی' بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے بنایا تھا' ایک قول ہے کہ فرشتوں نے بنایا تھا' ایک قول ہے کہ سام بن نوح (علیہ السلام) نے بنایا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے بنایا تھا' جن کا یہ قول ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا ان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشامؒ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے جب کعبہ کو بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہاں پر ایک مسجد بنائیں اور اس میں عبادت کریں' اور حضرت آدم (علیہ السلام) کا بیت اللہ کو بنانا بہت مشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ طوفان نوح کے زمانہ میں بیت اللہ کو اٹھا لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے اس کو مہیا کیا' اور امام ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے ساتھ ہی بیت کو بنایا تھا اور جب حضرت آدم (علیہ السلام) کو زمین پر اتارا گیا تو ان کو فرشتوں کی آوازیں اور ان کی تسبیحات سنائی نہیں دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: "اے آدم! میں نے ایک بیت کو زمین پر اتارا ہے اس کے گرد بھی اسی طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے' آپ اس بیت کی طرف چلے جائیں۔" حضرت آدمؑ کو ہند میں اتارا گیا تھا پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور بیت اللہ پہنچے اور اس کا طواف کیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب انھوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو انھیں بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور انھوں نے وہاں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز پڑھی تا کہ آپ کی بعض اولاد کے لیے وہ قبلہ

ہو جائے۔[1]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ روایت کرتے ہیں: ابن عرعرہؒ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت علیؓ سے کہا لوگوں کے لیے زمین پر سب سے پہلے جو گھر بنایا گیا وہ مکہ میں تھا' حضرت علیؓ نے فرمایا: نہیں' پھر نوح (علیہ السلام) کی قوم کہاں رہتی تھی؟ اور ہود (علیہ السلام) کی قوم کہاں رہتی تھی؟ لیکن جو گھر لوگوں کے لیے برکت کے لیے سب سے پہلے بنایا گیا وہ مکہ میں تھا۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے عبادت کے لیے نہیں بنایا گیا' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی رہائش کے لیے تو پہلے بہت سے مکان بنائے گئے تھے لیکن لوگوں کی عبادت کے لیے جو سب سے پہلے گھر بنایا گیا وہ مکہ میں کعبہ تھا اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام ابن جریرؒ نے اس کے بعد ذکر کیا ہے: مطرؒ سے روایت ہے کہ بیت اللہ سے پہلے بھی گھر تھے لیکن یہ پہلا گھر تھا جس کو عبادت کے لیے بنایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنانے سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ کو بنایا اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کے ساتھ بیت اللہ کو زمین پر اتارا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایک بیت کو نیچے اتار رہا ہوں' اس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے، پھر اس کے گرد حضرت آدمؑ نے طواف کیا اور آپ کے بعد مومنین نے طواف کیا پھر جب طوفان نوح کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بیت کو اوپر اٹھا لیا اور اس کو زمین والوں کے

۱۔(فتح الباری ج ٦ ص ٤٠٩۔٤٠٨ 'مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ١٤٠١ھ)

عذاب سے محفوظ رکھا، پھر بیت اللہ آسمان میں معمور رہا، اس کے بعد جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کعبہ کے آثار تلاش کر رہے تھے تو انھوں نے اس کو پہلے کی پرانی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ (۱)

امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علیؓ کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ زمین پر لوگوں کے رہنے کے لیے پہلے اور بھی گھر بنے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر سب سے پہلے زمین پر بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں کعبہ تھا۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابوذرؓ سے جو حدیث روایت کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ہشامؒ سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں بھی یہی ہے کہ آدم (علیہ السلام) نے کعبہ بنایا اور اس کے چالیس سال بعد انھوں نے ہی بیت المقدس کو بنایا، اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، باقی جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے زمین پر کعبہ بنایا، یا کعبہ کو حضرت آدمؑ کے ساتھ زمین پر اتارا یہ روایات ہمارے نزدیک مرجوح ہیں ہم نے ان روایات کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو بنانے کے سلسلہ میں تمام کلیدی روایات کا استیعاب ہو جائے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینیؒ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے کعبہ کو بنایا، اور انھوں نے امام ابن ہشامؒ کی کتاب التیجان سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے پہلے مکہ میں بیت اللہ کو بنایا پھر اس کے بعد بیت المقدس کو بنایا۔ (۲)

تعمیر کعبہ کی تاریخ

۱۔(جامع البیان ج ٤ ص ٧۔٦، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ١٤٠٩ھ)

۲۔(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٦٢، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ١٣٤٨ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب کعبہ کو بنایا گیا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور عباس پتھر اٹھا کر لا رہے تھے عباسؓ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا اپنی چادر اپنی گردن کے نیچے رکھ لیں (تاکہ آپ کی گردن میں پتھر نہ چبھیں) آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، آپ نے فرمایا میری چادر مجھے دو، پھر آپ کی چادر آپ پر باندھ دی۔ یہ حدیث درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ جس وقت قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر پینتیس سال تھی اور اس وقت حضرت عباسؓ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چادر اتارنے کے لیے نہیں کہہ سکتے تھے! حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم زمانہ جاہلیت سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا، اور اس میں اس حصہ (حطیم) کو داخل کر دیتا جو اس سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس کو زمین سے ملا دیتا، اور اس میں دو دروازے بناتا ایک شرقی دروازہ، ایک غربی دروازہ، اور اس کو میں اساس ابراہیم کے مطابق کر دیتا، یہی وہ حدیث تھی۔ جس نے حضرت ابن الزبیرؓ کو کعبہ کے منہدم کرنے پر برانگیختہ کیا، یزید بن رومانؒ کہتے ہیں میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ جب حضرت ابن الزبیرؓ نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کو دوبارہ بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کر لیا اور میں نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی رکھی ہوئی بنیاد کے پتھر دیکھے جو اونٹ کے کوہان کے برابر تھے، جریرؒ کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا اس بنیاد سے حطیم تک چھ ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ [1]

کعبہ کی تعمیر اور اس کی تجدید اور اصلاح کئی مرتبہ کی گئی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶۔۲۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ ھ)

(۱) پہلی بار کعبہ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے تعمیر فرمایا' علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں: امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جبرائیل (علیہ السلام) کو حضرت آدم اور حضرت حواء (علیہما السلام) کے پاس بھیجا اور ان سے فرمایا کہ میرے لیے ایک بیت بناؤ' جبرائیل (علیہ السلام) نے ان کے لیے نشان ڈالے' حضرت آدمؑ زمین کھودتے تھے اور حضرت حوا مٹی نکالتی تھیں' انھوں نے اس قدر گہری بنیاد کھودی کہ زمین کے نیچے سے پانی نکل آیا' پھر یہ ندا کی گئی کہ اے آدم یہ کافی ہے' جب حضرت آدم (علیہ السلام) نے یہ بیت بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کے گرد طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا بیت ہے' پھر صدیاں گزرتی گئیں حتی کہ حضرت نوح (علیہ السلام) نے اس کا حج کیا۔

(۲) کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم گمراہ ہوگئی اور انھوں نے کعبہ کو منہدم کردیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تم ان کی ہلاکت کا انتظار کرو حتی کہ تنور جوش مارنے لگے۔ ازرقیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول نو ہاتھ تھا' زمین میں اس کا طول تیس ہاتھ اور عرض بائیس ہاتھ تھا' اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب قریش نے اس کو بنایا تو بلند میں اس کا طول اٹھارہ ہاتھ رکھا' اور زمین میں اس کے طول کو چھ ہاتھ اور ایک بالشت کم کردیا اور حطیم کو چھوڑ دیا' اور جب حضرت ابن الزبیرؓ نے اس کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول بیس ہاتھ رکھا اور جب حجاج نے اس کو منہدم کرکے بنایا تو اس میں تغیر نہیں کیا اور یہ اب تک اسی طرح بنا ہوا ہے۔

(۳) جرھم کے ایام میں کعبہ کو ایک یا دو مرتبہ بنایا گیا کیونکہ سیلاب سے کعبہ کی ایک دیوار منہدم ہوگئی تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو بنایا نہیں گیا تھا صرف اس کی مرمت کی گئی تھی، حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ بنایا اور کافی زمانہ گزر گیا تو یہ بوسیدہ ہوکر منہدم ہوگیا پھر اس کو جرھم نے بنایا اور کافی زمانہ کے بعد یہ پھر منہدم ہوگیا تو اس کو قریش نے بنایا اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جوان تھے امام حاکمؒ نے اس حدیث کی اصل کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور قریش کے درمیان دو ہزار سات سو پچھتر سال کا عرصہ ہے)۔

(٤) امام محمد بن اسحاقؒ نے السیرۃ میں بیان کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر پینتیس سال کی تھی تو قریش کعبہ کو بنانے کے لیے جمع ہوئے وہ اس کی چھت بھی ڈالنا چاہتے تھے اور اس کو منہدم کرنے سے خوف کھاتے تھے، پھر قریش کے تمام قبائل جمع ہوئے اور انھوں نے پتھر جمع کیے اور اس کی بنیاد میں ہر قبیلہ نے پتھر ڈالے حتی کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ آ گئی اور اس کو نصب کرنے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ والا اس کو نصب کرنا چاہتا تھا، حتی کہ قریش کے سب سے بوڑھے شخص ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمران بن مخزوم نے یہ فیصلہ کیا کہ کل جو شخص اس مسجد کے دروازہ میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہی تمہارے درمیان اس کا فیصلہ کرے گا اور اس دن سب سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) داخل ہوئے لوگوں نے کہا یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں یہ محمد ہیں۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ایک چادر لاؤ، پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اس چادر میں رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا ہر قبیلہ والا اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے جب انھوں نے اس چادر کو حجر اسود کو نصب

کرنے کی جگہ تک اوپر اٹھالیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو نصب کر دیا۔ (۱)

(۵) اس کے بعد ۶۴ھ یا ۶۵ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے کعبہ کو منہدم کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خواہش کے مطابق بناء ابراہیم پر کعبہ کو بنا دیا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا۔

(۶) پھر تہتر (۷۳ھ) میں عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیرؓ کی بناء کو منہدم کر دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر کعبہ کو بنا دیا اور آج تک کعبہ اسی بناء قریش پر قائم ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر اور قاضی عیاضؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ رشید یا مہدی یا منصور نے دوبارہ کعبہ کو حضرت ابن الزبیرؓ کی تعمیر کے مطابق بنانے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں امام مالکؒ سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہیں کعبہ کی تعمیر بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے' تو پھر اس نے بنانے کا ارادہ ترک کر دیا' فاکہی نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کعبہ کو بنانے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کو اس وقت منع فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے بعد کوئی اور امیر آئے گا تو پھر اس میں تغیر کرے گا اس کو اسی طرح رہنے دو۔ (۲)

علامہ سیوطیؒ نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ کعبہ کو دس بار بنایا گیا' پہلی بار فرشتوں نے بنایا' دوسری بار حضرت آدم (علیہ السلام) نے' تیسری بار ان کی اولاد نے' چوتھی بار حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے' پانچویں بار عمالقہ نے' چھٹی بار جرہم نے' ساتویں بار نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جد امجد قصی بن کلاب نے' اٹھویں بار نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے قریش نے' نویں بار

۱۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۷، ۲۱۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

۲۔ (فتح الباری ج ۳ ص مطبوعہ ۴۴۸ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ۱۴۰۱ھ)

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے اور دسویں بار حجاج بن یوسف نے، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح قول وہی ہے جس کو ہم نے اس سے پہلے تفصیل سے مدلل اور باحوالہ بیان کیا ہے۔

کعبہ کے فضائل

:امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے' اس کے کانٹوں کو (بھی) نہیں کاٹا جائے گا' نہ اس کے جانوروں کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی شخص اس کی گری ہوئی چیز اٹھائے گا۔ (۱)

حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور روایت میں ہے نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے۔ (۲)

ہرچند کہ اس حدیث میں مکہ مکرمہ کی فضیلت ہے لیکن مکہ مکرمہ کی یہ فضیلت کعبہ کی وجہ سے ہے اور کعبہ ہی کی وجہ سے مکہ کو حرم بنایا گیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمامؒ متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ کی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ اگر لوگ ایک سال تک اس بیت کی زیارت نہ کریں تو وہ بارش

۱۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۱۶' مطبوعہ کراچی)

۲۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۸۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

سے محروم ہو جائیں گے۔ سلیمان بن یسارؒ بیان کرتے ہیں کہ کعب سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کی فضیلت کے متعلق احادیث بیان کیں' شام کے ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابوعباس! آپ بیت المقدس کا بہت ذکر کرتے ہیں اور بیت اللہ کا اتنا ذکر نہیں کرتے؟ کعب نے ان سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں کعب کی جان ہے! اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر اس بیت سے افضل کوئی بیت پیدا نہیں کیا' اس بیت کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں' اور وہ ان سے کلام کرتا ہے' اور اس کا ایک دل ہے جس سے وہ تعقل کرتا ہے یہ سن کر ابوحفص نام کے ایک شخص نے کہا کیا پتھر کلام کرتا ہے' کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! کعبہ نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میری زیارت کرنے والے اور میری طرف آنے والے کم ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف یہ وحی کی کہ میں تمہاری طرف ایک نئی توراۃ نازل کروں گا' اور ایسے بندے بھیجوں گا جو رات کو جاگ کر سجدے کریں گے' اور تمہارے فراق میں روئیں گے اور تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے' اور جس نے تمہارے گرد سات طواف کیے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جو اس بیت کے گرد سر منڈائے گا قیامت کے دن اس کو ہر بال کے بدلہ میں ایک نور حاصل ہوگا۔ (۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر روز کعبہ کے گرد ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لیے' چالیس اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور

۱۔ (المصنف ج ۵ ص ۱۴۔۱۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں کے لیے۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۰۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام (کعبہ) کے۔ (۲)

البزار و ابن خزیمہ طبرانی اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کی فضیلت رکھتا ہے دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں اور میری مسجد میں (نماز پڑھنا) ایک ہزار نمازوں کی فضیلت رکھتا ہے اور بیت المقدس میں ایک نماز پانچ سو نمازوں کی فضیلت رکھتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۰۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے گا، مسجد حرام، مسجد رسول اور مسجد اقصی۔ (۳)

امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں: شہر بن حوشبؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ کے سامنے طور پر جا کر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی سفر کرنے والے کے لیے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے ماسوا مسجد

۱۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۳۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے' الحدیث۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ بدرالدین عینیؒ نے لکھا کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ اور حافظ بدرالدین عینیؒ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان تین مسجدوں کے علاوہ مطلقاً سفر کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کسی اور مسجد کی خصوصیت کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے روزگار' علم دین کے حصول اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ لکھتے ہیں: لہذا ان لوگوں کا قول باطل ہے جنہوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے منع کیا ہے۔ [۲]

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص نیکی کرتا ہوا بیت اللہ میں داخل ہو وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا بیت اللہ سے نکلے گا۔ [۳]

امام مسلم بن حجاجؒ قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔ [۴]

۱۔ (مسند احمد ج ۳ ص ٦٤' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۲۔ (فتح الباری ج ۳ ص ٦٦' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱٤۰۱ھ)

۳۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱٤۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

۴۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ٤۳٦' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ابن ابی حاتمؒ نے محمد بن زید بن مہاجرؒ سے روایت کیا ہے کہ بکہ اس لیے نام رکھا گیا کیونکہ (کفر اور شرک کی) ظلمت کو دور کر دیتا ہے۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید اور ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ بیت اللہ اور اس کے ارد گرد بکہ ہے اور اس کے علاوہ مکہ ہے۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن ابی شیبہ اور ابن جریرؒ نے ابو مالک غفاریؒ سے روایت کیا کہ بکہ بیت اللہ کی جگہ ہے اور مکہ اس کے علاوہ ہے۔

مکہ اور بکہ کا تعین

ابن جریرؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ بکہ بیت اللہ اور مسجد ہے اور مکہ سارا حرم ہے۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ بکہ مکہ ہی ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ پہاڑوں کے درمیان چوڑے راستے سے لے کر تنعیم تک ہے اور بکہ بیت اللہ سے لے کر وادی بطحاء تک ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ بکہ کعبہ ہے اور مکہ جو اس کے ارد گرد ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ "مبارکا" سے مراد ہے کہ اس میں خیر و برکت رکھ دی گئی لفظ آیت "وھدی للعلمین" یعنی اس کے لیے اسے قبلہ بنا دیا۔

جندیؒ نے فضائل مکہ میں حضرت ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ دونوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو پیدا فرمایا اور اس کو مشکلات اور سیڑھیوں پر رکھا سعید بن جبیرؒ سے پوچھا گیا یہ سیڑھیاں کیا ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا جنت کے درجات۔

الازرقی اور جندی ؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا آسمان کو زمین سے قریب مکہ سے بڑھ کر۔

الازرقی ؒ نے عطاء بن کثیرؒ سے روایت کیا ہے کہ جو اس کو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک لے جاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مکہ میں ٹھہرنا سعادت ہے اور اس سے نکلنا شقاوت ہے۔

الازرقی اور طبرانیؒ نے الاوسط میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ اللہ کا گھر اسلام کا ستون ہے جس شخص نے اس گھر کا ارادہ کیا حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا تو اس کی ضمانت اللہ پر ہے اگر اس کو موت دیں تو اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اگر اس کو واپس لوٹا دیں تو ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹائیں گے۔

﴿ فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾ ﴾

اس میں کھلی نشانیاں اور مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس تک پہنچ سکتے ہیں اس کا حج فرض کر دیا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔

ربط آیات:۔ گزشتہ آیات میں پہلے اسلام کی حقیقت کا بیان تھا کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان

برداری کا نام ہے۔ یہی تمام انبیاء اور تمام کائنات کا دین ہے۔ دیگر انبیاء کی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اسی دین کی دعوت وتبلیغ کے لیے مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا آخرت کی نجات کا دارو مدار اسی دین پر چلنے میں ہے۔ پھر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیز خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ اس کے بعد یہود کو خطاب کر کے فرمایا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ وغیرہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور تمام انبیاء پر حلال تھا۔ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے توراۃ نازل ہونے سے پہلے عرق النساء کی بیماری سے صحت پانے کے لیے اپنی مرغوب اور پسندیدہ چیز چھوڑنے کے لیے نذر مان کر، صحت یاب ہونے پر ان کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ پھر ان کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی ان کو چھوڑ دیا تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سب چیزیں بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں۔ توراۃ میں بھی ان کا حرام ہونا کہیں مذکور نہیں پھر خانہ کعبہ بیت المقدس سے افضل واشرف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلے اسی گھر کو لوگوں کی عبادت کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا۔ یہ گھر مکہ شہر میں واقع ہے۔ اور اس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ یہی گھر خیر و برکت اور امن والا ہے۔

سعید بن منصورؒ، فریابیؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن المنذر اور ابن الانباریؒ نے مصاحف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت "فیہ ایت بینت مقام ابراہیم"۔

ابن الانباریؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس کو "فیہ ایت بینت" پڑھتے تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصم بن ابی النجودؒ سے "فیہ ایت بینت" روایت کیا ہے یعنی جمع کے صیغوں کے ساتھ۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "فیہ ایت بینت" کے

بارے میں روایت کیا ہے کہ ان سے مراد مقام ابراہیم اور مشعر الحرام ہیں۔

ابن جریرؒ نے مجاہد وقتادہ رحمۃ اللہ علیہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم آیات بینات میں سے ہے۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”فیہ ایت بینت“ سے مراد یہ آیت ہے ”فیہ ایت بینت مقام ابراہیم ومن دخلہ کان امنا وللہ علی الناس حج البیت“ یعنی مقام ابراہیم واضح نشانی ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوگا امن والا ہوگا اور اللہ کے لیے لوگوں پر یہ بیت اللہ کا حج (فرض) ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ اور ازرقیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”فیہ ایت بینت“ سے مراد ہے مقام ابراہیم میں ان کے قدموں کی نشانی ایک واضح نشانی ہے (اور) لفظ آیت ”ومن دخلہ کان امنا“ سے دوسری چیز مراد ہیں۔

الازرقیؒ نے زید بن اسلمؒ سے لفظ آیت ”فیہ ایت بینت“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آیات بینات سے مقام ابراہیم مراد ہے اور (دوسری واضح نشانی) ”ومن دخلہ کان امنا“ میں ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ امن والا ہوگا (اور) (تیسری واضح نشانی) ”وللہ علیہ الناس حج البیت“ ہے کہ اس میں حج ہوتا ہے پھر فرمایا لفظ آیت ”یاتین من کل فج عمیق“ یعنی اس میں دور دراز سے لوگ آئی گے (یہ بھی ایک واضح نشانی ہے)۔

ابن الانباریؒ نے کلبیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”فیہ ایت بینت“ میں آیات سے مراد کعبہ صفا مروہ اور مقام ابراہیم ہیں۔

حرم پناہ گاہ ہے

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت ”ومن دخلہ کان امنا“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ عمل زمانہ جاہلیت میں تھا کہ ایک آدمی اگر کوئی بھی جرم کرتا پھر وہ حرم کی طرف پناہ لے لیتا تھا تو نہ اسے پکڑا جاتا اور نہ اسے طلب کیا جاتا تھا لیکن اسلام میں اللہ کی حدود قائم کرنے سے وہ محفوظ نہیں ہوتا جس نے چوری کی اس میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جس نے زنا کیا اس میں اس پر حد قائم کی جائے گی اور جس نے کسی کو قتل کر دیا اسے قتل کیا جائے گا۔

ابن المنذر اور الازرقیؒ نے حویطب بن عبد العزیزؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ میں حلقے دیکھے مثل چوپاؤں کی لگاموں کے کوئی خوف زدہ آدمی اس میں اپنا ہاتھ داخل کر دیتا تو کوئی دوسرا اس پر حملہ نہیں کرتا تھا ایک دن ایک خوف زدہ آدمی آیا اس نے اپنا ہاتھ اس حلقہ میں داخل کر دیا اور اس کے پیچھے دوسرا آیا اور اس کو کھینچ لیا تو کھینچنے والے کا ہاتھ شل ہو گیا اسلام لانے کے بعد بھی میں نے اس کے ہاتھ شل دیکھا۔

عبد بن حمید وابن المنذر اور الازرقیؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر میں پالیتا خطاب کے قاتل کو اس (مسجد) میں تو اس کو نہ چھوتا یہاں تک کہ وہ اس میں سے نکل جاتا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ومن دخلہ کان امنا“ سے مراد ہے جس شخص نے پناہ مانگی اللہ کے گھر کے ساتھ تو اللہ کا گھر اس کو پناہ دے دیتا ہے لیکن اس کو تکلیف نہ پہنچائی جائے نہ اس کو کھلایا جائے نہ پلایا جائے نہ اس کی رعایت کی جائے جب وہ باہر نکلے تو اس کو جرم کے بدلہ میں پکڑ لیا جائے۔

ابن المنذر وازرقیؒ نے طاؤسؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ومن

دخلہ کان امنا" سے مراد ہے کہ جو شخص مقام حل میں قتل کرے یا چوری کرے پھر حرم میں داخل ہو جائے نہ اس کے ساتھ بیٹھا جائے نہ اس سے بات کی جائے نہ اس کو ٹھکانا دیا جائے لیکن اس کو اللہ کا واسطہ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ باہر نکلے پھر اس کو پکڑ لیا جائے پھر اس پر حد قائم کی جائے گی اگر اس نے قتل کیا یا چوری کی حل میں اور وہ حرم میں داخل ہو گیا اور وہ لوگ اس پر حد قائم کرنے کا ارادہ کریں جو اس نے جرم کیا تو اس کو حرم سے نکالیں حل کی طرف پھر اس پر حد قائم کریں۔

عبد بن حمید اور ابن ابن جریرؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب کسی آدمی کو کوئی حد پہنچ جائے قتل کرے یا چوری کرے اور حرم میں داخل ہو جائے اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرو اور اسے پناہ نہ دو یہاں تک کہ وہ مجبور ہو جائے اور حرم سے نکل جائے پھر اس پر حد جاری کی جائے گی۔

ابن المنذرؒ نے طاؤسؒ سے روایت کیا حضرت ابن عباسؓ نے ابن زبیرؓ پر عیب لگا دیا ایسے آدمی کے بارے میں جس کو انھوں نے حل سے پکڑا تھا پھر اس کو حرم کی حدود میں داخل کیا پھر اس کو حدود حل کی طرف نکالا اور اس کو قتل کر دیا۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کوئی جرم کرے پھر حدود حرم میں پناہ لے تو وہ امن میں ہو گیا اس کے ساتھ تعرض نہ کیا جائے اگر اس نے حرم میں جرم کیا تو اس پر (حرم ہی میں) حد لگائی جائے۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے عطاؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کوئی جرم کرے پھر وہ بیت اللہ میں پناہ پکڑ لے تو وہ امن والا ہے اب مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کو

کسی چیز پر سزا دیں حرم کی حدود سے نکلنے سے پہلے جب وہ نکل جائے تو اس پر حد جاری کریں۔

حرم میں پناہ لینے والے کے ساتھ برتاؤ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے غیر حرم میں جرم کیا پھر اس نے حرم کی طرف پناہ لے لی تو اس سے کوئی تعارض نہیں کیا جائے گا نہ اس سے خرید و فروخت کی جائے گی نہ اس کو پناہ دی جائے گی یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر حرم سے نکل جائے جب وہ حرم سے نکل جائے اس کو پکڑا جائے اور اس پر حد قائم کی جائے اور جو شخص حرم میں جرم کرے تو اس پر (حرم ہی میں) حد قائم کی جائے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر میں حضرت عمرؓ کے قاتل کو پکڑ لیتا تو (حرم میں) اس سے کوئی تعارض نہ کرتا۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر میں اپنے باپ کے قاتل کو حرم میں پا لیتا تو اس سے کوئی تعارض نہ کرتا۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی آدمی کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو پھر وہ حرم میں داخل ہو جاتا اور اس سے مقتول کا بیٹا یا اس کا باپ اس سے ملاقات کرتا تو اس کو کچھ نہ کہتا تھا۔

بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ نے ابو شریح عدوی رحمۃ اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فتح مکہ کے اگلے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا بنایا ہے لیکن لوگوں نے اس کو حرمت والا نہیں بنایا کسی مرد کے لیے یہ حلال نہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ اس میں کسی کا خون بہائے اور نہ کسی درخت کو کاٹے اگر کوئی دلیل

بنائے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قتال کیا تھا تو تم کہو بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے اجازت دی تھی اور تمہارے لیے اجازت نہیں اور میرے لیے بھی دن کے کچھ وقت حلال کیا گیا تھا پھر اس کی حرمت آج اسی طرح لوٹ آئی ہے جیسے اس کی حرمت کل تھی۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قریش کے کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جو کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے جب ان کے پاس پہنچے تو ان کو سلام فرمایا پھر فرمایا تم جان لو کہ جو کچھ تم اس میں عمل کر رہے ہیں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا رہنے والا (ناحق) خون نہیں بہاتا اور نہ چغل خوری کرتا ہے۔

عبداللہ بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے یحییٰ بن جعدہ بن ھبیرہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ومن دخلہ کان امنا" سے مراد ہے کہ جہنم کی آگ سے امن والا ہو گیا۔

بیت المقدس میں داخل ہونے والا

بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بیت المقدس میں داخل ہوا تو وہ نیکی میں داخل ہوا اور برائی سے نکل گیا اور اس کی بخشش ہو گئی۔

ابن المنذرؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص حرم میں مر گیا وہ امن والا اٹھایا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "ومن دخلہ کان امنا"۔

شعبیؒ نے شعب الایمان میں جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص کسی ایک حرم میں مر گیا تو وہ امن والا اٹھایا جائے گا۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اس کو ضعیف کہا سلیمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص کسی ایک حرم میں مر گیا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی اور قیامت کے دن امن والوں میں سے ہو کر آئے گا۔

جندی اور بیہقیؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں سے اٹھایا جائے گا اور جس شخص نے میری زیارت کی ثواب کی امید رکھتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف تو وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہو گا۔

جندیؒ نے محمد بن قیس بن مخرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

جندیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں دفن کیا گیا مسلمان ہونے کی حالت میں اسے قیامت کے دن امن والا اٹھایا جائے گا۔ اما قولہ تعالیٰ : وللہ علی الناس حج البیت (الآیۃ)۔

احمد اور ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ابن ماجہ وابن ابی حاتم اور حاکمؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) فرض ہو جاتا تو اس پر (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم" (سورہ المائدۃ ۱۰۱) (یعنی نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری لگیں)۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب (یہ آیت) "وللہ علی الناس

حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حج اسلام کی دلیل ہے جو تم پر لازم ہے اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال فرض ہو جاتا۔

حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے

عبد بن حمید وحاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے اقرع بن حابس ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو فرض ہو جاتا اگر فرج ہو جاتا تو تم عمل نہ کرتے اور اس پر عمل کرنے کی طاقت نہ رکھتے حج ایک مرتبہ (فرض) ہے اور جو زیادہ کرے وہ نفل ہے۔

عبد بن حمید ؒ نے حسن ؒ سے روایت کیا ہے کہ جب (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں ہاں کہہ دیتا تو فرض ہو جاتا تو تم اس حکم کو قائم نہ کر سکتے اور اگر تم اس کو چھوڑ دیتے تو تم کافر ہو جاتے پس مجھے چھوڑ دو (یعنی مجھ سے زیادہ سوال نہ کرو) بلاشبہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء سے کثرت سوال کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور ان سے اختلاف کرنے کی وجہ سے جب میں تم کو حکم دوں کسی بات کا تو اس حکم کو بجالاؤ جہاں تک تمہاری طاقت ہو اور جب میں تم کو کسی کام سے روکوں تو اس سے رک جاؤ۔

شافعی ؒ، ابن ابی شیبہ ؒ، عبد بن حمید ؒ، ترمذی ؒ، ابن ماجہ ؒ، ابن جریر ؒ، ابن المنذر ؒ، ابن ابی حاتم ؒ، ابن عدی ؒ،

ابن مردویہ اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے کھڑا ہوا اور پوچھا حاجی کون ہے؟ آپ نے فرمایا بکھرے ہوئے بالوں والا اور میل والا پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کونسا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں لبیک خوب پکار کر کہی جائے اور خون بہایا جائے (یعنی قربانی کی جائے) پھر تیسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا یارسول اللہ! سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا زادراہ اور سواری۔

دارقطنی اور حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "من استطاع الیہ سبیلا" کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ سبیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا زادراہ اور سواری۔

سعید بن منصورؒ، ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، دارقطنی اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں حسن ؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پڑھا "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! سبیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا زادراہ اور سواری۔

دارقطنی اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں (حسن کے طریق سے) اور انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا حج کی طرف راستے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا زادہ راہ اور سواری۔

دارقطنی ؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لفظ آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" کے بارے میں فرمایا (جب) آپ سے

پوچھا گیا حج کی طرف راستے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا زادراہ اور سواری۔

دار قطنیؒ نے عمرو بن شعیبؒ سے روایت کیا اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سبیل الی البیت سے مراد ہے زادراہ اور سواری۔

دار قطنیؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" نازل ہوئی تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا زادراہ اور سواری۔

دار قطنیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب آپ سے پوچھا گیا اس آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" کے بارے میں تو آپ نے فرمایا جب تو اونٹ کی پیٹھ کو پائے (یعنی سواری کو پائے)۔

ابن ابی شیبہ وابن جریرؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" سے مراد زادراہ اور اونٹ مراد ہے اور دوسرے لفظ میں سواری مراد ہے۔

ابن ابی شیبہؒ، ابن جریر اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من استطاع الیہ سبیلا" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ "السبیل" سے مراد ہے کہ بندے کا بدن صحیح ہو۔ اور اس کے پاس پیسے ہوں سفر خرچ اور سواری کے لیے جبکہ اس کے لیے اسے کوئی پریشانی نہ ہو۔

بیت اللہ پہنچنے کی طاقت ہونا

ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "سبیلا" سے مراد ہے کہ جو شخص وسعت پائے اور (کوئی اور رکاوٹ) اس کے اور حج کے درمیان حائل نہ ہو۔

ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمید اور ابن المنذرؒ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من استطاع الیہ سبیلا" میں "استطاع" سے مراد قوت ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا لفظ آیت "من استطاع الیہ سبیلا" سے مراد زادہ راہ اور سواری ہے۔

ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ، حسن اور عطاؒ، ابراہیم نخعیؒ سے محرم عورت کے لیے سبیل کے حکم میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی عورت ایک رات کی مسافت (اکیلی) سفر نہ کرے دوسرے لفظ میں یوں ہے کہ کوئی عورت ایک برید کی مسافت سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ محرم ہو۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا کوئی عورت سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ محرم ہو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا یارسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے جبکہ میں نے فلاں غزوہ میں (اپنا نام) لکھا ہے (یعنی جانے کا ارادہ کیا ہے) آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

ترمذیؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ، بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن مردویہؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص سواری اور سفر خرچ کا مالک ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور پھر حج نہ کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین"۔

سعید بن منصورؒ، احمدؒ نے کتاب الایمان میں ابو یعلی اور بیہقیؒ نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے حج بیت اللہ نہیں کیا حالانکہ اس کو نہیں روکا تھا کسی مرض نے یا کسی ظالم بادشاہ نے یا کسی ظاہری حاجت نے تو جیسا چاہے مرے یہودی ہو کر یا نصرانی ہو کر۔

استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کرنے والا

سعید بن منصورؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو ان شہروں کی طرف بھیجوں تا کہ وہ دیکھیں ہر اس شخص کو جس کے پاس دولت ہو اور وہ حج نہ کرے تو ان پر جزیہ یعنی ٹیکس لگا دیں وہ مسلمان نہیں ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔

سعید بن منصور و ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ مالدار تھا جبکہ اس نے حج نہیں کیا تھا تو وہ جس حالت میں چاہے مرے عیسائی ہو کر مرے یا یہودی ہو کر مرے۔

ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مالدار ہے اور تندرست ہے اور وہ حج نہ کرے تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہو گا پھر یہ آیت پڑھی "ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین" اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں۔

سعید بن منصورؒ نے نافعؒ کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے حج کی طرف جانے کی ایک سال طاقت پائی پھر دوسرے سال بھی طاقت پائی اور حج نہیں کیا تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے یہ نہ جانا جائے گا کہ وہ یہودی ہو کر مرا ہے یا نصرانی ہو کر مرا۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں تو میں ان سے قتال کروں گا جیسا کہ ہم نماز اور زکوۃ (چھوڑنے والوں) سے جنگ کرتے ہیں۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر لوگ ایک سال حج کو چھوڑ دیں کہ کوئی ایک بھی حج نہ کرے تو وہ اس کے بعد مہلت نہیں دیئے جائیں گے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ومن کفر" سے مراد ہے کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ اس پر (حج) فرض نہیں ہے (تو اس نے کفر کیا)۔

ابن جریر و ابن المنذر اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ حج کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے حج کو نیک کام خیال نہیں کیا اور اس کے ترک کرنے کو گناہ نہ سمجھا۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں عکرمہؒ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا" نازل ہوئی تو یہودیوں نے کہا ہم مسلمان ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے تو انھوں نے کہا ہم پر فرض نہیں کیا اور حج کرنے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین" (یعنی جس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ جہان والوں سے بے پرواہیں)۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا" نازل ہوئی تو مختلف حلقوں کے لوگوں نے کہا کہ ہم بھی مسلمان ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین" تو اس پر

مسلمانوں نے حج کیا اور کافر بیٹھ گئے (انہوں نے حج نہیں کیا)۔

عبد بن حمید اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا" نازل ہوئی تو سارے لوگوں نے کہا ہم مسلمان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اتارا "وللہ علی الناس حج البیت" یعنی مسلمان پر فرض ہے تو مسلمانوں نے حج کیا اور مشرکوں نے چھوڑ دیا۔

حج سے انکار کرنے والا دین اسلام پر نہیں

سعید بن منصور و عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت الحج یعنی لفظ آیت "وللہ علیہ الناس حج البیت" نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سب دین والوں کو جمع فرمایا (یعنی) عرب کے مشرک نصاریٰ یہود مجوس اور صائبین کو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض فرمایا ہے اللہ کے گھر کا حج کرو سو اس حکم کو کسی نے قبول نہیں کیا سوائے مسلمانوں کے باقی دین والوں نے اس کا انکار کیا اور کہنے لگے نہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں نہ اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہم اس کا استقبال کرتے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاردی لفظ آیت "ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین"۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے ابو داؤد نفیعؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (اور یہ آیت پڑھی) "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین" تو ایک آدمی ہذیل میں سے کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جو شخص حج کو چھوڑ دے تو اس نے کفر کیا؟ آپ نے فرمایا جس شخص نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کی سزا سے بھی نہ ڈرتا ہو اور جو شخص حج کرے اس کے ثواب کی امید نہ رکھے وہ اسی طرح سے (کافر) ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "ومن کفر" کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ جو شخص جس نے اللہ تعالیٰ کا اور آخرت کے دن کا انکار کیا۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین" کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کفر کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اس آیت کے بارے روایت کیا کہ اس سے مراد ہے جو شخص اللہ کے گھر کا انکار کرے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے یہ آیات پڑھیں لفظ آیت "ان اول بیت وضع للناس" الی قولہ سبیلا" پھر فرمایا جس شخص نے ان آیات کا انکار کیا۔

ابن المنذرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے انکار کیا اور ایمان نہ لایا وہ کافر ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر میرا ہمسایہ مالدار ہوتا اور حج کئے بغیر مر جائے تو میں اس پر نماز نہیں پڑھوں گا۔

عبد بن حمیدؒ نے اعمشؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لفظ آیت "وللہ علی الناس حج البیت" حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔

ابن ابی شیبہؒ نے اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا عاصم بن ابی النجودؒ نے اس طرح پڑھا "وللہ علی الناس حج

البیت" حاء کے فتح کے ساتھ۔

ابن ابی شیبہؒ نے اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اقرع بن حابسؓ نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا کیا حج ہر سال ہے یا ایک مرتبہ (زندگی میں)؟ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ایک مرتبہ اور جس نے ایک سے زیادہ دو مرتبہ حج کیا تو اس نے نفل ادا کیا۔

﴿ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ‌ۖ وَاللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۸﴾ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّاَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوۡا فَرِيۡقًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ يَرُدُّوۡكُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ كٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيۡكُمۡ رَسُوۡلُهٗ ‌ؕ وَمَنۡ يَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ ﴾

اے پیغمبر کہہ دیجیے! اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس پر جو کچھ تم کر رہے ہو۔(۹۸) کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! تم اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو، ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ تم اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تمہیں گواہ بنایا گیا تھا اور اللہ باخبر ہے اس سے جو کچھ تم کرتے ہو۔(۹۹) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمہیں تمہارے ایمان سے پھر (دوبارہ) کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔(۱۰۰) اور تم کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول (موجود) ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔(۱۰۱)

ربط آیات:

گزشتہ اسباق میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے غلط ملط اعتراضات کے جوابات دیے اور ملت ابراہیمی کی وضاحت فرمائی۔ اور یہ بھی واضح کیا کہ حضور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے ساتھی ہی اصل ملت ابراہیمی پر قائم ہیں۔ اس کے علاوہ ملت ابراہیمی کے مرکزی قبلہ بیت اللہ شریف کا تذکرہ ہوا، اور اس کے فضائل بھی بیان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کے اتباع کا بطور خصوصی حکم دیا۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بطور نصیحت اور تنبیہ اہل کتاب سے خطاب فرمایا ہے۔ کہ جب حضور (علیہ السلام) کا ملت ابراہیمی پر قائم ہونا ثابت ہو چکا، تو پھر اہل کتاب کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینا

چاہیئے۔ اور انھیں جان لینا چاہیئے کہ ان کا اپنا طریقہ خود ساختہ ہے۔ جسے ملت ابراہیمی سے کوئی واسطہ نہیں۔

شان نزول

ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ اور ابوالشیخؒ نے زید بن اسلمؓ سے روایت کیا ہے کہ شاس بن قیس جو زمانہ جاہلیت میں بہت بوڑھا آدمی تھا بڑا کافر تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ سخت کینہ رکھنے والا اور ان پر بہت حسد کرنے والا تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ اوس اور خزرج میں سے ایک مجلس میں اکٹھے بیٹھ کر آپس میں باتیں کر رہے تھے اس نے ان کی آپس میں محبت اور ان کا آپس میں جمع ہونا اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باہمی مصالحت کو دیکھ کر بہت غصہ ہوا جبکہ زمانہ جاہلیت میں ان کے درمیان آپس میں سخت دشمنی تھی اس نے کہا کہ بنو قیلہ کے خاندان آپس میں اس شہر میں اکٹھے ہو گئے، اللہ کی قسم! جبکہ یہ شہر میں اکٹھے ہو جائیں گے تو ہمارے لیے یہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہ ہوگی تو اس نے یہود کے ایک نوجوان کو حکم دیا جو اس کے ساتھ تھا کہ ان کی طرف چلا جا اور ان کے پاس بیٹھ جا پھر ان کو بعاث کا دن یا دولت اور جو کچھ ان کے درمیان آپس میں لڑائیاں تھیں وہ ان کو یاد دلا اور ان اشعار کو پڑھ جوان کے بعض آپس میں پڑھا کرتے تھے اور بعاث کا وہ دن تھا۔ جس میں اوس اور خزرج آپس میں لڑتے تھے اور اس میں اوس کو خزرج پر فتح حاصل ہوئی تھی اس نے ایسا ہی کیا لوگوں نے (آپس میں) باتیں شروع کر دیں اور (آپس میں) جھگڑا شروع کر دیا اور ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے یہاں تک کہ وہ آدمی کود پڑے دونوں قبیلوں میں سے بنو حارثہ میں سے ایک آدمی تھے جو خزرج قبیلہ اوس میں سے تھے اور جبار بن صخر بنو سلمہ کے ایک آدمی تھے جو خزرج قبیلہ میں

سے تھے۔ان دونوں نے باہم گفتگو کی پھران میں سے ایک نے کہا اپنے ساتھی سے اگر تم چاہو اللہ کی قسم! اب ہم لوٹ جاتے ہیں بقیہ لڑائی کی طرف اور دونوں فریق سب سے غصہ ہو گئے اور کہنے لگے ہم (پھر آپس میں مقابلہ) کریں گے ہتھیار (دلاؤ) ہتھیار (دلاؤ) تمہارے ساتھ (جنگ کرنے کا) وعدہ ظاہرہ میں ہے ظاہرہ حرہ کو کہتے ہیں (یہ کہہ کر) وہ سب حرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے اوس والوں نے اپنے ساتھ بعض لوگوں کو ملا لیا اور خزرج والوں نے بھی اپنے ساتھ بعض لوگوں کو ملا لیا اس پکار پر جو وہ زمانہ جاہلیت میں (جنگ کے لیے) پکارا کرتے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بات پہنچی تو آپ ان کی طرف اپنے مہاجرین صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا اے مسلمانو کی جماعت! اللہ اللہ کیا تم جاہلیت کے دعوی کرتے ہو اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں بعد اس کے جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی طرف ہدایت دی اور تمہیں اس کے ساتھ عزت دی اور اس کے ذریعہ تم سے جاہلیت کے کام کو کاٹ دیا اور اس کے ذریعہ تم کو کفر سے نکالا اور اس کے ذریعہ تمہارے درمیان محبت ڈال دی کیا تم پھر لوٹ جاؤ گے اس کفر کی طرف جس پر تم (پہلے) تھے (لڑنے والے) لوگوں کو پہچان لیا کہ یہ لڑائی پر اکسانا شیطان کا حملہ تھا اور یہ دشمن کا ایک مکر وفریب تھا (رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ بات سن کر) انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور روتے ہوئے بعض لوگوں نے بعض کو گلے لگا لیا پھر وہ سب لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چل دیئے جبکہ وہ آپ کی نصیحت کو سننے والے اور آپ کی اطاعت کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا جو اللہ کے دشمن شاس نے جلائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے شاس بن قیس اور اس کے کرتوتوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت " قل یاھل الکتب لم تکفرون بایت اللہ واللہ شھید علی ما تعلمون " سے لے کر " وما اللہ بغافل عما

تعملون" تک اوراوس بن قیظی اور جبار بن صخر اور جو لوگ ان کی قوم میں سے ان کے ساتھ تھے ان کے بارے نازل فرمایا جو کچھ انھوں نے کیا تھا لفظ آیت "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتب یردوکم بعد ایمانکم کفرین" سے لے کر "واولئک لہم عذاب عظیم" تک۔ مسلمانوں کے آپس میں خونریزی حرام ہے۔

الفریابی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور طبرانیؒ نے ابونعیمؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ اوس اور خزرج میں زمانہ جاہلیت میں آپس میں جنگ ہوئی تھی ایک دن (اکٹھے) بیٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے آپس میں ان (پرانی دشمنیوں) کا ذکر کیا یہاں تک کہ وہ غضبناک ہوگئے اور ان کے بعض ہتھیار لے کر کھڑے ہوگئے ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بارے میں ذکر کیا آپ سواری پر سوار ہو کر ان کے پاس تشریف لے گئے تو اس پر یہ (آیت) "وکیف تکفرون" اور بعد والی دو آیات نازل ہوئیں۔

ابن المنذرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ دونوں قبائل، اوس اور خزرج میں زمانہ جاہلیت میں لڑائی ہوئی تھی جب اسلام آیا تو وہ (لڑائی سے) رک گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی (ایک دفعہ) ایک یہودی اوس اور خزرج والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس نے وہ شعر پڑھ دیا کہ ایک قبیلہ اپنی جنگ میں پڑھا کرتا تھا گویا اس شعر کی وجہ سے ان کے درمیان جھگڑا شروع ہوگیا تو دوسروں نے کہا ہمارے شاعر نے اس طرح اور اس طرح کہا (اس پر) وہ سب اکٹھے ہوگئے اور ہتھیار اٹھا لیے اور لڑنے کے لیے جمع ہوگئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتب" سے لے کر "لعلکم تھتدون" تک نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے

یہاں تک کہ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے ان پر یہ آیتیں اونچی آواز سے پڑھیں جب ان لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز کو سنا قرآن کے ساتھ تو وہ خاموش ہو گئے اور سننے لگے جب آپ فارغ ہوئے تو انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے قبائل اوس وخزرج طنین کے مقام پر جمع تھے اور ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں جنگ قصاص اور ناراضگی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا اسلام کے ذریعہ اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ کو بجھا دیا جو ان کے درمیان تھی اور اسلام کے ذریعہ ان میں محبت ڈال دی اس درمیان کہ ایک آدمی اوس میں سے اور ایک آدمی خزرج میں سے بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا وہ یہودی ان دونوں کو وہ جنگیں اور دشمنی یاد دلا رہا تھا جو ان کے درمیان پہلے سے موجود تھی یہاں تک کہ دونوں نے ایک دوسرے کو بھلا برا کہا اور لڑ پڑے تو (اس پر) ایک نے اپنی قوم کو بلایا دوسرے نے اپنی قوم کو بلایا تو وہ ہتھیار لے کر نکل کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے آپ برابر ان کے درمیان چلتے رہے ان کی طرف بھی اور ان کی طرف بھی اور ان کو خاموش کراتے رہے یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمایا لفظ آیت "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتب یردوکم بعد ایمانکم کفرین"۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت ثعلبہ بن

عنمہ انصاری کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کے اور انصار کے لوگوں کے درمیان گفتگو ہوئی ان کے درمیان ایک یہودی قینقاع قبیلہ سے گذرا اور بعض کو بعض پر ابھارا یہاں تک کہ دونوں جماعتیں اوس اور خزرج نے ہتھیار اٹھانے کا ارادہ کرلیا تا کہ آپس میں لڑیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری دی لفظ آیت "ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتب یردوکم بعد ایمانکم کفرین" کہ اگر تم نے (ایک دوسرے پر) ہتھیار اٹھائے تو (گویا) تم نے قتل کیا اور تم نے کفر کیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت "لم تصدون عن سبیل اللہ" کا مطلب ہے ان سے کوئی سوال کرتا کیا تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پایا؟ تو وہ کہتے تھے نہیں اس طرح وہ لوگوں کو آپ سے روکتے اور حد سے تجاوز کرتے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم کیوں روکتے ہو اسلام سے اور اللہ کے نبی سے اس شخص کو جو اللہ پر ایمان لاتا ہے حالانکہ تم گواہ ہو اس بات کے جو تم اللہ کی کتاب میں پڑھتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اسلام اللہ کا دین ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا اس پر جزائے خیر عطا فرمائے گا اس کے بارے میں تم لکھا ہوا پاتے ہو تورات میں اور انجیل میں بھی۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "لم تصدون عن سبیل اللہ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں ان کو اللہ کے راستہ سے مسلمانوں کو روکنے سے منع کیا گیا تھا اور انھوں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو گمراہ کردیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا فریقا" کے

بارے میں روایت کیا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے پہلے ہی سے (حکم) بھیج دیا ہے ان کے بارے میں جیسا کہ تم سنتے ہو اور تمہیں خبردار کیا ہے اور تم کو ان کی گمراہی کی خبر دی ہے اس لیے اپنے دین کے بارے میں ان سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور اپنے بارے میں ان کو مخلص نہ سمجھو کیونکہ تمہارے حسد کرنے والے گمراہ کرنے والے دشمن ہیں تم کس طرح تمنا کرتے ہو ایسی قوم کی جنہوں نے اپنی کتاب کا انکار کیا اور اپنے رسولوں کو قتل کیا اور اپنے دین میں تبدیلی کی اور اپنی جانوں سے عاجز ہو گئے اللہ کی قسم! یہی لوگ تہمت لگانے والے اور دشمن ہیں۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت "وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایت اللہ وفیکم رسولہ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ دو واضح نشانیاں ہیں اللہ کے نبی اور اللہ کی کتاب لیکن اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو وہ گذر چکے لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب تو اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان باقی رکھا جو اللہ کی طرف سے رحمت ہے اور نعمت ہے اس میں اس کے حلال اور اس کے حرام اور اس فرمان برداری اور اس کی نافرمانی (کا بیان) ہے۔

ابن جریرؒ، ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ومن یعتصم باللہ" سے مراد اللہ پر ایمان لانا۔

عبد بن حمید و ابن المنذرؒ نے و ابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الاعتصام باللہ" سے مراد ہے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا۔

ہدایت کا مستحق کون ہے

ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت نقل کی اور انھوں نے مرفوع حدیث روایت کی کہ آپ نے ارشاد

فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ فیصلہ فرمالیا ہے کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا اس کو ہدایت دے گا اور جو شخص اس پر بھروسہ کرے گا اس کو نجات دے گا ربیع ؒ نے فرمایا کہ اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے لفظ آیت "ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم"۔

عبد بن حمیدؒ نے ربیع ؒ کے طریق سے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس پر فیصلہ فرمالیا ہے کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا اس کو ہدایت دیں گے اور جو شخص ان پر بھروسہ کرے گا اس کی کفایت کریں گے اور جو شخص ان کو قرض دے گا (یعنی ان کے لیے صدقہ کرے گا) اس کو بدلہ دیں گے اور جو شخص ان پر اعتماد کرے گا اس کو نجات دیں گے اور جو شخص دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائیں گے ربیع رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے۔

(۱) ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ۔ (التغابن آیت ۱۱) (۲) یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ۔ (اطلاق آیت ۳) (۳) من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ۔ (الحدید آیت ۱۱) (٤) ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم۔ (سورہ بقرۃ آیت ۱۰۱) (٥) واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا الی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ (سورہ البقرۃ آیت ۱۸٦)۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کامیاب ہیں

تمامؒ نے اپنے فوائد میں کعب بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے داود (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی اے داود! جو بندہ مجھ پر اعتماد کرتا ہے میری مخلوق کو چھوڑ کر میں اس کو پہچانتا ہوں اس کی نیت سے آسمان والے اس کے لیے خفیہ تدبیریں کرتے

ہیں مگر اس کے لیے ان سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دیتا ہوں اور جو بندہ میری مخلوق پر اعتماد کرتا ہے مجھے چھوڑ کر میں اس کو پہچان لیتا ہوں اس کی نیت سے مگر یہ کہ میں آسمان کے راستے اس کے آگے سے کاٹ دیتا ہوں اور ہوا کو نکال دیتا ہوں اس کے قدموں کے نیچے سے۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا لیکن ذھبی نے اس پر اعتراض کیا اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اس چیز کو طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو آسمان اس کا سایہ ہوگا اور زمین اس کا بچھونا وہ کسی چیز کی کوشش نہیں کرتا دنیا کہ کام میں سے کھیتی نہیں اگاتا لیکن وہ روٹی کھاتا ہے وہ درخت نہیں بوتا لیکن وہ پھل کھاتا ہے جبکہ وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کی رضامندی کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں اس کا رزق رکھ دیا ہے اور وہ زمین میں نکلتے ہیں اور اس کے لیے حلال رزق کھاتے ہیں اور وہ بغیر حساب کے پورا پورا رزق لیتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے۔ حاکمؒ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ذھبی نے کہا بلکہ حدیث منکر ہے یا موضوع ہے اس میں عمرو بن قطنی ہے اور وہ متروک ہے۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور معقل بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہارا رب کہتا ہے اے آدم کے بیٹے! تو فارغ ہوجا میری عبادت کے لیے میں تیرے دل کو غنی سے بھر دوں گا اور تیرے ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا اے آدم کے بیٹے! مجھ سے دور نہ ہو میں بھر دوں گا تیرے دل کو فقر سے اور تیرے ہاتھوں کو کام میں۔

الحکیم الترمذیؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ جو شخص مجھ پر اعتماد کرتا ہے میری مخلوق کو چھوڑ کر تو میں آسمانوں اور زمینوں کو اس کے بارے میں خفیہ

تدبیریں کرتے ہیں مگر میں اس کے لیے اس سے نکلنے کی تدبیر کرتا ہوں اور جو بندہ مخلوق پر اعتماد کرتا ہے مجھے چھوڑ کر تو میں اس کے سامنے سے آسمان اسباب کو ختم کر دیتا ہوں اور ہوا کو اس کے قدموں کے نیچے سے نکال دیتا ہوں۔

حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اپنے سارے مقاصد کو ایک مقصد بنا لیا تو اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتا ہے اس کے دنیا و آخرت کے مقاصد کے لیے اور جس شخص کو مقاصد نے گھیر لیا ہو تو اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرتے کہ وہ دنیا کی جس وادی میں ہلاک ہو جائے۔

سیدنا ابو بکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میرے بعد پھر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔"[۱]

یاد رہے کہ اس کفر سے مراد اسلام میں رہ کر کفر ہے مرتد ہونا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دو لڑنے والے گروہوں کو مومن قرار دے کر ان کے درمیان اصلاح کروانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اوس اور خزرج آپس میں گفتگو کر رہے تھے ایک دوسرے پر غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ جنگ تک نوبت پہنچ گئی اور ایک دوسرے کے خلاف اسلحہ پکڑ لیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ۔ الٰہ قولہ فانقذکم منھا)۔ ترجمہ۔ اور تم کیونکر کفر وگے جبکہ تم کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اس پیغمبر موجود ہیں اور جس نے خدا (ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے راستے پر لگ گیا مومنو خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے

۱۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع: ٤٤٠٦]

اور مرنا تو مسلمان مرنا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے تم اس سے بچا لیا۔ (۱)

وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ: یعنی تمھاری طرف سے کفر کا ارتکاب بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے بچائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اس کے رسول پر دن رات نازل کی جارہی ہیں اور وہ ان آیات کی تم پر تلاوت فرما رہے ہیں اور تم تک انھیں پہنچا رہے ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے کہ یہ آیت کریمہ ہے: (وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ)[الحدید:۸] "اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔"

ابو جمعہ حبیب بن سباعؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح سویرے ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراحؓ بھی تھے۔ ابو عبیدہؓ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ (اے اللہ کے رسول!) ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا تو کیا ہم سے بہتر بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے، اس کے باوجود کہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔" (۲)

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنے سے

۱۔ (مجمع الزوائد ۶۔327)

۲۔ [مسند أحمد: ۱۰۶/٤، ح: ۱٦۹۷۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/٤]

مراد اس کی رسی یعنی دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑنا ہے، ارشاد فرمایا: (وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا)[آل عمران: ۱۰۳] ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔“ اور فرمایا: (فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ هُوَ مَوۡلٰٮكُمۡ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ)[الحج: ۷۸] ”سو نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، وہی تمہارا مالک ہے، سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔“

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝۱۰۲ ﴾

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

ربط آیات:

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کے گمراہ کرنے سے خبردار فرمایا تھا اور اس کے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات اور تمام خیرات کا جامع حکم بیان فرمایا: ان میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو، دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، اور ان میں ترتیب یہ ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت عذاب کے خوف سے کرتا ہے یا ثواب کے شوق سے کرتا ہے، اور عذاب کا خوف مقدم ہے کیونکہ دفع ضرر حصول نفع پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے تاکہ عذاب سے بچنے کے

لیے انسان اللہ کی عبادت کرے پھر اس کو موکد کرنے کے لیے فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اس کے بعد اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگ نعمت کے شوق میں عبادت کی طرف راغب ہوں۔

اللہ سے کما حقہ ڈرنے کا حکم محکم ہے یا منسوخ؟

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ متوفی ٤٣٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کو یاد رکھا جائے اور اس کو بھولا نہ جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے۔ [١]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔ [٢]

حافظ سیوطیؒ نے اس حدیث کو امام عبدالرزاقؒ، امام طبرانی اور امام حاکمؒ کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

۔۔ [٣]

اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں، امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اور اللہ سے اس طرح ڈرنا جس طرح ڈرنے کا

١۔ (حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٢٣٨، مطبوعہ بیروت)

٢۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٤٠۔١٩)

٣۔ (الدر المنثور ج ٢ ص ٥٩، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

حق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا جائے اور اس سلسلہ میں انسان کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرے' اور عدل وانصاف قائم کیا جائے' خواہ وہ فیصلہ اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کے خلاف ہو' اور حق بات کہنے میں کسی کی پروانہ کی جائے اور اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کی تمام نافرمانیوں سے اجتناب کیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ نے "حق تقاۃ" کی جو تفسیر کی ہے اس میں کون سی بات نا قابل عمل ہے؟ بلکہ ان تمام باتوں پر عمل کرنا واجب ہے' اسی لیے صحیح یہی ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے۔

بعض فقہاء تابعینؒ نے کہا یہ آیت منسوخ ہے' امام ابن جریر طبریؒ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ نے کہا پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف اور آسانی کو نازل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ضعف کی وجہ سے ان پر رحمت نازل فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت) "فاتقوا اللہ ما استطعتم"۔ (التغابن:١٦)

ترجمہ: سو جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ [١]

میں (محمد طاہر کہتا ہوں کہ جمھور کا موقف ٹھیک ہے۔ یہ آیت منسوخ نہیں ہے)

تقوی کے متعلق احادیث

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے سینے کی طرف تین بار

١۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٢٠' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ١٤٠٩ھ)

اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ (۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھ سے یہ نصیحتیں کون حاصل کرے گا تاکہ ان پر عمل کرے یا ان پر عمل کرنے والوں کو ان کی تعلیم دے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا میں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ نصیحتیں گنوائیں' آپ نے فرمایا حرام کاموں سے بچو تم سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے' اللہ کی تقسیم پر راضی رہو تم سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے' اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو تم مومن (کامل) ہو جاؤ گے' لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو تم (کامل) مسلمان ہو جاؤ گے' زیادہ ہنسا نہ کرو کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

عطیہ سعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین میں شمار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کسی مباح کام کو بھی اس خدشہ سے ترک نہ کر دے کہ شاید اس میں حرج ہو۔

میمون بن مہرانؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین میں شمار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کسی مباح کو بھی اس خدشہ سے ترک نہ کر دے کہ شاید اس میں حرج ہو۔

میمون بن مہرانؒ بیان کرتے ہیں کہ کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہوگا جب کہ وہ اپنے نفس کا اس

۱۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۱۷ کراچی)

طرح محاسبہ نہ کرے جس طرح وہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کا کھانا کہاں سے آیا؟ اس کا لباس کہاں سے آیا؟۔

ابن المبارکؒ نے زھد میں وعبد الرزاق والفریابی وعبد بن حمید وابن ابی شیبہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر ابن ابی حاتم ونحاسؒ نے ناسخ میں طبرانی اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور ابن مردویہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اتقوا اللہ حق تقتہ" سے مراد ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے اور بھولا یا نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ناشکری نہ کرے۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا ابن مردویہؒ نے ایک اور سند سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لفظ آیت "اتقوا اللہ حق تقتہ" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے اور اللہ کو یاد کرے اور بھول نہ جائے۔

بقدر طاقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

عبد بن حمیدؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اتقوا اللہ حق تقتہ" سے مراد ہے کہ وہ اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے اور اس کو یاد کرے اس کو بھولائے نہ عکرمہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ حکم مسلمانوں پر سخت گذرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ (آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "وتقوا اللہ ما استطعتم" (التغابن آیت ١٦)۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے لفظ آیت "اتقوا اللہ حق تقتہ" سے مراد ہے کہ اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے تو لوگوں میں اس کی طاقت نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "

فاتقوا اللہ ما استطعتم "۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ پر عمل کرنا سخت ہو گیا وہ (عبادت کے لیے) کھڑے ہوئے تو ان کی پنڈلیاں سوج گئیں اور ان کی پیشانیاں زخمی ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کرتے ہوئے مسلمانوں پر (یہ حکم) نازل فرمایا لفظ آیت " فاتقوا اللہ ما استطعتم " تو پہلی آیت منسوک ہو گئی۔

ابن مردویہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " اتقوا اللہ حق تقتہ " کے حکم کو " فاتقوا اللہ ما استطعتم " نے منسوخ کر دیا۔

ابن جریرؒ نے ربیع بن انسؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت " اتقوا اللہ حق تقتہ " نازل ہوئی پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی " فاتقوا اللہ ما استطعتم " تو اس آیت نے آل عمران والی آیت کو منسوخ کر دیا۔

عبدالرزاقؒ ، عبد بن حمیدؒ، ابوداؤدؒ نے اپنے ناسخ میں اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت " اتقوا اللہ حق تقتہ " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس (آیت کے حکم) کو اس آیت نے منسوخ کر دیا جو سورہ تغابن میں ہے یعنی لفظ آیت " فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعو اواطیعوا " اور اسی حکم پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (صحابہ سے بیعت فرمائی) استطاعت کے مطابق سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت لی تھی۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے عکرمہؓ سے " اتقوا اللہ حق تقتہ " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوس اور خزرج کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کے درمیان جنگ بعاث ہوئی تھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تشریف آوری سے پہلے جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو ان کے درمیان صلح ہو گئی تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈر سکتا جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے یہاں تک کہ روک دے اپنی زبان کو۔

الطیالسیؒ، احمد وترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا نسائی وابن ماجہؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن حبان اور طبرانیؒ اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقیؒ نے بعث میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لفظ آیت "یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون" کے بارے میں فرمایا کہ اگر زقوم میں سے ایک قطرہ (دنیا میں) ٹپک پڑے تو دنیا والوں پر ان کی زندگی کڑوی ہو جائے چہ جائیکہ جس کا کھانا ہی زقوم کا ہو۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے طاؤسؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یایھا الذین امنوا اللہ حق تقتہ" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے اگر تم ایسا نہ کرو اور نہ ہی تم میں اس کی طاقت ہو (پھر فرمایا) "ولا تموتن الا وانتم مسلمون" سے مراد ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

الخطیبؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا "حق تقتہ" یعنی جیسا حق ہے اس سے ڈرنے کا یہاں تک کہ وہ جان لے کہ جو مجھ کو مصیبت (یعنی) تکلیف پہنچی ہے وہ خطاء نہیں ہو سکتی تھی اور جو مصیبت نہیں پہنچی وہ نہیں پہنچ سکتی تھی۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "سات آدمی ایسے ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا اپنے سائے میں جگہ دے گا۔۔ (ان میں سے) ایک وہ شخص جسے کوئی ذی مرتبہ حسین عورت برائی کی دعوت دیتی ہے تو وہ کہتا ہے میں اللہ سے ڈرتا

ہوں۔“ [۱]

سیدنا نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں۔ تو جس شخص نے اس کام کو چھوڑا جس میں اسے گناہ کا شبہ ہے تو وہ اس کام کو جس میں گناہ واضح ہے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جس شخص نے اس کام پر جرات کی جس میں اسے گناہ کا شبہ ہے تو عنقریب وہ اس گناہ میں جا پڑے گا جس کام میں گناہ واضح ہے۔ تمام گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں، تو جو شخص اس چراگاہ کے اردگرد (اپنا جانور) چراتا ہے وہ عنقریب اس چراگاہ میں جا پڑے گا۔“ [۲]

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ: یعنی اپنی صحت وسلامتی کے زمانے میں اسلام کی حفاظت کرو، تاکہ تمہارا اسلام ہی پر خاتمہ ہو۔ مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آیت: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ) کی تلاوت کی اور فرمایا: ”اور اگر (جہنم کے) تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ گرا دیا جائے تو وہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی زندگی تلخ کر دے، تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی تھوہر ہوگا۔“ [۳]

۱۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین: ۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ: ۱۰۳۱]

۲۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین۔۔۔ الخ: ۲۰۵۱]

۳۔ [مسند أحمد: ۱/ ۳۰۰، ۳۰۱، ح: ۲۷۳۸۔ ترمذی، صفۃ جہنم، باب ماجاء فی صفۃ شراب أہل النار: ۲۵۸۵۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب صفۃ النار: ۴۳۲۵]

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی وفات سے تین دن قبل یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "تم میں کوئی شخص فوت نہ ہو مگر وہ اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔" ①

سیدنا ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں اس طرح رہ کہ تو پردیسی ہے، یا راہ گزرنے والا ہے۔" اور ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے، جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر اور اپنی تندرستی سے اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے (کچھ نہ کچھ) حاصل کر لے۔ ②

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے بارے میں جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔" ③

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۱۰۳ ﴾

۱۔[مسلم، کتاب الفتن، باب الأمر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت: ۲۸۷۷]

۲۔[بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل: ٦٤١٦]

۳۔[بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: (ویحذرکم اللہ نفسہ): ۷۴۰۵۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ: ۲٦۷۵]

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑ و اور تفرقہ میں نہ پڑو اور اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے تو اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

اللہ کی رسی کا بیان

: اللہ کی رسی کی متعدد تفسیریں کی گئیں ہیں۔ امام محمد ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اللہ کی رسی سے مراد جماعت ہے۔

قتادہؒ نے کہا اللہ کی مضبوط رسی جس کو ہمیں پکڑنے کا حکم دیا ہے وہ یہ قرآن ہے۔ نیز قتادہؒ سے روایت ہے کہ اس سے مراد عہد اور اس کا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ صراط مستقیم پر شیاطین آکر اپنی طرف بلاتے ہیں سو تم اللہ کی رسی کو پکڑ لو اللہ کی رسی کو پکڑ لو اللہ کی رسی کتاب اللہ ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔ ابوالعالیہؒ نے کہا اللہ کی رسی پکڑنے کا مطلب یہ ہے

کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔ [1]

سعید بن منصورؒ، ابن ابی شیبہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، طبرانی ؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اعتصموا بحبل اللہ۔ میں حبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔

فریابی ؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن الضریسؒ، ابن جریرؒ، ابن الانباری ؒ نے مصاحف میں طبرانی ؒ، ابن مردویہ اور بیہقی ؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ راستہ حاضر کیا ہوا ہے شیاطین حاضر ہوئے اور آواز دیتے ہیں کہ اے اللہ کے بندے! آجاؤ یہ وہی راستہ ہے (یعنی اس کو دھوکہ دیتا ہے) تاکہ ان کو اللہ کے راستے سے روکے سو تم مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو اور بلاشبہ اللہ کی رسی قرآن ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابن جریرؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی کتاب وہی اللہ کی رسی ہے جو پھیلی ہوئی ہے آسمان سے زمین تک۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابوشریح خزاعیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ یہ قرآن رسی ہے اس کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو بلاشبہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

ابن ابی شیبہ اور طبرانی ؒ نے زید بن ارقم ؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ دیا اور فرمایا میں تمہارے اندر اللہ کی کتاب چھوڑنے والا ہوں وہی اللہ کی رسی ہے جو شخص اس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پر ہوگا اور جو شخص اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہوگا۔

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٩٥ 'مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ١٤٠٩ھ)

دو چیزیں ذریعہ ہدایت ہیں

احمدؒ نے زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب جو پھیلی ہوئی ہے آسمان اور زمین کے درمیان اور میرا کنبہ میرے گھر والے ہیں اور بلاشبہ یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔

طبرانیؒ نے زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں تمہارے لیے آگے بڑھنے والا ہوں۔ اور تم میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے۔ پس تم دیکھو کہ کس طرح تم میرے خلیفہ بنو گے ثقلین میں کہا گیا ثقلین کیا ہے یارسول اللہ، آپ نے فرمایا بڑی چیز اللہ کی کتاب ہے جو ایک رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ سو تم اس کو مضبوطی سے پکڑو ہرگز نہ پھسلو گے اور نہ گمراہ ہو گے اور چھوٹی چیز میرا کنبہ ہے اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر آئیں گی ان دونوں کے بارے میں میں نے اپنے رب سے سوال کیا سو تم ان دونوں سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور تم ان دونوں کو نہ سکھاؤ کیونکہ وہ تم دونوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابن سعدؒ، احمدؒ، طبرانیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں کہ اگر اس کو (مضبوطی سے) پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب ہے جو پھیلی ہوئی ہے آسمان اور زمین کے درمیان اور دوسرا میرا کنبہ وہ میرے گھر والے ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں

گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر آئیں گے۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، طبرانیؒ نے شعبیؒ کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ" میں اللہ کی رسی سے مراد جماعت ہے۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے شعبیؒ کے طریق سے ثابت بن قطبۃ المزنیؒ سے روایت کیا کہ میں نے ابن مسعودؓ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو تم پر اطاعت اور جماعت لازم ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اللہ کی رسی ہے جن کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سماک بن ولید حنفیؒ سے روایت کیا کہ میں حضرت ابن عباسؓ سے ملا اور عرض کیا آپ سلاطین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں وہ ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ ہم کو گالیاں دیتے ہیں اور ہم پر زیادتی کرتے ہیں ہمارے صدقات کے بارے میں۔ کیا ہم ان کو نہ روکیں؟ تو انھوں نے فرمایا نہیں۔ ان کی اطاعت کرو جماعت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ پہلی امتیں ہلاک ہوئیں (آپس میں) جدا ہونے کی وجہ سے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"۔

ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بنو اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ اور میری امت عنقریب بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ کے علاوہ سب آگ میں ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ایک کونسا فرقہ ہے آپ فرمایا وہ جماعت ہے۔ پھر فرمایا لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"۔

ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بنو اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت عنقریب بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک

فرقہ کے علاوہ سب آگ میں ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا وہ ایک کونسا فرقہ ہے آپ نے فرمایا وہ جماعت ہے پھر اس آیت کی تلاوت کی لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"۔

ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بنو اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت عنقریب بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ کے علاوہ سب آگ میں ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ایک فرقہ کونسا ہوگا آپ نے فرمایا وہ جماعت ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"۔

مسلم اور بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین اعمال سے راضی ہوتے ہیں اور تمہارے لیے تین اعمال سے ناراض ہوتے ہیں تم سے راضی ہوتے ہیں اس بات سے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور یہ کہ تم مضبوطی سے پکڑ و اللہ کی رسی کو سب کے سب اور متفرق نہ ہو جاؤ اور تم خیر خواہی کرو اس شخص کی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام کا والی بنایا اور تمہارے لیے ناراض ہوتے ہیں بک بک کرنے سے یعنی کثرت سے سوال کرنے سے اور مال کے ضائع کرنے سے۔

احمدؒ، ابوداؤدؒ نے معاویہ بن سفیانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ کتاب والے اپنے دین میں متفرق ہو گئے بہتر فرقوں میں اور یہ امت عنقریب متفرق ہو جائے گی تہتر فرقوں پر یعنی اپنی خواہشات پر چلنے والے ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے اور وہ جماعت ہے (یعنی اہلسنت والجماعت کی)۔

مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہو

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی نکل گیا تو تحقیق اس نے اپنی گردن سے اسلام کے پھندے کو نکال دیا یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے (یعنی دوبارہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو) اور جو شخص مر گیا اور اس پر جماعت کا امام والی نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ" یعنی ایک اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو) "ولاتفرقوا" یعنی حدود سے تجاوز نہ کرو اور اخلاص کے ساتھ (آپس میں) بھائی بھائی بن جاؤ۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ" سے مراد ہے اس کی اطاعت کے ساتھ (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو)۔

قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ" سے مراد ہے اللہ کے عہد اور اس کے حکم کو لازم پکڑو۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ" سے مراد ہے اسلام کو لازم پکڑو۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے لفظ آیت "واذکروا نعمت اللہ علیکم اذکنتم اعداء" کے بارے میں روایت کیا۔ کہ بعض تمہارا بعض کو قتل کر دیتا تھا اور تمہارا طاقت والا تمہارے کمزور کو کھا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آئے اور اس کے ذریعہ تمہارے درمیان محبت ڈال دی اور تم سب کو آپس میں جمع کر دیا اور تم کو بھائی بھائی بنا دیا۔

ابن جریروابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انصار کی ایک جماعت سے ملاقات فرمائی وہ لوگ ایمان لائے اور تصدیق کی تو آپ نے ان کے ساتھ جانے کا ارادہ فرمایا انصار نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری قوم کے درمیان باہم لڑائی کا سلسلہ جاری ہے اور ہم خوف کرتے ہیں اگر آپ اسی حال پر تشریف لے آئے تو آپ وہ کام نہ کرسکیں گے جس کا آپ ارادہ رکھتے ہیں پھر یہ لوگ اگلے سال وفد لے کر آئے تو انھوں نے کہا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے جائیں گے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس لڑائی میں صلح فرمادیں اور وہ لوگ یہ جان چکے تھے کہ صلح نہیں ہوگی کیونکہ بعاث (یعنی لڑائی) کا دن تھا پھر آئندہ سال ستر آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی اور ایمان لے آئے ان میں آپ نے بارہ آدمیوں کو ان کا چودھری یا سردار بنایا (اس طرح ان کی آپس میں لڑائی ختم ہوگئ) اور اسی وجہ سے یہ فرمایا لفظ آیت "واذکروانعمت اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم" اور ابن جریرؒ کے یہ الفاظ ہیں جب حضرت عائشہؓ کا معاملہ تھا تو دو قبیلوں نے مشورہ کیا ان کے بعض نے بعض سے کہا کہ تم سے حرہ پر وعدہ ہے تو وہ لوگ اس کی طرف نکلے (مگر اللہ تعالیٰ نے یہ آگ بجھادی) اور یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "واذکروانعمت اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم"۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے لفظ آیت "اذکنتم اعداء" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو نزاع ہوا تھا اوس اور خزرج کے درمیان تھا حضرت عائشہؓ کی معاملہ میں (اس سے وہی مراد ہے)۔

ابن المنذرؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا ہے کہ اوس اور خزرج کے درمیان ایک سو بیس سال جنگ رہی یہاں تک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بجھادیا اور ان کے درمیان محبت ڈال دی۔

مسلمانوں کا آپس میں اتفاق نعمت خداوندی ہے

ابن المنذرؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت انصار کے دو قبیلوں کے دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ایک ان میں سے خزرج میں سے تھا اور دوسرا اوس میں سے تھا دونوں نے آپس میں طویل زمانہ تک جاہلیت میں لڑائی لڑی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (جب) مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ان کے درمیان صلح کرادی یہ گفتگو ان کے درمیان ایک مجلس میں جاری ہوگئی (جس پر) انھوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا اور برا بھلا کہا یہاں تک کہ ان کے بعض نے بعض لوگوں پر نیزا مارنا شروع کر دیا۔

ابن المنذرؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" سے مراد ہے کہ جب تم ایک دوسرے کو ذبح کر کے تمہارے طاقتور لوگ تمہارے کمزوروں کو کھا جاتے تھے یہاں تک کہ اسلام آیا تو اس کے ذریعہ تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور اس کے ذریعہ تمہارے درمیان محبت ڈال دی لیکن اللہ کی قسم! وہ ذات کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بلاشبہ یہ محبت البتہ رحمت ہے اور بلاشبہ (آپس میں) جدائی عذاب ہے ہم کو (یہ بات) ذکر کی گئی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا کرتے تھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے کہ دو آدمی آپس میں اسلام کی محبت نہیں کرتے تو ان کے درمیان پہلا گناہ جدائی ڈال دیتا ہے جسے ان میں سے ایک نے کیا اگرچہ دونوں کا ارادہ نہ کرنے کا ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے انصار کی جماعت تم مجھ پر کیوں احسان رکھتے ہو کیا میں تمہارے پاس اس وقت نہیں آیا جب تم گمراہ تھے پھر تم کو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہدایت دی اور میں تمہارے پاس اس حال میں آیا کہ تم (ایک

دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی تو صحابہؓ نے عرض کیا ہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسا ہی ہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وکنتم علی شفا حفرۃ من النار" سے مراد ہے کہ تم آگ کے کنارے پر تھے جو تم میں سے مرتا آگ میں جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا جنہوں نے تم کو اس (آگ کے) گڑھے سے نکال دیا۔

عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے یہ آیت "وکنتم علی شفا حفرہ من النار فانقذکم منھا" پڑھی پھر فرمایا کہ تم کو بچایا اس سے اب میں امید کرتا ہوں وہ ہم کو دوبارہ اس میں نہیں ڈالے گا۔

الطستیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ان سے نافع بن ازرقؒ نے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "وکنتم علی شفا حفرہ من النار فانقذکم منھا" کے بارے میں بتایئے انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ سے بچایا تو انھوں نے عرض کیا اس معنی کو عرب کے لوگ جانتے ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے عباس بن مرداس کو نہیں سنا کہ وہ کہتے ہیں یکب علی شفا الاذقان کبا کما زلق التختم عن جفاف ترجمہ: اوندھا گرتا ہے ٹھوڑی کے کنارے پر اوندھا گرنا جیسے کیلے کے چھلکے سے اس کا ٹوٹا ہوا گودا پھسل کر نیچے گرتا ہے۔

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے' ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے

کتاب اللہ' اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے' اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز الگ نہیں ہوں گے حتی کہ میرے حوض پر آئیں گے۔ پس دیکھو تم میرے بعد ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔ [۱]

امام عبداللہ بن عبدالرحمن داری ؒ متوفی ۲۵۵ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اس راستہ پر شیاطین آتے ہیں اور ندا کرتے ہیں اے اللہ کے بندے راستہ یہ ہے' تو تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو' کیونکہ اللہ کی رسی قرآن ہے۔ [۲]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومن' مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض اجزاء بعض کو مضبوط کرتے ہیں' پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منی میں فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ یوم حرام ہے' آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شہر حرام ہے' کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ ماہ حرام ہے آپ نے فرمایا اللہ نے تم پر تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اس طرح حرام کر دیں ہیں جس طرح اس دن کی اس مہینہ میں اس شہر میں حرمت ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک دوسرے

۱۔ (جامع ترمذی ص ۵۴۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۲

سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اور اللہ کے بندے بھائی بن جاؤ، اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (گناہ کبیرہ) اور اس کا قتل کرنا کفر ہے۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فسق کی تہمت لگائے نہ کفر کی۔ ورنہ اگر وہ شخص اس کا مستحق نہ ہوا تو وہ (فسق یا کفر) کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ ①

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ بغاوت کرنے والے اور قطع رحم کرنے والے کو اخروی سزا کے باوجود جس قدر جلد دنیا میں سزا دیتا ہے کسی اور کو سزا نہیں دیتا۔ ②

سیدنا زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "خبردار ہو جاؤ! میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے ایک اللہ عزوجل کی کتاب ہے، وہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا اور (دوسری بھاری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمہیں اللہ یاد

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۳، ۸۸۹۔ ملتقطا، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ)

دلاتا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا)۔“ ١

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا پھر فرمایا: ”یہ اللہ کا راستہ ہے۔“ پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ”یہ (ایسے) متفرق راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ)[الانعام:١٥٣] ”اور یہ کہ بیشک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔“ ٢

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیدنا عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ جنت کے وسط میں جگہ حاصل کرے تو وہ جماعت کے ساتھ چمٹ جائے کیونکہ اکیلے شخص کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو آدمیوں (یعنی جماعت) سے دور ہوتا ہے۔“ ٣

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حنین کا مال تقسیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی طرف اشارہ فرمایا، سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، حنین کے مال کی تقسیم کے وقت، جب کچھ انصار کے لوگوں نے اس وجہ سے اعتراض کیا تھا کہ آپ نے کچھ لوگوں کو زیادہ حصہ دے دیا تھا، حالانکہ وہ اللہ کی مرضی و مشیت کے مطابق ہی تھا تو آپ نے انھیں

١۔[مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن أبی طالب (رض):٢٤٠٨]

٢۔[مسند أحمد:١/٤٣٥، ح:٤١٤١۔ مستدرک حاکم:٢/٢٣٩، ح:٣٢٤١]

٣۔[کتاب الشریعۃ:١/٨، ٩، ح:٥، ٦۔ مستدرک حاکم:١/١١٣، ١١٤، ح:٣٨٧]

خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت سے نوازا، تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے مگر میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت ڈال دی اور تم فقیر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا۔" آپ جب بھی کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ [۱]

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلائے، نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

ربط آیات:

پچھلی دو آیتوں میں مسلمانوں کے اجتماعی فلاح وصلاح کے دو اصول بتلائے گئے تھے جن میں ہر فرد کو ایک خاص انداز سے اپنی اصلاح کرنے کی ہدایت تھی کہ ہر شخص تقوی اختیار کرے، اور اللہ تعالیٰ کے سلسلہ (اسلام) سے مربوط ہو جائے اس طرح انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ خود بخود ایک اجتماعی قوت

۱۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان: ۴۳۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفۃ قلوبھم علی ال إسلام وتصبر من قوی إیمانہ: ۱۰۶۱]

بھی مسلمانوں کو حاصل ہو جائے گی، مذکورہ دو آیتوں میں اسی نظام صلاح وفلاح کا تکملہ اس طرح کیا گیا ہے کہ مسلمان صرف اپنے اعمال و افعال کی اصلاح پر بس نہ کریں، بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کی اصلاح کی فکر بھی ساتھ ساتھ کریں، اسی صورت سے پوری قوم کی اصلاح بھی ہوگی، اور ربط و اتحاد کو بقاء وقیام بھی ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے برائی کو دیکھا وہ اپنے ہاتھ سے برائی کو مٹائے' اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے مٹائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے' اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔ [۱]

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی ؒ متوفی ۶۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سلطان یا ظالم امیر کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ [۲]

حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ؓ ہیں' اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس ظالم حاکم نے اسے قتل کر دیا اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم ؒ نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا

۱۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (سنن ابوداؤد' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ)

ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ نے جس نبی کو بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں مبعوث فرمایا اس نبی کے اس امت میں حواری ہوتے تھے' اور اس کے اصحاب ہوتے تھے جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے حکم پر عمل کرتے تھے' پھر ان کے بعد ایسے برے لوگ آئے جو ایسی باتیں کرتے تھے جس پر خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا' سو جو ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے' اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے' اس کے علاوہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (۱)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ جانے صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص کیسے اپنے آپ کو حقیر جانے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ گمان کرے گا کہ اس کے اوپر کلام کی گنجائش ہے پھر وہ کلام نہیں کرے گا' اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے فرمائے گا تمہیں میرے متعلق کس چیز نے کلام سے روکا

۱۔ (صحیح مسلم)

تھا؟ وہ کہے گا لوگوں کے خوف سے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تم مجھ سے خوف کھاتے' اس حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا' وہ باز نہ آئے' وہ علماء ان کی مجالس میں بیٹھتے رہے' اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے رہے' تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل ان جیسے کر دیئے' اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کی زبانوں سے ان پر لعنت کی' کیونکہ انھوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے' پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے حتی کہ وہ اپنے نفس کو اتباع حق پر لازم کر لیں' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص کسی قوم میں رہ کر گناہ کر رہا ہو اور وہ لوگ اس کو گناہ سے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ [۱]

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو:

(آیت) "یایھا الذین امنوا علیکم انفسکم' لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم"۔ (المائدہ:۱۰۵)

۱۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اور میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب لوگ کسی شخص کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔
اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ، اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میری امت میں ان لوگوں کو دیکھو جو ظالم کو ظالم کہنے سے ڈریں تو تم ان سے الگ ہو جاؤ۔ اس حدیث کو امام حاکمؒ نے روایت کیا اور کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (۱)

علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدیؒ متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

امام بزارؒ، حضرت عمر بن خطابؓ سے اور امام طبرانیؒ، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ تم پر تم ہی میں سے برے لوگ مسلط کردیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا قبول نہیں ہوگی، امام ترمذی

۱۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، صحیح ابن حبان) الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۴۳۔۲۲۳، ملتقطا، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۰۷)

کی روایت میں ہے: ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام ابن ماجہؒ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا: جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس کو روکنے سے تجھ کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو حجت کی تلقین کر دے گا تو وہ کہے گا: مجھے تجھ سے امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں زیادہ حقدار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا۔ [۱]

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا خاموش رہنے سے بہتر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص کسی مقام پر کھڑا ہو کر حق بات کہہ سکتا ہے اس کو حق بات کہہ دینی چاہیے کیونکہ یہ (حق کہنا) اس کی موت کو مقدم کر سکتا ہے نہ اس کو اس کے لکھے ہوئے رزق سے محروم کر سکتا ہے۔

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ افضل جہاد ظالم سلطان کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے نیکی کا حکم دیا نہ برائی سے روکا وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت ابن عباسؓ نے سعید بن جبیرؒ سے فرمایا اگر تم کو یہ خوف ہو کہ نیکی کا حکم دینے سے تمہارا امام تمہیں قتل کر دے گا تو پھر چھوڑ دو۔

۱۔(اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۲۔۶ ملخصا مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ)

اچھائی کا حکم کرنے والی جماعت

سیدنا حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، بصورت دیگر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا کرو گے بھی تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں فرمائے گا۔" (۱)

سیدنا نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کو توڑ دینے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنھوں نے قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی کے حصے آپس میں تقسیم کر لیے، ان میں سے کچھ لوگوں کو کشتی کا نچلا حصہ ملا، جبکہ دوسرے گروہ کو اوپر والا حصہ ملا۔ جو لوگ کشتی کے نیچے والے حصے میں تھے ان کو جب پانی کی ضرورت پڑتی تو انھیں اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا (انھوں نے سوچا کہ بار بار اوپر جانے کی وجہ سے اوپر والوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے) سو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے کشتی کے حصے میں سوراخ کر لیں تو یوں اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اب اگر وہ اوپر والے انھیں (ایسا کرنے سے نہ روکیں اور انھیں) ان کے حال پر چھوڑ دیں اور وہ اپنا یہ ارادہ پورا کر لیں تو (سوراخ کے باعث کشتی پانی سے بھر کر غرق ہو جائے گی اور) سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے، لیکن اگر اوپر والے ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو خود بھی بچ جائیں گے اور باقی تمام لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔" (۲)

۱۔[ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر: ۲۱۶۹]

۲۔[بخاری، کتاب الشھادات، باب القرعۃ فی المشکلات: ۲۶۸۶]

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریر وابن الانباریؒ نے مصاحب میں عمر بن دینارؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ابن الزبیرؓ کو یوں پڑھتے ہوئے سنا لفظ آیت "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" اور ساتھ ہی وہ یہ بھی پڑھتے تھے (یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں اس تکلیف پر جوان کو پہنچی) میں نہیں جانتا کہ یہ ان کی قرات تھی یا انھوں نے تفسیر کی؟

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن ابی داؤدؒ نے مصاحف میں اور ابن الانباریؒ نے حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون"۔

ابن مردویہؒ نے ابو جعفر الباقرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یوں پڑھا لفظ آیت "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر" پھر فرمایا خیر مراد قرآن کی اتباع ہے اور میرے طریقے کی اتباع ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہر آیت جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا اور امر بالمعروف کے بارے میں اس سے مراد اسلام ہے اور نہی عن المنکر سے شیطان کی عبادت مراد ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولتکن منکم امۃ" سے مراد ہے کہ چاہیے تم میں سے ایک قوم ہو یعنی ایک یا دو تین آدمی یا اس سے زیادہ وہ ایک جماعت ہے وہ کہتے ہیں امام ہو جس کی اقتداء کی جائے وہ بلاتے ہیں خیر کی طرف اور خیر سے مراد ہے اسلام یعنی اسلام کی طرف اور وہ لوگ حکم کرتے ہیں نیکی کی طرف اپنے رب کی اطاعت کے ساتھ اور وہ لوگ روکتے ہیں بری

باتوں سے یعنی اپنے رب کی نافرمانی سے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر" سے امت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب خاص طور سے مراد ہیں اور وہی روایت کرنے والے ہیں۔

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ ﴾

اوران لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس دلائل آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور باہم اختلاف کیا ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح مختلف گروہوں میں بٹ جانے سے منع فرمایا ہے، جنھوں نے حق سے روگردانی کرکے خواہش نفس کی اتباع کی اور حق بات کے واضح دلائل آجانے کے باوجود ان کے درمیان حسد وعداوت اور بغض وعناد پیدا ہوگیا اور ان کے دل مختلف ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ کے باہمی اختلاف اور فرقہ بندی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انھیں حق کا پتانہ تھا اور وہ اس کے دلائل سے بے خبر تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سب کچھ جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لیے اختلاف اور فرقہ بندی کا راستہ اختیار کیا تھا اور اسی پر جمے ہوئے تھے۔

قرآن مجید نے مختلف طریقوں سے بار بار یہ حقیقت واضح فرمائی اور اس سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا “ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا اوران کو اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا اوران کو خبر دی کہ تم سے پہلے لوگ اللہ کے دین میں لڑائی جھگڑوں سے ہلاک ہوئے۔

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا “ سے وہ اہل کتاب مراد ہے اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو (آپس میں فرقہ بندی اور اختلاف کرنے سے منع فرمایا جیسے اہل کتاب نے آپس میں اختلاف کیا اور فرقہ بندی کی)۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا “ میں یہود ونصاری میں سے وہ لوگ مراد ہیں (جنہوں نے آپس میں اختلاف کیا)۔

ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہ اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاری بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

عبد بن حمیدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ خواہشات پر چلنے والے خبیث لوگ کیسے کریں گے آل عمران کی اس آیت کے بارے میں یعنی لفظ آیت ” ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ہم البینت “ پھر فرمایا کعبہ کے رب کی قسم! وہ اس کو اپنے پیٹھ پیچھے ڈال دیتے ہیں۔

الحاکمؒ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوفؒ سے روایت کیا ہے اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم لوگ ضرور چلو گے اپنے پہلے لوگوں کے

طریقے پر کیونکہ بنی اسرائیل نے بات (یعنی دین) میں تفرقہ ڈال دیا (تم بھی اسی طرح کرو گے)۔

فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے

ابن ماجہؒ نے عوف بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے ایک جنت میں جائے گا اور ستر آگ میں جائیں گے اور نصاری بہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے اکہتر آگ میں اور ایک جنت میں جائے گا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے میری امت بھی ضرور تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک جنت میں جائے گا اور بہتر فرقے آگ میں جائیں گے پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے آپ نے فرمایا وہ ایک جماعت ہوگی۔

احمدؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئی ستر ہلاک ہو گئے اور ایک فرقے نے نجات پائی اور میری امت عنقریب بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اکہتر فرقے ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کونسا فرقہ ہوگا ؟ آپ نے فرمایا وہ جماعت ہوگی۔

احمد وابوداؤد اور حاکمؒ نے حضرت معاویہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اہل کتاب نے اپنے دین میں بہتر فرقے بنا لیے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک کے سب فرقے آگ میں جائیں گے اور وہ ایک جماعت ہوگی اور میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گے کہ وہ خواہشات کے ساتھ چلیں گے جیسے کتا اپنے ساتھی کے ساتھ چلتا ہے (یعنی یہ خواہشات ان میں سرایت کر جائیں گی) اور کوئی رگ اور جوڑ نہیں بچے گا جس میں وہ مرض داخل نہ ہو۔

الحاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت پر بھی وہی احوال پیش آئیں گے جو بنی اسرائیل کو پیش آئے (جیسے) ایک کے برابر دوسرا جوتا کاٹنا (یعنی اسی کے نقش قدم پر چلے گا) یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ نکاح کیا تھا تو میری امت میں بھی ایسے ہی ہوگا۔

بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئی تھی اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی سوائے ایک فرقہ کے سب آگ میں جائیں گی آپ سے پوچھا گیا وہ ایک فرقہ کونسا ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا جو فرقہ اس طریقے پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

احمدؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک سے دو بہتر ہے اور تین بہتر ہیں دو سے اور چار بہتر ہیں تین سے۔ تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ میری امت کو ہدایت پر جمع کرے گا۔ (گمراہی پر جمع نہیں کرے گا)۔

ابن مردویہؒ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوفؓ سے روایت کیا اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میرے پاس آجاؤ مگر میرے پاس صرف قریش آئے پھر فرمایا اے قریش کی جماعت! تم لوگ میرے بعد میرے اس دین کے والی ہو لیکن تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر پھر یہ آیت تلاوت فرمائیں لفظ آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" (اور) "ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ہم البینت" (اور فرمایا) "وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ یؤتوا الزکوۃ وذلک دین القیمۃ" (البینہ آیت ۵)۔

سیدنا معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "خبردار ہو جاؤ! اہل

کتاب میں سے جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں، بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، بہتر (۷۲) دوزخ میں (جائیں گے) اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہوگی۔"[۱]

ابو عامر عبداللہ بن لحی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ میں آئے تو نماز ظہر کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:" یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت بدعات و خواہشات کی وجہ سے تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے اور اس سے مراد جماعت ہے۔ میری امت میں کچھ ایسی قومیں پیدا ہوں گی جن پر خواہشات و بدعات سرایت کر جائیں گی، جیسا کہ باؤلے کتے کی بیماری اس کے ساتھی میں منتقل ہو جاتی ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا مگر اس میں یہ مرض سرایت کر جاتا ہے۔" (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اللہ کی قسم! اے گروہ عرب! اگر تم اس دین کو قائم نہیں کرو گے جسے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے کر آئے تو دوسرے لوگ بالا ولیٰ اسے قائم نہیں کریں گے۔[۲]

افسوس امت مسلمہ کے تفرقہ بازوں نے بھی وہی روش اختیار کی کہ حق اور اس کی روشن دلیلیں قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی صورت میں انھیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں، مگر وہ اپنی فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اپنی عقل و ذہانت کا سارا زور پہلی امتوں کی طرح تاویل و تحریف کے مکروہ شغل میں ضائع کر رہے ہیں۔

۱۔[أبوداؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة: ٤٥٩٧]

۲۔[مسند أحمد: ٤/ ١٠٢، ح: ١٦٩٤٠۔ أبوداؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة: ٤٥٩٧]

﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝١٠٦﴾

جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے تو اب چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

دین میں اختلاف کرنے والوں کو دردناک عذاب اس دن ملے گا جس دن مومنوں کے چہرے نور ایمان سے چمک رہے ہوں گے اور کافروں اور دین میں اختلاف پیدا کرنے والوں کے چہرے نور ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔

ارشاد فرمایا: (وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ۔ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ۔ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ۔ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ)[عبس:۳۸ تا ۴۲] "کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔" اور فرمایا: (وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۢ بَاسِرَةٌ۔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ)[القیامۃ:۲۲ تا ۲۵] "اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ اور کئی چہرے اس دن بگڑے

ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔"

احمد وترمذی وابن ماجہ وطبرانی وابن المنذرؒ نے ابو غالبؒ سے روایت کیا ہے کہ ابوامامہؓ نے ازارقہ فرقے (جو خارجیوں کا ایک سخت متعصب فرقہ تھا) کے (لوگوں) کے سروں کو دیکھا جو دمشق کی مسجد کی سیڑھیوں پر لٹکائے گئے تھے ابوامامہؓ نے فرمایا دوزخ کے کتے (جو) برے ہیں قتل ہونے والے آسمان کے نیچے (اور) بہترین قتل ہونے والا وہ شخص ہے جس کو ان لوگوں نے قتل کیا پھر (یہ آیت) "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" پڑھی میں نے عرض کیا اے ابوامامہؓ! کیا آپ نے اس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا اگر میں نے اس کو نہ سنا ہوتا مگر ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ یا چار مرتبہ یہاں تک کہ سات تک شمار فرمایا تو میں اس کو تم سے بیان نہ کرتا۔

ابن ابی حاتم اور ابونصرؒ نے الابانہ میں اور خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں السنۃ میں حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" کے بارے میں فرمایا کہ اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور بدعت والے گمراہ لوگوں کے چہرے کالے ہوں گے۔

خطیبؒ نے رواۃ مالک والدیلمیؒ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" سے مراد ہے اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے کالے ہوں گے۔

ابونصر السجزیؒ نے الابانہ میں ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (یہ آیت) "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" پڑھی اور فرمایا اہل جماعت اور اہل سنت والوں کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور اہل ہوا کے چہرے کالے ہوں گے۔

قیامت کے روز لوگوں کی دو جماعتیں

ابن جریر وابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے ابی بن کعبؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ قیامت کے دن لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ جس جماعت کے چہرے کالے ہوں گے اس سے کہا جائے گا لفظ آیت "اکفرتم بعد ایمانکم" کیا تم نے ایمان کے بعد کفر کیا وہ ایمان تھا جو آدم (علیہ السلام) کی پشت میں رکھتے تھے اس حیثیت سے کہ وہ ایک ہی امت تھے لیکن وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے ایمان پر قائم رہے اور (اپنے) دین میں خالص رہے اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو سفید کر دیں گے اور ان کو اپنی رضا مندی اور اپنی جنت میں داخل فرما دیں گے۔

الفریابی وابن المنذرؒ نے عکرمہؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں یہ لوگ اپنے انبیاء اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرنے والے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرمایا تو انکار کر دیا۔ اسی کو فرمایا لفظ آیت "اکفرتم بعد ایمانکم"۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وتسود وجوہ" سے اہل قبلہ مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے شعبیؒ نے فرمایا کہ لفظ آیت "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" سے اہل قبلہ مراد ہیں۔

ابن المنذرؒ نے سدیؒ سے ایسی سند سے روایت کیا ہے کہ جس میں ایسا راوی ہے جو معروف نہیں کہ "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" سے مراد ہے کہ ان کے چہرے اعمال اور بدعات کی وجہ سے سفید یا سیاہ ہوں گے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جس میں راوی غیر معروف ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا آپ پر کوئی ایسا وقت آئے گا کہ جس میں آپ کسی ایک کی بھی

شفاعت کے مالک نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں لفظ آیت "یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" یعنی جس دن (بہت سے) چہرے سفید ہوں گے اور (بہت سے) چہرے کالے ہوں گے۔ یہاں تک کہ میں دیکھوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ یا فرمایا کہ میری ذات کے ساتھ کیا ہوگا۔

طبرانیؒ نے اوسط میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مصیبت مصیبت زدہ کے چہرے کو سفید کر دے گی (یعنی دنیا کی مصیبت میں رہے اور اس پر صبر کیا) جس دن (بہت سے) چہرے کالے ہوں گے۔

ابو نعیمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار چہروں کی سفیدی کا باعث ہوگا قیامت کے دن۔ لا الہ اللہ کہنے والوں کے چہرے روشن ہوں گے۔

طبرانیؒ نے ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی بندہ (جب) سو مرتبہ (دن میں) لفظ آیت "لا الہ الا اللہ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں قیامت کے دن اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

عبد بن حمیدؒ نے یحییٰ ابن وثابؒ سے روایت کیا ہے جہاں یہ بھی الفاظ آتے ہیں لفظ آیت "والی اللہ ترجع الامور" تا کہ کے فتح اور جیم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "بلاشبہ میں تمہارے لیے حوض (کوثر) پر پہلے موجود ہوں گا جو کوئی میرے پاس سے گزرے گا وہ وہاں سے پیئے گا اور جس نے (ایک بار) پی لیا وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا یقینا کئی

گروہ میرے پاس آئیں گے میں انھیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان کچھ حائل کر دیا جائے گا"۔

ابو حازمؒ نے کہا ہے: نعمان بن ابی عیاشؓ نے مجھے سنا اور کہا: کیا تو نے سہل بن سعدؓ سے اسی طرح سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا: میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس حاضر تھا اور میں نے آپ سے سنا وہ اس میں یہ اضافہ بیان کرتے تھے: "تو میں کہوں گا بلاشبہ وہ تو میرے ہیں تو کہا جائے گا بلاشبہ آپ نہیں جانتے جو کچھ انھوں نے آپ کے بعد کیا ہے، اس کے لیے ہلاکت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے جس نے میرے بعد (دین) تبدیل کر لیا۔" (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرے اصحاب کا ایک گروہ قیامت کے دن میرے پاس حوض پر آئے گا تو انھیں حوض سے نکال دیا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے پروردگار میرے اصحاب ہیں تو وہ فرمائے گا آپ کے علم میں وہ نہیں ہے جو کچھ انھوں نے آپ کے بعد کیا ہے بلاشبہ یہ لوگ الٹے پاؤں لوٹ کر مرتد ہو گئے۔ (۲)

اس معنی میں احادیث بہت زیادہ ہیں پس جس نے اللہ تعالیٰ کے دین میں تغیر و تبدل کیا یا ایسی بدعت کا ارتکاب کیا جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو اور نہ اس کے بارے اللہ تعالیٰ اجازت دے تو وہ حوض سے بھگائے جانے والوں میں سے ہوگا اور اس سے دور رہنے والوں میں سے ہوگا جن کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان میں سب سے زیادہ مطرود اور بعید وہ ہوگا جس نے جماعت مسلمین سے اختلاف کیا اور ان کے راستہ سے علیحدہ ہو گیا جیسا کہ خوارج اپنے مختلف فرقوں کی بنا پر اور روافض اپنی واضح گمراہی کی بنا پر

۱۔ (صحیح بخاری، باب فی الحوض وقول تعالیٰ انا اعطینا ک الکوثر، حدیث نمبر ۶۰۹۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

۲۔ (ایضا، حدیث نمبر ۶۰۹۸، ایضا)

اور معتزلہ طرح طرح کی خواہشات اور ہوس پرستی کی بنا پر، یہ تمام کے تمام دین میں تبدیلی لانے والے اور بدعت کا ارتکاب کرنے والے ہی اور اسی طرح وہ ظالم جو ظلم وستم میں حق مٹانے میں اہل حق کو قتل اور ذلیل ورسوا کرنے میں انتہائی زیادتی کرنے والے ہیں اور وہ جو اعلانیہ گناہ کبیرہ کرنے والے ہیں اور جو معاصی اور گناہوں کو حقیر اور ہلکا سمجھنے والے ہیں اور راہ حق سے انحراف کرنے والوں خواہش پرستوں اور بدعت کا ارتکاب کرنے والوں کی جماعت، ان تمام کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہی اس آیت سے مراد ہوں، اور مثال اسی طرح ہے جو ہم نے بیان کردی ہے، کسی کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رکھا جائے گا سوائے اس انکار کرنے والے کافر کے جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ ﴾

اور جن کے چہرے روشن ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ: رحمت سے مراد اللہ کی جنت ہے۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ضعیف اور مسکین داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعے میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں

گا اور تم میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا۔“ [۱]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ایک میت پر نماز پڑھی، جب لوگ میت کو دفن کر رہے تھے تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم اس دنیا میں صبح و شام اچھائیاں اور برائیاں بانٹ رہے ہو، قریب ہے کہ اس کے بعد تمہیں قبر کی طرف جانا پڑے گا، جو تنہائی کا گھر ہے، کیڑے مکوڑوں کا اور تنگ و تاریک گھر ہے، سوائے اس شخص کے جس کے لیے اللہ اسے کشادہ کر دے، اس کے بعد قیامت کے دن تمہیں دوسری جگہوں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ تم ان جگہوں میں کسی جگہ ہو گے کہ اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم آ جائے گا، وہ کچھ چہرے سفید و روشن کر دے گا اور کچھ چہروں کو سیاہ و تاریک کر دے گا۔ پھر تم اس جگہ سے آگے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ گے، پھر اچانک ہی لوگوں کو شدید اندھیرا ڈھانپ لے گا، اس کے بعد نور تقسیم کیا جائے گا۔ مومن کو تو نور و روشنی عطا کر دی جائے گی، جبکہ کافر و منافق کو اس نور سے محروم رکھا جائے گا۔ [۲]

هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا، گویا وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے، یہاں تک کہ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [۳]

۱۔ [مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب النار یدخلھا الجبارون۔۔ الخ: ۲۸۴۶]

۲۔ [مستدرک حاکم: ۲/۴۰۰، ح: ۳۵۱۱۔ کتاب الأھوال لابن أبی الدنیا: ۱۴۰]

۳۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ: ۶۵۴۸۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب النار یدخلھا الجبارون۔۔ الخ: ۲۸۵۰/۴۳]

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن ابی حاتم ؒ نے ابوامامہ ؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واما الذین اسودت وجوھھم“ سے خوارج مراد ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے حسن بصری ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واما الذین اسودت وجوھھم“ سے وہ منافق مراد ہیں جو اپنی زبانوں سے ایمان کا حکم کرتے تھے مگر ان کے دل اور ان کے اعمال اس کا انکار کرتے تھے۔

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٨ ﴾

یہ اللہ کی آیتیں ہیں، جنہیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں، اور اللہ دونوں جہان والوں میں سے کسی پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔

قولہ تعالیٰ (آیت) ”تلک ایت اللہ“۔ یہ مبتدا اور خبر ہے اور مراد قرآن کریم ہے۔ (آیت) ”نتلوھا علیک“۔ یعنی آپ پر جبرائیل امین کو نازل کرتے ہیں سو وہ آپ پر آیات پڑھتا ہے، (آیت) ”بالحق“۔ یعنی صدق وسچائی کے ساتھ، اور زجاج نے کہا ہے: (آیت) ”تلک ایت اللہ“ یہ آیت جو ذکر کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی حجتیں اور اس کے دلائل ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (آیت) ”تلک“۔ بمعنی ھذہ ہے۔ لیکن جب یہ گزر گئیں تو اس طرح ہو گئیں گویا یہ دور اور بعید ہیں۔ لہٰذا (آیت) ”تلک“ ذکر کیا گیا ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ (آیت) ”ایت اللہ، تلک سے بدل ہو، اور وہ نعت اور صفت نہ ہو، کیونکہ مبہم مضاف کے ساتھ نعت نہیں بن سکتا۔ (آیت) ”وما اللہ یرید ظلما للعلمین“۔ یعنی وہ انھیں بغیر گناہ کے عذاب نہ

دے گا۔(آیت) "وللہ مافی السموت ومافی الارض"۔مہدوی نے کہا ہے یکہ اس کی ماقبل کے ساتھ وجہ اتصال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مومنین اور کافرین کے احوال کا ذکر کیا اور یہ کہ وہ دنیا والوں پر ظلم نہیں کرے گا تو اس کے متصل بعد اپنی قدرتوں کی وسعت اور ظلم سے اپنے مستغنی ہونے کا ذکر کیا، اس لیے کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اس کے قبضہ میں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے: وہ ابتدائے کلام ہے، اس نے اپنے بندوں کے لیے بیان کیا ہے کہ زمین و آسمان میں سب کا سب اسی کا ہے یہاں تک کہ وہ اسی سے سوال کریں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

تلک آیٰت اللہ۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جن کے اندر (جنت ورحمت کا) وعدہ اور (دوزخ وعذاب سے) وعید ہے۔

نتلو ھا علیک بالحق ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں اور یہ آیات برحق ہیں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

وما اللہ یرید ظلما للعلمین اور اللہ اہل جہان پر ظلم کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس کی طرف سے ظلم ہونے کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ مالک مطلق ہے اپنی ملکیت میں جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اس پر نہ کچھ کرنا لازم ہے نہ کچھ کرنا واجب اور جب کوئی چیز اس پر واجب ہی نہیں ہے تو ظلم کیسا ؟ (ظلم تو ترک واجب کو کہتے ہیں)۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کا ہے اور اسی کی طرف تمام معاملات

لوٹائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام چیزیں لوٹائی جائیں گی۔ (آل عمران: ۱۰۹)

عذاب کا عدل اور ثواب کا فضل ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اللہ جہان والوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم فرمائی ہے کیونکہ ظلم کا معنی ہے غیر کی ملک میں تصرف کرنا' اور کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے' وہ اس کا ظلم نہیں ہے بلکہ اگر وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کو اٹھا کر جہنم میں ڈال دے تو یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا کیونکہ وہ مالک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے' لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اپنے فضل وکرم سے نیک لوگوں کو اجر وثواب دینے کا وعدہ فرمالیا ہے اسی لیے اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ نیک لوگوں کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور برے لوگوں کو عذاب دینا اس کا عدل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا ایک شخص نے کہا یارسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں! ماسوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' لیکن تم درست کام کرتے رہو۔ (۱)

۱۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ)

یعنی اعمال بحسب الذات نجات اور ثواب کا تقاضا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اعمال صالحہ کو ثواب کی علامت بنا دیا ہے' نیز تمام انسان اور ان کے اعمال اللہ کے پیدا کرنے سے ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔ وہ جو چاہے ان کے ساتھ معاملہ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے' اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون"۔ (النحل: ۳۲) ترجمہ: اپنے اعمال کے سبب سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کے سبب سے نجات ہوگی اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی مجمل ہے اور حدیث نے اس کی تفسیر کردی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے جو تم نے نیک عمل کیے اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ نہ یہ کہ تم محض ان اعمال کی وجہ سے دخول جنت کے مستحق ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہے لیکن نیک اعمال کی ہدایت دینا اور ان کا قبول فرمانا یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ جنت کے دخول کے دو سبب ہیں ایک صورۃ اور دوسرا حقیقۃ صورۃ سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقۃ سبب اللہ کا فضل ہے' اس آیت میں سبب صوری بیان فرمایا اور حدیث میں سبب حقیقی بیان فرمایا ہے۔

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

(مسلمانو) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔

ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہی پر رہنے دے، پھر اس امت کی مدح کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو جبلۃً وفطرۃً" سب سے بہتر پایا کیونکہ تم تمام لوگوں کو نیکی کی ہدایت دیتے ہو اور ان کو برائی سے روکتے ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے فرمایا تھا کہ تم اہل کتاب کی طرح سرکش اور نافرمان نہ ہو جانا، پھر ان کو نیکی اور اطاعت شعاری پر برانگیختہ کرنے کے لیے آخرت میں مومنوں کی سرخ روئی اور ان کے درجات کو بیان فرمایا اور کافروں کی روسیاہی اور ان کے عذاب کو بیان فرمایا، اور اب ایک اور طریقہ سے مومنوں کو نیکی اور اطاعت شعاری کی ترغیب دی ہے اس لیے فرمایا تم بہترین امت ہو یعنی تم لوح محفوظ میں سب سے بہتر اور سب سے افضل امت ہو اس لیے مناسب یہ ہے کہ تم اپنی اس فضیلت کو ضائع نہ کرو اور اپنی اس سیرت محمودہ کو زائل نہ کرو۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت میں امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی۔

سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب مراد ہیں اور جو مسلمان ان کے طریقہ پر گامزن ہوں۔

بہز بن حکیمؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سنو تم نے ستر امتوں کو پورا کر دیا تم ان کے آخر میں ہو اور تم اللہ کے نزدیک سب سے مکرم ہو۔

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دین نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو پورا کر دیں گے ہم ستر امتوں میں سب سے آخر میں ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔ [۱]

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن عدیؒ کی طرف لکھا کہ ایمان کے فرائض اور شرائع ہیں اور حدود اور سنن ہیں۔ جس نے ان کو مکمل کر لیا اس کا ایمان کامل ہو گیا اور جس نے ان کو مکمل نہیں کیا اس کا ایمان کامل نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٣٠ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت ١٤٠٩ھ)

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کر دے۔

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔[۱]

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی زانی زنا کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا، اور کوئی چور چوری کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا، اور کوئی شرابی شراب پیتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا اور کوئی لٹیرا لوٹ مار کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا انسان اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔[۲]

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ؒ متوفی ۸۰۷ ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر خطبہ میں یہ فرماتے تھے جو شخص امانت دار نہ ہو وہ (کامل) مومن نہیں اور جو شخص عہد پورا نہ کرے اس کا دین (کامل)

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱۔ ۵۵، ملتقطا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ ھ)

نہیں۔اس حدیث کو امام احمدؒ، امام ابو یعلیٰؒ، امام بزار اور امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بہت طعنے دیتا ہو بہت لعنت کرتا ہو بدزبانی اور بے حیائی کی باتیں کرتا ہو وہ (کامل) مومن نہیں۔اس حدیث کو امام بزارؒ نے روایت کیا ہے۔ ١

امام ابوجعفر محمد بن محمد طحاویؒ متوفی ۳۲۱ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص (کامل) مومن نہیں ہے جو رات کو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ ٢

عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید والفریابیؒ، احمدؒ، نسائیؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم وابن المنذر وطبرانیؒ نے اس کو صحیح کہا حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" سے وہ صحابہؓ مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیر امت ہیں

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو لفظ آیت "انتم" فرماتے تو ہم سب (اس میں شامل) ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کنتم" یہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کے لیے خاص ہیں اور جس نے

١۔(مجمع الزوائد ج ١ ص ٩٧-٩٦ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ١٤٠٢ھ)
٢

ان جیسے اعمال کیے وہ بھی لفظ آیت "خیر امۃ اخرجت للناس" اس میں داخل ہوں گے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے اور انھوں نے ان لوگوں سے روایت کیا ہے کہ جنہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کنتم خیر امۃ" کا حکم مسلمانوں کے پہلے لوگوں کے بارے میں ہے اور ہمارے بعد والے لوگوں کے بارے میں نہیں ہے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ (یہ آیت) ابن مسعودؓ عمار بن یاسرؓ، سالم ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام ابی بن کعب اور معاذ بن جبلؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" پڑھی پھر فرمایا جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ وہ تمہاری اس امت میں سے ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کی شرط کو ادا کرے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ اس شرط پر ہے کہ تم نیکی کا حکم کرو برائی سے روکو اور اللہ پر ایمان لاؤ (اور) فرمایا اور یہ ان کو فرماتے ہیں جن کے درمیان تم ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ولقد اخترنٰہم علی علم علی العلمین" (الدخان آیت ۳۲)۔

الفریابیؒ، عبد بن حمیدؒ، بخاری ونسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور حاکمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے لفظ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ تم لوگوں میں بہترین لوگ نکالے گئے ہو لوگوں کے لیے تم ان کو ان کی گردنوں میں زنجیر ڈال کر لاتے ہو یہاں تک کہ وہ اسلام میں

داخل ہو جاتے ہیں۔

ابن المنذرؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" سے مراد ہے کہ لوگوں کے لیے بہترین لوگ ہو۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ابی بن کعبؓ سے روایت کیا کہ اسلام میں اس امت سے بڑھ کر کوئی اور امت اطاعت شعار نہیں اسی لیے فرمایا گیا لفظ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس"۔

عبدالرزاق ؒ، عبد بن حمیدؒ، احمد اور ترمذی ؒ نے اس کو حسن کہا ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم ؒ، طبرانی اور حاکم ؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور ابن مردویہؒ نے معاویہ بن حیدہؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سترویں امت کو پورا کر رہے ہو تم ان سے بہترین ہو اور اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والے ہو۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک دن اپنی پیٹھ مبارک کو کعبہ کے ساتھ لگائے ہوئے تھے اور فرمایا ہم قیامت کے دن سترویں امت کو پورا کریں گے ہم ان میں سے آخری اور بہترین امت ہوں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رعب

احمدؒ نے (حسن سند کے ساتھ) علیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے وہ چیز دی گی جو انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی اور مجھے زمین کی چابیاں دی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لیے مٹی کو پاک بنا دیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنا دیا گیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو جعفرؒ سے روایت کیا ہے کہ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل بیت مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے عطیہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سے بہترین لوگ مراد ہیں تم نبیوں کے لیے گواہی دو گے جن کی قو میں حق کا پیغام پہنچانے میں ان کو جھٹلائیں گی۔

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کوئی امت ایسی نہیں گذرے گی جس میں اس امت کے علاوہ مختلف قسم کے لوگ داخل ہوتے ہیں۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف" سے مراد یہ ہے کہ تم ان کو حکم دیتے ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں اور اقرار کرتے ہو اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور اس بات پر ان سے قتال کرتے ہو اور لا الہ الا اللہ سب سے بڑی نیکی ہے (اور) لفظ آیت "وتنھون عن المنکر" میں منکر سے مراد جھٹلانا ہے اور (یہ جھٹلانا) برائیوں میں سے سب سے زیادہ برائی ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "منھم المؤمنون" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تین آدمیوں کا استثنٰی فرمایا جو ہدایت اور حق پر ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن جریرؒ نے قتادہؒ "واکثرھم الفسقون" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی مذمت فرمائی۔

حکیم بن معاویہ بن حیدہؒ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تم ستر امتوں کی تکمیل کر رہے ہو، لیکن تم ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں زیادہ معزز امت ہو۔“ [۱]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو دیگر انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔“ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا؟ فرمایا: ”مجھے رعب دے کر میری مدد کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، میرے لیے تمام زمین کو پاک بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا ہے۔“ [۲]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت میں سے ستر ہزار افراد پر مشتمل ایک ایسی جماعت جنت میں داخل ہوگی جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدیؓ اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! انھیں بھی ان میں سے کر دے۔“ پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے

۱۔ [مسند أحمد: ٤/ ٤٤٧، ح: ٢٠٠٣٧۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ آل عمران: ٣٠٠١]

۲۔ [مسند أحمد: ١/ ٩٨، ح: ٧٦٦۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٣٠٨]

بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا: ”اس معاملہ میں عکاشہ ؓ تم پر سبقت لے گیا ہے۔“ [۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو جاؤ؟“ ہم نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو جاؤ؟“ ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ نے پھر فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو جاؤ؟“ ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ نے فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔“ [۲]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے ہوں گے، اس کے باوجود کہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا، سو یہ دن جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں کہ یہودی ایک دن بعد ہیں اور عیسائی ہم سے دو دن بعد ہیں۔“ [۳]

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ: مومنوں کی ان صفات کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: (وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

۱۔[بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنۃ سبعون ألفا بغیر حساب: ٦٥٤٢۔ مسلم، کتاب ال إیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ۔۔ الخ: ٢١٦/٣٦٩]

۲۔[بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر: ٦٥٢٨۔ مسلم، کتاب ال إیمان، باب بیان کون ھذہ الأمۃ نصف أھل الجنۃ: ٢٢١]

۳۔[بخاری، کتاب الجمعۃ، باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل۔۔ الخ: ٨٩٦۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ھدایۃ ھذہ الأمۃ لیوم الجمعۃ: ٨٥٥]

بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾[التوبۃ:۷۱]" اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بیشک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جتنا ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور یہ اجر ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا، اور جو کسی کو کسی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بھی اتنا ہی وبال ہوگا جتنا برائی کی پیروی کرنے والوں کو ہوگا اور یہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔"[1]

﴿ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

وہ تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے سوائے تھوڑی سی تکلیف دینے کے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھ ہی پھیریں گے پھر ان کو مدد نہ ملے گی۔

ربط آیات:

۱۔[مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیءۃ:۲۶۷٤]

پچھلی آیتوں میں اہل کتاب کی مسلمانوں سے دشمنی اور ان کو دینی ضرر پہنچانے کی تدبیریں کرنا مذکور تھا، اس آیت میں مسلمانوں کے لیے دنیوی ضرر کی تدبیریں کرنے کا ذکر ہے۔

وہ (اہل کتاب) تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا ہلکی سی اذیت (یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دلا دکھانا) اور اگر وہ (اس سے زیادہ کی ہمت کریں اور) تم سے مقابلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر (اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ) کسی طرف سے ان کی امداد بھی نہ ہوگی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ اہل کتاب پر نصرت و فتح تمہارا نصیب ہے۔ یہ ملحد اور کافر اہل کتاب یعنی یہودی و نصرانی تمہیں تکلیف تو پہنچا سکتے ہیں، لیکن جب تم سے ان کی جنگ ہوگی تو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور ایسا ہی ہوا، خیبر کے دن اللہ نے یہودیوں کو رسوا کیا اور مدینہ میں بھی رسوا ہوئے اور شام کے نصرانیوں کی تو صحابہ نے کمر توڑ دی، ان کا ملک ہمیشہ کے لیے ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ آیت اخبار بالغیب اور پیشین گوئی پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں فتح، کامیابی اور نصرت کی بشارت دی ہے۔ اب اگرچہ یہود عیسائیوں کے بل بوتے پر فلسطین کے کچھ حصے اور بیت المقدس پر قابض ہیں، مگر وہ وقت آرہا ہے جب مسلمانوں کے ساتھ یہود کی جنگ ہوگی اور منظر وہ ہوگا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس حدیث میں بیان کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم یہودیوں سے لڑائی کروگے، یہاں تک کہ ایک یہودی پتھر کے پیچھے چھپے گا، سو وہ (پتھر) کہے گا، اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی (چھپا ہوا) ہے، اسے قتل کر دے۔"[1]

۱۔[بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قتال الیہود: ۲۹۲۵]

عبدبن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "لن یضر وکم الا اذی" کے بارے میں روایت کیا کہ تم ان سے (اذی کی باتیں) سنتے ہو۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے لفظ آیت "لن یضر وکم الا اذی" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اذی سے مراد ہے ان کا شریک ٹھہرانا عزیر (علیہ السلام) کو اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو اور صلیب کو۔

حسنؒ سے لفظ آیت "لن یضر وکم الا اذی" کے بارے میں روایت ہے کہ تم ان سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے سنو گے وہ تم کو گمراہی کی طرف بلائیں گے۔

﴿ ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ اَيۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ ﴾

تھوپ دی گئی ہے ان پر ذلت وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ کی طرف سے کوئی عہد ہو یا لوگوں کی طرف سے کوئی عہد ہو اور وہ لوٹے اللہ کا غضب لے کر۔ اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی۔ یہ سب کچھ اس سبب سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے تھے اور نبیوں کو بلا وجہ قتل کر ڈالتے تھے اور یہ اس سبب

سے ہوا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حدود سے نکل جاتے تھے۔

ربط آیات:

گزشتہ درس میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ جس طرح حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام انبیاء سے افضل ہیں، اسی طرح آپ کی امت بھی تمام امتوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں بھی یہ چیز موجود ہے۔ اور لوح محفوظ میں بھی درج ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب سے شکوہ کیا گیا اگر وہ نبی آخر الزمان پر ایمان لے آتے، تو بہترین امت میں شامل ہو جاتے، اور یہ ان کے لیے بہتر ہوتا، مگر وہ اپنے باطل عقیدے پر اڑے رہے۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں مگر اکثر نافرمان ہیں۔ پھر اہل ایمان کو تسلی دی گئی کہ ان سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرو۔ یہ لوگ تمہیں زبانی حد تک تو ستائیں گے مگر تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکیں گے۔ اگر تمہارے مقابلے میں آئیں گے، پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے۔ چنانچہ نزول قرآن کے زمانے میں خیبر کے یہودیوں کو شکست ہوئی، مدینے کے اطراف میں آباد یہودی قبائل بنی نضیر، بنی قریضہ اور بنی قینقاع ذلیل وخوار ہوئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں نے شکست فاش کھائی۔ شام اور مصر کے علاقے ان سے پاک ہوئے۔ اور جب تک مسلمانوں میں صلاحیت اور نیکی کا جذبہ قائم رہا وہ یہودیوں پر غالب رہے۔ پھر ساتویں صدی میں مسلمانوں کا انحطاط شروع ہوا، جو گزشتہ آٹھ صدیوں سے جاری ہے۔

ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ اَيۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ (الآیۃ) بنی اسرائیل کی مغضوبیت اور پستی وذلت، ان کی جانوں اور مالوں اور ان کی بے وقعتی اور ناقدری خلق اللہ کے دلوں میں پیدا ہوگئی ہے اور تاریخ کی شہادت ہے کہ یہود کی یہ ذلت اور پست حالی زمانہ نزول قرآن تک رہی بلکہ اس کے

بعد بھی صدہا سال اسی طرح قائم رہی، چنانچہ بیسویں صدی کے ثلث اول تک یہود کی جو جرمنی میں، ہنگری میں، اٹلی میں، زیکوسلواکیہ میں اور دیگر ملکوں میں باوجود ان کی خوشحالی اور زرداری کے بن چکی ہے۔ اگر دنیا میں کہیں ان کو تھوڑا بہت امن چین نصیب ہوا بھی ہے تو وہ ان کے اپنے بل بوتے پر نہیں ہوا، بلکہ دوسروں کی حمایت اور مہربانی کا نتیجہ ہے قرآن کا فیصلہ ہے کہ یہود پر ذلت وخواری لگی رہے گی مگر دو صورتوں میں وہ اس ذلت سے بچ سکتے ہیں ایک اللہ کا عہد مثلاً نابالغ بچہ یا عورت یا گوشہ نشین راہب ہونے کی بنا پر بحکم خداوندی وہ قتل وغیرہ سے مامون ہیں، دوسرے بحبل من الناس لوگوں سے معاہدہ صلح کی بنا پر ان کی ذلت وخواری کا ظہور نہ ہو اس جگہ قرآن کے الفاظ بحبل من الناس جو مومن اور کافر سب کو شامل ہیں اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں سے معاہدہ صلح کر کے بے فکر ہو جائیں، جیسا کہ حکومت اسرائیل کی موجودہ صورت حال ہے جو کہ کسی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں کہ اسرائیل کی حکومت امریکہ و برطانیہ وغیرہ کی ایک مشترکہ چھاؤنی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں اس کی جو قوت نظر آتی ہے وہ سب دوسروں کے بل بوتے پر ہے، اگر امریکہ برطانیہ، روس وغیرہ آج اس سے دست بردار ہو جائیں تو ایک دن بھی اس کا وجود قائم نہیں رہ سکتا۔

ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ۔ یہ ان کے کرتوت ہیں جن کی پاداش میں ان پر ذلت مسلط کی گئی۔ (۱)

ابن ابی حاتمؒ، حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ضربت علیھم الذلۃ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے ضمانتیں اٹھانے والے لوگ مراد ہیں۔

۱۔ تفسیر جلالین

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے لفظ آیت "ضربت علیھم الذلۃ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کردیا تو (اب) ان کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کے قدموں کے نیچے کردیا۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ امت ان سب پر غلبہ پالے گی اور مجوسیوں کو البتہ جزیہ دینا مغلوب کردے گا۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسن اور قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ضربت علیھم الذلۃ" سے مراد ہے کہ وہ (اپنے) ہاتھوں سے جزیہ دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسن اور قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ "ضربت علیھم الذلۃ" سے جزیہ مراد ہے۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے طریقین سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "بحبل من اللہ وحبل من الناس" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عہد سے اور لوگوں کے عہد سے (یہ اپنا بچاؤ کرلیں گے)۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون" سے مراد ہے کہ تم نافرمانی اور سرکشی سے بچو بلاشبہ ان دونوں کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔

﴿لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ١١٣﴾

مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں،راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدے کرتے ہیں۔

شان نزول:(آیت)"لیسوا سوآء من اھل الکتب"

ربط آیات اور مناسبت:

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اہل کتاب میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے کفار اہل کتاب کی مذمت فرمائی تھی اب اس کے مقابلہ میں اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی مدح فرما رہا ہے'

امام محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا' جب عبداللہ بن سلام ؓ' ثعلبہ بن سعید ؓ' اسید بن سعید ؓ' اسد بن عبید ؓ اور دیگر یہودی اسلام لے آئے' انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کی اور اسلام میں رغبت کی اور قبول اسلام کے بعد اسلام کی راہ میں مال خرچ کیا تو علماء یہود اور ان میں سے دیگر کفار نے کہا جو لوگ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے ہیں اور ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ ہم میں بہت برے لوگ تھے' اگر وہ نیک لوگ ہوتے تو اپنے آباء واجداد کے دین کو ترک نہ کرتے' اس کے علاوہ ان کی مذمت میں اور باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح

سرائی میں یہ آیت نازل فرمائیں اوران کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ [1]

ابن ابی حاتمؒ، طبرانیؒ اور ابن مندہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن سلامؓ، ثعلبہ بن سعیدؓ، اسید بن عبدؓ اور ان کے ساتھ یہودیوں میں سے اور حضرات مشرف باسلام ہوگئے اور انھوں نے سچائی کے ساتھ ایمان قبول کیا اور اسلام میں جوش اور رغبت پیدا کی تو یہود علماء اور کافر بولے کہ ہم میں جو برے ہیں وہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے ہیں اور جو ہم میں پسندیدہ ہیں انھوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑا اور نہ دوسرے دین کو اختیار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اہل کتاب میں سے یہ سب برابر نہیں۔ [2]

اور امام احمدؒ وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز عشاء میں کچھ دیر تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم لوگوں کے علاوہ کوئی دین والا بھی ایسا نہیں جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

طبریؒ نے جامع 7 / 127 میں لکھا ہے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے تھے یتلون آیات اللہ آناء اللیل سے مراد عشاء کی نماز ہے۔ یہ لوگ تو یہ نماز ادا کرتے تھے مگر ان کے علاوہ دیگر اہل کتاب یہ نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "لیسوا سواء" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ساری قوم ہلاک نہیں ہوئی جب تک ان میں سے کچھ لوگ اللہ کے لیے (جینے والے) باقی ہیں۔

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٣٥، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٤٠٩ھ)

۲۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "امۃ قائمۃ" سے مراد عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سلام اس کے بھائی اور سعیہ مبشر اسید کعبؓ کے بیٹے ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ یہودی اس امت کی طرح نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمان بردار ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "امۃ قائمۃ" سے مراد ہے ہدایت یافتہ امت اللہ کے حکم پر قائم رہنے والی اللہ سے الگ نہیں ہے اور نہ اس کو چھوڑتی ہے جیسے دوسری امتوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کو ضائع کر دیا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "امۃ قائمۃ" سے مراد ہیں انصاف کرنے والی امت۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حدود پر قائم رہنے والے

ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کی کتاب پر قائم رہنے والی اور اس کی حدود اور اس کے فرائض کو قائم رہنے والی۔

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اناء الیل" سے مراد ہے رات کے اوقات۔

ابن ابی شیبہ واحمد وابن نصر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اناء الیل" سے مراد ہے آدھی رات۔

الفریابیؒ، بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں وعبد بن حمید وابن المنذرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لیسوا سواء من اھل الکتب امۃ قائمۃ" سے مراد ہے کہ اہل کتاب اور امت محمدیہ برابر

نہیں ہیں (اور فرمایا) لفظ آیت "یتلون ایت اللہ اناء الیل" سے مراد ہے کہ یہ لوگ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں اوران کے علاوہ اہل کتاب اس کو نہیں پڑھتے۔

احمد ونسائی والبزار وابو یعلی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی ؒ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رات عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی پھر آپ مسجد کی طرف نکلے لوگ آپ کا انتظار کررہے تھے آپ نے فرمایا ان دین والوں میں سے کوئی ایک بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تمہارے علاوہ اور ابن جریر اور طبرانی ؒ کے الفاظ یوں ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس نماز کو اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں پڑھتا اور فرمایا یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "لیسوا سواء من اھل الکتب امۃ قائمۃ" یہاں تک کہ پہنچے "واللہ علیم بالمتقین"۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یتلون ایت اللہ اناء الیل" کے بارے میں بعض علماء نے کہا اس سے مراد عشاء کی نماز ہے (صرف) امت محمد یہ پڑھتی ہے ان کے علاوہ اہل کتاب میں سے کوئی دوسری امت نہیں پڑھتی۔

ابن ابی شیبہ ؒ، ابوداؤد والبیہقی ؒ نے اپنی سنن میں معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رات عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی یہاں تک گمان کرنے والوں نے گمان کیا کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے پھر آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا عشاء کی نماز پڑھو کیونکہ تم کو اس کے ذریعہ ساری امتوں پر فضیلت دی گئی ہے تم سے پہلے کسی امت نے اس کو نہیں پڑھا۔

الطبرانی ؒ نے حسن سند کے ساتھ المنکدر ؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک رات عشاء میں دیر میں (گھر سے) تشریف لائے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گذر چکا تھا اور لوگ مسجد میں

انتظار کررہے تھے آپ نے فرمایا تم سے پہلے کسی امت نے اس نماز کو نہیں پڑھا۔

ابن ابی شیبہ والبزارؒ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر لگائی حضرت عمرؓ نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے آپ نے فرمایا تمہارے علاوہ زمین والوں میں سے کوئی بھی اس نماز کا انتظار کرنے والا نہیں ہے۔

الطبرانیؒ نے (حسن سند کے ساتھ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی پھر آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کس چیز نے تم کو اس وقت روک رکھا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم آپ کا انتظار کررہے تھے تاکہ ہم آپ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوجائیں آپ نے ان سے فرمایا اس نماز کو تم سے پہلے کسی امت نے نہیں پڑھا اور تم برابر نماز میں رہے ہو۔

الطبرانیؒ نے (حسن سند کے ساتھ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رات دیر لگائی (عشاء کی نماز میں) یہاں تک کہ مسجد میں دس سے کچھ اوپر لوگ باقی رہ گئے تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہارے علاوہ کسی نے نماز کے انتظار میں رات نہیں گذاری۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مقصودؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت "یتلون ایت اللہ اناء الیل وہم یسجدون" مغرب اور عشاء کے درمیان نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یتلون ایت اللہ اناء الیل" سے غفلت کی نماز مراد ہے۔

ابن جریرؒ نے ابو عمرو بن علامہؒ سے "وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ان دونوں کو تاء کے ساتھ پڑھتے تھے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فلن یکفروہ" سے مراد ہے کہ وہ عمل تم سے ہرگز گم نہ ہوگا۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فلن یکفروہ" سے مراد ہے کہ تم پر زیادتی نہیں کی جائے گی اس عمل کے بارے میں۔

﴿ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۖ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٤﴾ ﴾

اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

یہ یہود پر طنز ہے کہ جن لوگوں کو تم برا کہتے ہو ان میں تو یہ نیک اوصاف ہیں، لٰہذا وہ برے کیسے ہو گئے؟ وہ تو صالحین میں سے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ بھی مذکورہ صفات سے متصف ہو جائیں گے انھیں صرف ان کے نیک اعمال کا ثواب ہی نہیں ملے گا، بلکہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل کی نیکیوں کا اجر بھی حاصل ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ)[آل عمران:۱۹۹]" اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے، بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔"

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے۔

1 وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی ایمان لائے۔

2 مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالکوں کے حق کو ادا کرتا رہے۔

3 وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔" [1]

﴿ وَمَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۱۵﴾ ﴾

۱۔[بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ:۹۷]

یہ جو بھی نیکی کریں گے، اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ پوری طرح جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔

یعنی ایمان لانے سے قبل ان کی ہر نیکی برباد تھی مگر ایمان لانے کے بعد ان کی ہر ادنی نیکی کا بھی انھیں اجر دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ پرہیزگاروں کے اعمال سے خوب واقف ہے۔ گویا یہ ایمان کی برکت ہے کہ مومن کو اس کی ہر ادنی سے ادنی نیکی بھی کام آئے گی۔ اسی لیے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آگ سے بچ جاؤ، خواہ آدھی کھجور کے ساتھ۔ [۱]

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مومن کا آدھی کھجور خرچ کرنا بھی اس کے لیے جہنم سے آزادی کا سبب بن سکتا ہے۔

و ما یفعلوا من خیر فلن یکفر وہ جو نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی یعنی ہم نہ اس نیکی کو گھٹائیں گے، نہ ثواب میں کمی کریں گے۔ جس طرح تکمیل ثواب کو شکر کہا گیا ہے۔

اسی طرح ثواب سے محرومی یا ثواب کے نقصان کو ناشکری فرمایا۔ واللہ علیم بالمتقین اور اللہ تقویٰ والوں سے خوب واقف ہے یہ جملہ متقیوں کے لیے بشارت بھی ہے اور ناقدری نہ ہونے کی علت بھی کیونکہ کریم کا اپنے بندہ کی نیکیوں کو جان لینا ہی اچھا بدلہ عطا فرمانے کی علت ہے اس آیت میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ اوصاف مذکورہ سے جو لوگ متصف ہیں وہ صالح بھی ہیں اور متقی بھی۔

۱۔(بخاری کتاب الزکوۃ باب ۹)

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۗ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾ ﴾

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربط آیات:

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عداوت کا ذکر کر کے ان کی مزمت بیان فرمائی۔ پھر فرمایا ان میں سارے کے سارے برابر نہیں ہیں، بلکہ بعض اہل کتاب منصف مزاج بھی ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی قدر کرتا ہے، اور تمام متقیوں کی نیت، ارادے اور اعمال کو بھی جانتا ہے۔ اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کی مذمت بیان کی ہے پہلے اہل کتاب کی مذمت بیان ہوئی ہے اور وہ وجوہات بھی بیان ہوئی ہیں جن کی وجہ سے وہ سرکشی کرتے تھے۔ پھر ان میں سے بعض کی مدح کا تذکرہ ہوا ہے اور اب کفر کرنے والوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے۔

مال و اولاد کا فتنہ:

ارشاد ہوتا ہے ان الذین کفروا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ایسے لوگ خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا

مشرکین میں سے، سب کا ایک ہی معاملہ ہے۔ تاہم اس آیت میں اہل کتاب کی بات چل رہی ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان قبول نہ کیا، توحید کو اختیار نہ کیا، حضور خاتم النبیین (علیہ السلام) کی رسالت کا انکار کیا اور ایمان کے دیگر اجزا کی بھی تصدیق نہی کی، ان کے متعلق فرمایا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیئا ایسے لوگوں کے مال اور اولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گے۔ یہ چیزیں انھیں اللہ کے غضب سے نہ بچا سکیں گی۔ دنیا میں انسان بعض اوقات مال کے زور پر بچ جاتے ہیں اور بسز اوقات اولاد بھی بچاؤ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ مگر اللہ کی بارگاہ میں یہ دونوں چیزیں کام نہ آئیں گی۔ عام طور پر یہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ اکثر لوگ انہی دو چیزوں یعنی مال اور اولاد کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر موجود ہے"انما اموالکم واولادکم فتنۃ" بیشک تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں۔ فتنہ سے مراد آزمائش ہے۔ انسان ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو کر ایمان اور آخرت کو فراموش کر جاتے ہیں، حلال و حرام کی حدود کو توڑتے ہیں، اور اسی طرح مال اور اولاد ان کے لیے ذریعہ آزمائش بن جاتے ہیں۔ پھر جب اس آزمائش پر پورا نہیں اترتے تو ان پر وبال آجاتا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا حال بیان کیا ہے کہ ان کا مال، ان کی اولاد، اللہ کے عذاب کو ان سے نہیں ٹال سکے گی اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ارشاد فرمایا: (وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ)[فاطر:٣٦]

"اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مرجائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔"

(آیت) "ان الذین کفروا"۔ یہ ان کا اسلم ہے اور اس کی خبر یہ ہے۔

(آیت) "لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیئا"۔ مقاتلؒ نے کہا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے مومنین کا ذکر کیا تو پھر ان کے کفار کا ذکر کیا اور وہ اس کا یہ قول ہے (آیت) "ان الذین کفروا"۔ اور کلبیؒ نے کہا ہے: اسے ابتداء بنایا اور فرمایا: بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے مال کی کثرت اور ان کی اولاد کی کثرت انھیں ہرگز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ذرہ بھر نہیں بچا سکیں گے، اولاد کا ذکر خاص طور پر کیا گیا کیونکہ نسب کے اعتبار سے وہی ان کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ (آیت) "واولئک اصحب النار"۔ یہ مبتدا اور خبر ہیں اور اسی طرح (آیت) "ھم فیھا خلدون"۔ بھی ہے۔

کفار کے لئے کہا گیا: ھم فیھا خلدون کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے مومن اگر دوزخ میں گیا تو تھوڑے عرصہ کے لئے جائے گا بالآخر شفاعت مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقے اسے دائمی جنت مل جائے گی۔ چنانچہ اس پہ احادیث مبارکہ کے انبار لگے ہوئے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذن شفاعت ہوگا اور آپ دوزخ کی طرف جائیں گے، وہاں سے ایک بڑی مخلوق کو نکال کر لائیں گے، اللہ رب العزت اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پھر بھیجے گا کہ جائیں ابھی وہاں بہت لوگ ہیں جن کے دل میں ایمان ہے تو آپ جائیں گے اور مزید لوگوں کو جہنم سے نکال کر لائیں گے، حتی کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے ادنی سے ادنی حصہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اسے بھی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دوزخ سے نکال لائیں گے اور جنت میں پہنچا دیں گے۔ [۱]

ھم فیھا خالدون: سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "(قیامت کے دن موت کو ذبح کرنے کے بعد) ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب

۱۔ (بخاری کتاب التوحید حدیث ۷۴۵۱)

موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔" مسلم کے الفاظ ہیں: "ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ (اب) ہیں۔" [1]

﴿ مَثَلُ مَا يُنۡفِقُوۡنَ فِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَثَلِ رِيۡحٍ فِيۡهَا صِرٌّ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَاَهۡلَكَتۡهُ ‌ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰـكِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ۝١١٧ ﴾

جو کچھ وہ اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں سخت سردی ہو جو ظالموں کے کھیت پر پہنچے اور اسے فنا کر دے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

قیامت والے دن کافروں کے نہ مال کچھ کام آئیں گے نہ اولاد، حتیٰ کہ رفاہی اور بظاہر بھلائی کے کاموں پر وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ بھی بیکار جائے گا۔

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کا کوئی ہرا بھرا باغ یا کھیت ہو، جسے دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہو رہے ہوں کہ اچانک ایک سخت ٹھنڈی ہوا چلے، جس میں آگ کی سی تیزی ہو، جو اسے مارے ٹھنڈک کے جلا دے، یعنی کافروں کو ان کے کارہائے خیر کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اس آیت میں کافر کے صدقہ و خیرات اور رفاہی کاموں کو آخرت میں

1۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ: ٦٥٤٨۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا، باب النار یدخلہا الجبارون ۔۔الخ: ٢٨٥٠]

بے فائدہ اور ضائع ہونے کے اعتبار سے ایسی کھیتی سے تشبیہ دی ہے، جو دیکھنے میں سرسبز و شاداب نظر آئے، لیکن یکایک سرد ہوا چلے اور اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کے باغ کی تباہی کا ایک ایسا ہی واقعہ بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝16 وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝17 فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝18 فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝19 فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝20 اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝21 فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝22 اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝23 وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝24 فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝25 بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝26 قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝27 قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝28 فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝29 قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝30 عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝31 كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝32) [القلم: ۱۷ تا ۳۳] ”یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ)

میں تمہارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔"

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ: یعنی ان کے اعمال جو ضائع اور برباد ہوئے، تو اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم کیا ہے، بلکہ خود ان کے اپنے ظلم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظلم کی نفی کرتے ہوئے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومن پر کسی بھی نیکی کے سلسلہ میں کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ دنیا میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی ان کا بدلہ اسے دنیا میں دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔"[۱]

۱۔ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ: ۲۸۰۸]

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم اور ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "مثل ما ینفقون فی ھذہ الحیوۃ الدنیا" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ دنیا میں کافر کے خرچ کرنے کی مثال ہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مثال اس چیز کی جو مشرک خرچ کرتے ہیں اور ان سے قبول نہیں کیا جاتا جیسے مثال اس کھیتی کی جب ایک ظالم قوم نے اس کو بویا پھر اس کو ایسی ہوا پہنچ گئی جس میں سخت سردی تھی جس نے اس کو ملیا میٹ کر دیا پس اسی طرح ان مشرکوں نے جو مال خرچ کیا شرک نے اس کو ہلاک کر دیا۔

سعید بن منصورؒ، فریابی ؒ ،عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے مختلف طرق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فیھا صر" سے سخت ٹھنڈی ہوا مراد ہے۔

الطستی ؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ (ان کے شاگرد) نافع بن ازرق ؒ نے سوال کیا کہ "فیھا صر" سے کیا مراد ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے ٹھنڈک مراد ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی کو جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے نابغہ بن ذبیان کا قول نہیں سنا: لا یبردون اذا ما الارض للھا صر الشتاء من الامحال کالادم"۔

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ صلے وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

اے اہل ایمان! اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہارے لیے کسی خرابی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے انھیں پسند ہے وہ چیز جو تمہیں تکلیف اور مشقت میں ڈالے ان کی دشمنی ان کے منہ سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔

ربط آیت:

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی فتنہ انگیزیوں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کی عداوت اور مسلمانوں سے ان کی مخالفت کو تفصیل سے بیان فرما دیا تھا، لیکن اس کے باوجود مسلمان ان سے اپنی رضاعت کے رشتوں یا ان کو اپنا حلیف بنانے کی وجہ سے ان کے ساتھ دوستی رکھتے تھے، اور ان کو اپنے راز کی باتیں بتا دیتے تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ کفار کو اپنا راز دار نہ بنائیں ورنہ وہ ان کے رازوں پر مطلع ہو کر مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے، اس میں مفسریں کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں جن کو راز دار بنانے سے منع فرمایا ہے اس کا مصداق کون ہیں، بعض مفسرین نے کہا اس کے مصداق یہود ہیں، بعض نے کہا اس کا مصداق منافقین ہیں اور بعض نے کہا اس کا مصداق تمام کفار ہیں۔

جن مفسرین نے کہا اس سے مراد یہود ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان اپنے معالات میں یہودیوں

سے مشورہ کرتے تھے‘ اوران کے رضاعی رشتوں اورحلیف ہونے کی وجہ سے یہ گمان کرتے تھے کہ ہرچند کہ یہودی دین میں ان کے مخالف ہیں لیکن دنیاوی معاملات اورمعاشرتی امور میں ان کے ساتھ خیرخواہی کریں گے۔

شان نزول: (آیت) ”یایھا الذین امنوالاتتخذوا“

ابن جریرؒ اورابن اسحاق ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جاہلیت کی دوسی کی بنا پر مسلمانوں میں سے کچھ حضرات یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ فرمایا اورفتنہ کی بنا پران سے تعلقات رکھنے کی ممانعت فرمادی اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اپنے علاوہ کسی کو صاحب خصوصیت نہ بناؤ۔ (۱)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بعض مسلمان یہودیوں سے میل جول رکھتے تھے کیونکہ وہ ان کے پڑوسی تھے‘ یا زمانہ جاہلیت میں وہ ان کے حلیف بن چکے تھے‘ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور یہودیوں کو رازدار بنانے سے منع فرمایا اوران کے فتنوں سے ڈرایا۔ (۲)

اوربعض مفسرین نے کہا اس آیت میں منافقین کے ساتھ رازداری کے تعلقات رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ مسلمان منافقوں کی ظاہری باتوں سے دھوکا کھا جاتے تھے‘ مسلمان ان کو ان کے دعوی ایمان میں صادق گمان کرتے تھے اوروہ مسلمانوں سے ان کے راز کی باتیں سنکر ان کے دشمنوں تک پہنچا دیتے

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔(جامع البیان ج ٤ ص ٤٠‘ مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت‘ ۱٤٠۹ھ)

تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے دوستی رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منافقین کے ساتھ اخوت اور محبت رکھنے سے منع فرمایا ہے، ربیعؒ نے کہا اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے ساتھ ملنے جلنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

بعض مفسرین نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقاً مشرکین کے ساتھ محبت رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(آیت) "یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جآءکم من الحق"۔ (الممتحنہ:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انھوں نے اس حق کے ساتھ کفر کیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو اور نہ اپنی انگشتریوں میں کسی عربی کا نام نقش کراؤ۔ حسن بصری ؒ نے اس کی تفسیر میں کہا یعنی مشرکین سے اپنے امور میں مشورہ نہ لو اور اپنی انگشتریوں میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٤٠، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱٤٠۹ ھ)

وسلم) کا نام نقش نہ کراؤ۔ [1]

ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہود کے لوگوں سے قریبی تعلق رکھتے تھے بوجہ پڑوسی ہونے کے اور آپس میں عہد و پیمان ہونے کے زمانہ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) ان کے بارے میں اتاردی اور ان کو منع فرمایا ان کے ساتھ خفیہ دوستی رکھنے سے کیونکہ یہودیوں کی وجہ سے انھیں کسی فتنہ کا سامنا ہوسکتا تھا اس لیے فرمایا لفظ آیت "یایھا الذین امنوا لاتتخذ وا بطانۃ من دونکم"۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لاتتخذ وا بطانۃ من دونکم" سے منافق مراد ہیں (کہ ان سے دوستی نہ لگاؤ)

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ (یہ آیت) مدینہ منورہ کے منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ایمان والوں کو ان سے دوستی لگانے سے منع کیا گیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے طبرانیؒ کے طریق سے جید سند کے ساتھ حمید بن محران المالکی الخیاطؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو غالبؒ سے اس آیت "یایھا الذین امنوا لاتتخذ وا بطانۃ من دونکم" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ابو امامہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس سے مراد خوارج ہیں۔

عبد بن حمیدؒ، ابو یعلیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں انسؓ سے

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٤٠، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٤٠٩ھ)

روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنی انگوٹھیوں پر عربی (حروف) کندہ نہ کراؤ اور مشرکوں کی آگ سے روشنی مت لو اس بات کو حسن کے سامنے ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا ہاں! اپنی انگوٹھیوں پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (کا نام مبارک) کندہ نہ کراؤ اور مشرکوں سے کسی چیز کے بارے میں اپنے کاموں سے مشورہ نہ لو حسنؒ نے فرمایا اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ (فرمایا) لفظ آیت "یایھا الذین امنوالاتتخذ وابطانۃ من دونکم"۔

ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ کہا گیا یہاں ایک غلام ہے خیرہ والوں میں سے جو ذہین اور اچھا کاتب ہے اگر آپ اس کو کاتب بنالیں تو مناسب رہے گا تو انھوں نے فرمایا پھر تو میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اس کو (اپنا) رازدار بنالوں گا۔

منافقین سے دوستی کی ممانعت

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لاتتخذ وابطانۃ" سے مراد ہے تم منافقوں کو اپنے معاملات میں داخل نہ کرو کہ ان سے دوستی لگاؤ ایمان والوں کو چھوڑ کر۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ودواماعنتم" سے مراد ہے کہ تم گمراہی میں پڑ جاؤ۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ودواماعنتم" سے مراد ہے کہ منافقین اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والے لوگ اپنے دین میں گمراہ ہو جائیں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قد بدت البغضاء من افواھھم" سے مراد ہے کہ منافقوں کے مونہوں سے ایسی باتیں سن چکے ہو جو وہ کافروں سے کہتے ہیں کہ ہم تو اسلام اور

مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں پھر فرمایا لفظ آیت "وما تخفی صدورہم اکبر" اس سے مراد ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں بغض رکھتے ہیں وہ بڑا ہے اس سے جو کچھ وہ اپنی زبانوں سے ظاہر کر چکے ہیں۔

﴿ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ ﴾

تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی مان لیا ہے مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیض وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دے اپنے غصے میں مرجاؤ، بیشک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔

ربط آیات:

اہل کتاب کی عداوت اور دشمنی کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب مشرکین اور منافقین سے

دوستی کرنے سے منع فرمادیا۔ اور خبردار کردیا کہ ان کو اپنے دلی رازدان نہ بناؤ، ورنہ وہ تمہارے درمیان فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دیں گے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالتی ہے وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی اسلام دشمنی بسااوقات ان کی زبانوں پر آجاتی ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے خلاف جو بغض وعناد ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ تم اس کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تمام احکام کھول کر بیان کردیے ہیں۔ اگر تم عقل وشعور رکھتے ہو، تو ان کو سمجھ جاؤ اور غیر مسلموں کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ۔ نہ ہی ان کو راز سے آگاہ کرو، انھیں وزیر اور مشیر بھی نہ بناؤ، کہ اس طرح تمہاری اندرونی باتیں ان تک پہنچتی ہیں، جو تمہارے نقصان کا باعث بنتی ہیں، وہ تمہاری کامیابی پر کبھی خوش نہیں ہوں گے، لہٰذا ان کی ہر وقت کوشش یہ ہوگی کہ تم کسی نہ کسی طرح ناکام ہو کر مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔

مسلمانوں کی غفلت پر سرزنش: مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! تم ایسے ہو کہ دشمنوں سے محبت کا برتاؤ کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، حالانکہ تم اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، تم ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہو۔

جو انبیائے سابقین (علیہ السلام) پر نازل ہوئیں اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتے تم جو ان کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو انھیں اس کی کچھ پاسداری نہیں، ان میں منافقت ہے، جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو غصہ کی جلن کے مارے اپنی انگلیاں کاٹے لیتے ہیں کہ مسلمان کیسے آگے بڑھ رہے ہیں اور کیسے قوت پا رہے ہیں ان کے اس حال کے بارے میں ارشاد فرمایا (قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ) کہ تم اپنے غصہ کی جلن میں مرجاؤ، دین اسلام کو قوت ہو کر رہے گی۔ اسلام کی قوت اور

شان وشوکت بڑھنے پر انگلیاں کاٹنے سے کیا ہوتا ہے اس غصہ میں مر بھی جاؤ گے تب بھی اسلام کا کلمہ بلند ہوگا۔ سب دینوں پر اسلام غالب ہوگا۔ پھر فرمایا (اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ) (بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے) تمہارے دلوں میں جو کفر ہے اسے اس کا پتہ ہے اس نے مسلمانوں کو بھی تمہارا حال بتا دیا تا کہ وہ چوکنے ہو کر رہیں اور آخرت میں تمہیں کفر کی سزا دے گا۔

ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے لفظ آیت "ھانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مومن منافق کے لیے اچھا ہے لیکن منافق مومن کے لیے اچھا نہیں کیونکہ مومن اس پر رحم کرتا ہے دنیا میں اگر منافق مومن پر اتنا قادر ہو جائے جتنا کہ وہ مومن اس پر قدرت رکھتا تو وہ اس کی خوشحالی کو برباد کر دے۔

اسحاق بن جریر و ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وتؤمنون بالکتب کلہ" سے مراد ہے کہ تم ان کی کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور جو کچھ گذر چکا پہلے کتب میں اس سے پہلے اس پر بھی ایمان رکھتے ہو اور وہ تمہاری کتاب کا انکار کرتے ہیں اس لیے تم زیادہ حق دار ہو ان کے بغض رکھنے کے ان میں سے جو وہ تمہارے لیے (بغض رکھتے ہیں)۔

ابن جریر و ابن المنذر اور ابی حاتمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واذا خلوا عضوا علیکم الانامل" سے مراد ہے کہ وہ اسی طرح اپنی انگلیوں کے کناروں کو اپنے منہ میں رکھتے ہیں۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "واذا لقوکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں لفظ آیت "قالوا امنا" کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے صرف ان کو اپنے مالوں اور اپنی جانوں پر خوف ہوتا ہے۔

اس لیے اس کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرو (پھر فرمایا) لفظ آیت "واذا خلوا عضوا علیکم الانامل" اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو اپنے پوروں کو کاٹتے ہیں کیونکہ وہ اپنے دل میں غیض وغضب کو پاتے ہیں اگر وہ معمولی سی ہوا پائیں تو ایمان والوں کے خلاف ہو جائیں۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "عضو علیکم الانامل" سے انگلیاں مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابوالجوزاءؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اباضیہ (خارجیوں کا ایک فرقہ) کے بارے میں نازل ہوئی۔

﴿ اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۫ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ ﴾

اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو ان کو برا لگتا ہے، اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اگر تم صبر اور تقوی سے کام لو تو ان کی چالیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ بیشک جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطے کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تمہیں کوئی اچھائی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکروفریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔ (آل عمران: ۱۲۰)

نیک اور متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا محمل

:" حسنہ" کا معنی ہے اچھائی' اور یہاں اس سے دنیاوی منفعت مراد ہے مثلاً صحت' خوشحالی' دشمنوں پر غلبہ اور دوستوں کے درمیان الفت اور محبت کا حصول اور سیہ کا معنی ہے برائی' اور یہاں اس سے مراد ہے مرض' فقر' جہاد میں شکست دوستوں میں رنجش اور جدائی' قتل' غارت گری اور لوٹ مار وغیرہ' اور اس آیت کا معنی ہے اگر تم اللہ کی عبادت کرنے میں تکلیف اور مشقت اور قدرتی آفتوں اور مصائب پر صبر کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو تو کفار اپنے مکروفریب سے تمہارے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں اس سے تم کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔" کید" کا معنی ہے ایک انسان دوسرے انسان کو نقصان پہنچانے کے لیے جو خفیہ تدبیر کرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہاں کید کا معنی عداوت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے سو جس شخص نے اپنے اس مقصد تخلیق کو پورا کیا اور عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ بہت کریم ہے وہ اس کو اپنی حفاظت میں رکھے گا اور اس کے خلاف اس کے دشمنوں کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ"۔ (اطلاق: ۳) ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کی (مشکلات سے) نجات کی راہ پیدا کر دے گا' اور اس کو اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ اسے کافی ہے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے نیک اور متقی لوگ اپنے دشمنوں کی تدبیروں اور اس کی سازشوں کا شکار ہو جاتے ہیں جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰؑ کو شہید کر دیا گیا' حضرت حسینؓ اور

ان کے رفقاء کر شہید کر دیا گیا' حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو شہید کر دیا گیا حالانکہ یہ نفوس قدسیہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے تھے اور عبادت کی مشقتوں پر صبر کرتے تھے اور اس کی معصیت کرنے سے ڈرتے تھے' اور اللہ پر توکل کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لیے یہی قاعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا لیکن خاص مسلمانوں کو اور کاملین کو اللہ تعالیٰ آزمائش اور امتحان میں ڈالتا ہے اور اللہ سے اور اللہ کے دین سے ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ کاملین اللہ کے دین کے لیے اپنی جان دے دیتے ہیں لیکن دین کے معاملہ میں کسی نرمی اور مداہنت کو اختیار نہیں کرتے۔

اس آزمائش کا ذکر ان آیتوں میں ہے: (آیت) "احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون "۔(العنکبوت:۲)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ان کے اس کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔

(آیت) "ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمر ات "۔(البقرہ:۱۵۵)

ترجمہ: اور ہم تمہیں کچھ ڈر' بھوک اور مال' جان اور پھلوں میں کمی سے ضرور آزمائیں گے۔اس کے بعد فرمایا اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے' یعنی ان کے تمام کام اللہ کے علم میں ہیں' لوح محفوظ اور کراما کاتبین کے پاس لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کی جزا دے گا۔

غیر مسلموں سے دینی اور دنیاوی کام لینے کی تحقیق:

ان آیتوں میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان کفار سے دوستی اور امن کا تعلق نہ رکھیں کیونکہ وہ مسلمانوں سے کینہ اور بغض رکھتے ہیں اور اپنے کسی معاملہ میں کفار سے مشورہ بھی نہ کریں اور نہ ان سے تعاون چاہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲٦۱ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدر کی طرف گئے جب آپ حرۃ الوبرۃ (مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا جس کی بہادری اور دلیری کا بہت چرچا تھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب نے جب اس کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے' جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے ہمراہ لڑوں اور جو مال ملے اس سے حصہ پاؤں' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے پوچھا کیا تو اللہ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا پھر واپس جاؤ' میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔ ۱

علامہ یحییٰ بن شرف نوویؒ متوفی ٦٧٦ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: دوسری حدیث میں یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صفوان بن امیہ کے اسلام لانے سے پہلے ان سے مدد لی' بعض علماء نے پہلی حدیث پر علی الاطلاق عمل کیا اور مشرک سے مدد لینے کو مطلقا ناجائز کہا' اور امام شافعی اور دوسرے فقہاءؒ نے یہ کہا کہ اگر کافر کی مسلمانوں کے متعلق اچھی رائے ہو اور اس سے مدد لینے کی ضرورت ہو' تو اس سے مدد لی جائے گی ورنہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے' محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو دو مختلف حالوں پر محمول کیا ہے' اور جب مسلمانوں کی اجازت سے کافر جہاد میں حاضر ہو تو اس کو عطیہ اور انعام وغیرہ دیا جائے گا' اور مال غنیمت میں اس کا حصہ نہیں ہوگا' امام مالکؒ' امام شافعیؒ' امام ابوحنیفہؒ اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے اور زہری اور اوزاعیؒ نے یہ کہا ہے کہ مال غنیمت سے ان کا حصہ ہوگا۔

۱۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص' ۱۱۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

۱

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی ؒ متوفی ۸۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ امام مالک اور تمام علماءؒ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے اور امام مالکؒ نے یہ کہا ہے کہ غیر مسلموں کو صفائی اور خدمت کے لیے رکھنا جائز ہے' ابن حبیبؒ نے کہا اسی طرح مجانیق سے پتھر پھینکوانے کے لیے انھیں رکھنا بھی جائز ہے' اور ہمارے دوسرے اصحاب نے اس کو مکروہ کہا ہے' ابن حبیبؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ مشرک کو لڑائی میں شامل کرنا جائز ہے' اور ان کو لشکر کے اندر نہ رکھا جائے بلکہ لشکر کے باہر رکھا جائے' بعض علماء نے کہا یہ اجازت کسی خاص وقت کے لیے بر سبیل عموم نہیں ہے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ مال غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں' تمام ائمہ نے اس سے منع کیا ہے اور امام اوزاعی اور امام زہری ؒ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کی طرح ان کا بھی حصہ نکالا جائے گا اور سحنون مالکی ؒ نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کے لشکر کو ان سے قوت حاصل ہوئی ہے تو ان کا حصہ نکالا جائے گا ورنہ نہیں' امام شافعی ؒ نے ایک بار یہ کہا کہ ان کو فئی سے بالکل نہیں دیا جائے گا اور ان کو خمس سے دیا جائے گا اور قتادہؒ نے یہ کہا ان سے جس چیز پر صلح ہو جائے ان کو وہ دینا جائز ہے۔ ۲

علامہ محمد رشید رضا ؒ متوفی ۱۳٤۰ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں یہود کو ہم راز بنانے اور ان سے مشورہ لینے سے منع کیا ہے یہ ممانعت ان یہودیوں کے ساتھ مختص ہے جو مسلمانوں کے ساتھ عداوت رکھتے تھے' اوائل اسلام میں یہودی ایسے ہی تھے اس لیے ان سے اپنے دین کے کسی کام میں مدد لینا جائز نہیں تھا لیکن بعد میں یہودیوں میں تغیر آ گیا اور وہ بعض فتوحات میں مسلمانوں کے مددگار بن گئے۔ جیسے فتح

۱۔(شرح مسلم ج۲ ص۱۱۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)
۲۔(اکمال اکمال المعلم ج٦ ص٤٨٨' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱٤۱۰ھ)

اندلس میں یہودیوں نے مسلمانوں کی مدد کی، اور مصر میں قبطیوں نے رومیوں کے خلاف مدد کی، اس لیے یہودیوں بلکہ مطلقاً غیر مسلموں سے مسلمانوں کا مدد لینا جائز ہے بشرطیکہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے عدوات نہ رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (آیت) "لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون۔ (الممتحنہ: ۹۔۸) ترجمہ: اللہ تمہیں ان کے ساتھ احسان اور عدل کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں انہی لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اس نکتہ کی طرف حضرت عمر بن خطاب ؓ متوجہ ہوئے اور انھوں نے اپنے لکھنے پڑھنے کے دفتری کاموں کا معاملہ رومیوں کے سپرد کیا اور بعد کے دو خلفاء اور ملوک بنی امیہ نے بھی ان کی پیروی کی اور مسلمان بادشاہوں میں سے عباسیوں نے بھی اس پر عمل کیا، اور یہود، نصاریٰ اور صابئین میں سے اپنے عمال مقرر کیے اور دولت عثمانیہ کے بھی اکثر سفراء اور وکلاء عیسائی تھے، اس تمام وسعت اور عالی ظرفی کے باوجود یورپ کے مستشرقین یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت تعصب اور تنگ نظری ہے۔ [1]

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر مسلموں پر یہ اعتماد ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے تو ان سے دینی اور دنیاوی مہمات میں مدد لینا اور ان کو مختلف مناصب تفویض کرنا جائز ہے

۱۔ (المنار ج ٤ ص ٨٤۔ ٨٢، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو پھر ان سے کسی معاملہ میں مشورہ کرنا یا خدمت لینا یا ان کو کوئی منصب سپرد کرنا جائز نہیں ہے۔

صبر کا معنی ہے "اڑ جانا، ثابت قدم رہنا، رک جانا، مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم رہنا اور نا مساعد حالات کا مقابلہ کرنا۔" اہل علم نے اسے تین دائروں میں تقسیم کیا ہے۔ اس کا پہلا دائرہ "اطاعت" ہے۔ اس لحاظ سے صبر کا معنی ہے صَبَرٌ عَلَى الطَّاعَاتِ (اللہ کے احکام اور اس کی عطا کردہ ہدایات پر مضبوطی سے عمل کرنا اور قائم رہنا) اس کا تعلق پوری زندگی سے ہے اور زندگی کا ہر شعبہ اس میں سمٹ جاتا ہے۔ عبادات بھی اس میں شامل ہیں، معاشرت اور معیشت بھی، سیاست اور حکومت بھی، فرائض اور حقوق بھی اور قومی اور بین الاقوامی آداب بھی۔ ان تمام حوالوں سے پروردگار نے جو شریعت عطا فرمائی ہے اور ہر ایک کے بارے میں جو احکام دیے ہیں ان میں سے ہر حکم پر پابندی سے عمل کرنا اور حالات چاہے اجازت دیں یا نہ دیں ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہنا یہ صَبَرٌ عَلَى الطَّاعَاتِ ہے اور یہ مومن کی کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان تمسسکم حسنۃ" سے مراد ہے یعنی (اگر تم کو کوئی فتح حاصل ہو جائے دشمن پر اور رزق اور خیر مل جائے تو ان کو یہ بات بری لگتی ہے (پھر فرمایا) "وان تصبکم سیءۃ" سے مراد ہے اگر تم قتل ہو جاؤ یا شکست ہو جائے اور مصیبت پڑ جائے (تو خوش ہوتے ہیں)۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب (کافر اور منافق) اہل اسلام کو ان کے درمیان محبت اور جماعت بندی اور ان کے دشمن پر کامیابی کو

دیکھتے ہیں تو ان پر غصہ ہوتے ہیں اور ان کو (یہ بات) بری لگتی ہے اور جب (یہ لوگ) دیکھتے ہیں اہل اسلام کو فرقہ بندی میں اور اختلاف میں یا مسلمانوں کے اطراف میں کسی طرف مصیبت پہنچ جائے تو ان کو خوش لگتی ہے اور اس سے (خوب) خوش ہوتے ہیں۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصمؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت "وان تصبر وا وتتقوا لا یضر کم" شد اور ضاد راء کے رفع کے ساتھ۔

﴿ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝١٢١ ﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

شان نزول: (آیت) "واذ غدوت من اھلک"

ابی حاتمؒ اور ابو یعلیؒ نے مسعود بن مخرمہؓ سے روایت کیا ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا کہ غزوہ احد کے اپنے واقعہ کی مجھے تفصیل بتاؤ۔

انھوں نے فرمایا کہ سورہ آل عمران میں ایک سو بیس آیات کے بعد پڑھو ہمارے واقعہ مل جائے گا۔

(آیت) "واذ غدوت"۔ سے "طآئفتن منکم ان تفشلا"۔ تک۔ [1]

---

[1]۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

ربط آیت: گزشتہ آیت مبارکہ میں کفار پر غلبہ کے لئے صبر و تقوی کا ہتھیار آزمانے کا حکم ہوا اب مثال دی جارہی ہے کہ احد میں بعض مسلمانوں نے اس سلسلہ میں کچھ کوتاہی کی تو سب مسلمانوں کو تکلیف سے دو چار ہونا پڑا۔ تو فرمایا گیا اے پیارے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ وہ وقت یاد کریں جب آپ اپنی بیوی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر سے غزوہ احد کی طرف نکلے تا کہ مسلمانوں کو جنگ کے لئے مورچوں اور نشستوں پر بٹھادیں۔ یعنی وہ ان مورچوں پر مضبوطی سے جم جائیں اور جب تک آپ انھیں وہاں سے نہ اٹھائیں وہ نہ اٹھیں۔ مگر ان میں سے بعض نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور سارے اسلامی لشکر کو سخت تکلیف سے دو چار ہونا پڑ گیا۔

ان آیات میں غزوہ بدر اور غزوہ احد کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم پہلے غزوہ بدر اور غزوہ احد کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان آیات کا پس منظر اور پیش منظر معلوم ہو جائے اور ان کی تفسیر پر قارئین کو بصیرت حاصل ہو۔

غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ

امام ابن ہشامؒ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ سنا یا کہ ابوسفیان شام سے مال تجارت کا ایک قافلہ لے کر آ رہا ہے' تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا یہ ابوسفیان ہے جو اپنے قافلہ سمیت واپس آ رہا ہے' نکلو! شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں عطا فرما دے۔

اس قافلہ میں ابوسفیان کے ساتھ چالیس آدمی تھے اور مکہ کے سرداروں میں سے عمرو بن العاص تھے' ہجرت کے انیس ماہ بعد بارہ رمضان المبارک کو ہفتہ کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تین سو

تیرہ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے' مجاہدین صحابہؓ کے پاس دو گھوڑے' ساٹھ زرہیں اور اسی اونٹ تھے' باقی صحابہؓ پیادہ تھے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین آدمیوں کے لیے ایک اونٹ مقرر کر دیا۔ جس پر وہ باری باری سواری کرتے' آپ نے اپنے آپ کو بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں رکھا' آپ کے ساتھ جو دو صحابہؓ تھے انھوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہماری باری میں بھی آپ سوار رہیں' ہم پیدل چلیں گے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سنو! تم دونوں نہ مجھ سے زیادہ قوی ہو نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں! جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو وہ آنے جانے والوں سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق خبریں معلوم کرتا تھا' اسے بعض سواروں نے بتایا کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر اور تمہارے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں' اس نے فوراً ضمضم بن عمرو الغفاری کو مکہ روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ وہ قریش کو جا کر کہے کہ وہ اپنے اموال کی حفاظت کا انتظام کریں کیونکہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر حملہ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں' دوسری طرف مکہ میں عاتکہ بنت عبدالمطلبؓ نے خواب دیکھا کہ قریش پر کوئی آفت اور مصیبت آنے والی ہے' اس نے یہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلبؓ کو بیان کیا' ابھی اس خواب کا چرچا ہو رہا تھا اور اس کے متعلق چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں کہ مکہ والوں نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ و پکار سنی اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیئے تھے' کجاوہ کو الٹا کر دیا تھا اور اپنی قمیص پھاڑ ڈالی تھی اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اپنے اس قافلہ کو بچاؤ جس پر تمام مکہ والوں کے اموال لدے ہوئے ہیں' (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس پر حملہ کر دیا ہے اور مجھے امید نہیں ہے کہ اس کی مدد کے لیے بروقت پہنچ جاؤ گے۔ قریش نے اپنا تمام مال و متاع داؤ پر لگا کر جنگ کی

تیاری کی جب انھوں نے عزم سفر کیا تو قریش مکہ کی فوج کی تعداد نو سو پچاس تھی، ان کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر ایک سو زرہ پوش سوار تھے، پیدل سپاہیوں کے لیے بھی زرہیں مہیا تھیں، ان کے ساتھ رقص کرنے والی کنیزیں بھی تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جو شیلے گیت گا کر ان کی آتش غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں، سو قریش کا یہ لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ روانہ ہوا۔ ضمضم بن عمرو غفاری کو بھیجنے کے بعد ابو سفیان نے مزید احتیاط کی خاطر عام راستہ چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو جاتا تھا اور اس نے بڑی سرعت کے ساتھ مسلسل سفر کرنا شروع کیا اور جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہو گیا ہے تو اس نے قیس بن امرء القیس کو یہ پیغام دے کر قریش کے لشکر کے پاس بھیجا کہ اب یہ قافلہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہے اس لیے اب اس کی حفاظت کے لیے لشکر کی ضرورت نہیں ہے اور تم لوگ واپس مکہ چلے جاؤ، اس نے یہ پیغام لشکر کے سپہ سالار ابو جہل تک پہنچا دیا، لیکن ابو جہل نے واپس جانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا بہ خدا ہم ضرور جائیں گے اور بدر پہنچ کر دم لیں گے اور مسلمانوں کو سبق سکھائیں گے، تاکہ آئندہ وہ ہمیشہ ہم سے دبے رہیں ہر چند کہ بعض متحمل مزاج لوگوں نے ابو جہل کی مخالفت کی اور کچھ لوگ واپس چلے گئے لیکن اکثریت ابو جہل کے ساتھ رہی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو آپ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی تیاری کے ساتھ اپنے قافلہ کے دفاع کے لیے آ رہا ہے، اب صورت حال اچانک بدل چکی تھی پہلے مسلمان ایک قافلہ پر حملہ کے لیے روانہ ہوئے تھے جس کے ساتھ صرف چالیس آدمی تھے، اب معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے قریش کا ایک لشکر جرار چلا آ رہا ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نے اس نئی صورت حال سے اپنے اصحاب کو آگاہ فرمایا اور ان سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب کیا' تمام صحابہؓ نے نہایت گرمجوشی سے آپ کے ساتھ جہاد کرنے کے عزم کو ظاہر کیا' حضرت مقداد بن عمروؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو اللہ نے جہاں جانے کا حکم دیا ہے وہیں چلیے ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں جو یہ کہہ دیں کہ جائیے آپ اور آپ کا خدا ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور آپ کے ساتھ دشمن کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں سمندر پر لے جائیں اور آپ اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے یہ ایمان افروز کلمات سن کر خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا روانہ ہو جاؤ اور تمہیں یہ خوشخبری مبارک ہو کہ اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے' بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔ بدر میں پہنچ کر سارے صحابہ تھکے ہارے سو گئے صرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات بھر ایک درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے رہے' اس رات خوب بارش ہوئی' مسلمان ریتلے علاقہ میں خیمہ زن تھے' اس بارش سے وہ ریت جم کر پختہ ہو گئی اور مسلمانوں کے لیے چلنے پھرنے میں آسانی ہو گئی' اور جہاں کفار قریش خیمہ زن تھے وہاں بارش سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گئی' صبح کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے غرور و تکبر سے چلا آ رہا ہے' اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اے اللہ! کل ان کو ہلاک کر دے! حضرت ابن عباسؓ بیان

کرتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں' اے اللہ اگر تو نے (بالفرض) اپنے وعدہ کو پورا نہ فرمایا تو پھر کبھی بھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی' حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا بہت کافی ہے' جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر نکلے تو یہ آیت پڑھ رہے تھے:

(آیت) "سیھزم الجمع ویولون الدبر"۔ (القمر: ٤٥) ترجمہ: عنقریب یہ جماعت پسپا ہوگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رات ہی کو صف بندی کر دی تھی اور تمام مجاہدین صحابہؓ اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تھے' جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل تھیں اس وقت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بہت موثر خطبہ دیا جس میں اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی' اللہ کی اطاعت پر برانگیختہ کیا اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔ جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ کافروں کے لشکر سے اسود بن عبدالاسد المخزومی مسلمانوں کے حوض سے پانی پینے کا بلند بانگ دعوی کر کے مسلمانوں کے لشکر کی طرف آیا۔ مگر حضرت حمزہؓ نے اس کو تہ تیغ کر دیا' جنگ بدر میں مارا جانے والا یہ پہلا کافر تھا' یہ منظر دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ' اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر جوش غضب میں مسلمانوں کی طرف آیا اور یہ نعرہ لگایا کہ میرا مقابلہ کون کرے گا' تین انصاری نوجوان اس کے مقابلہ میں نکلے مگر اس نے کہا ہمارے مقابلہ کے لیے ہماری قوم قریش کے جوانوں کو بھیجو' تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عبیدہؓ' حضرت حمزہ اور حضرت علیؓ کو بھیجا' حضرت علی اور حضرت حمزہؓ نے اپنے مدمقابل کو

موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن عتبہ کے ایک وار سے حضرت عبیدہ ؓ کی ٹانگ کٹ گئی' حضرت حمزہ اور حضرت علیؓ ان کی امداد کو پہنچے تو ان کے حملہ سے عتبہ کی لاش خاک اور خون میں تڑپ رہی تھی۔ حضرت عبیدہ ؓ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لایا گیا انھوں نے آخری لمحات میں اپنا رخسار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدموں میں رکھ دیا اور آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔

اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے' یہ جنگ اسی طرح جاری رہی اسی دوران ابو جہل دو انصاری نو جوانوں حضرت معاذ اور حضرت معوذ ؓ کے ہاتھوں مارا گیا اور حضرت بلال ؓ کے ہاتھوں امیہ بن خلف مارا گیا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک مٹھی میں کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا: اے اللہ ان کے چہروں کو بگاڑ دے' ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے۔ ان کنکریوں کا لگنا تھا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مشرکین میدان جنگ سے بھاگنے لگے' مجاہدین اسلام نے جب یہ بھگدڑ دیکھی تو انھوں نے مشرکوں کو اپنا قیدی بنانا شروع کیا اور ان کو رسیوں سے باندھنے لگے۔ معرکہ بدر سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ واقع ہوا' صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور زوال آفتاب تک جاری رہی جب سورج ڈھلنے لگا اس وقت کفار کے قدم اکھڑ گئے' جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے' اور ستر کافر مارے گئے اور ستر کافر گرفتار کیے گئے۔ جنگ بدر میں جو فرشتوں کا نزول ہوا اس کے متعلق ہم انشاء اللہ متعلقہ آیات میں بحث کریں گے۔ (۱)

۱۔(الروض الانف مع السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲ ص ۸۱۔۶۱ 'ملخصا تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۲ ص ۱۷۲۔۱۳۱ 'ملخصا الکامل فی التاریخ لابن اثیر ج ۲ ص ۹۴۔۸۰ 'ملخصا البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹۱۔۲۵۶ ملخصا)

غزوہ احد کا مختصر تذکرہ

غزوہ احد تین ہجری کو وقوع پذیر ہوا' قریش مکہ جو ایک سال پہلے بدر میں شکست کھا کر گئے تھے' ایک سال تک بڑے جوش وخروش سے جنگ کی تیاری کرتے رہے' ان کے سینوں میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی' پانچ شوال تین ہجری کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ اطلاع ملی کہ کفار قریش کا لشکر مدینہ منورہ کے قریب آ پہنچا ہے۔ صبح کو آپ نے مہاجرین' انصار اور عبداللہ بن ابی ابن سلول سے مشورہ کیا' مہاجرین' اکابرین انصار اور عبداللہ بن ابی کی یہی رائے تھی کہ شہر میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے ' لیکن انصار کے نوجوانوں کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زرہ پہن کر باہر تشریف لے آئے' ان لوگوں کو بعد میں افسوس ہوا کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مرضی کے خلاف اصرار کیا' ان نوجوانوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا' لیکن آپ نے فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے۔ قریش مکہ نے بدھ کے دن مدینہ کے قریب کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے' عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کی جمعیت لے کر آیا تھا لیکن یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا' اب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے جن میں ایک سو کے پاس زرہیں تھیں' ان میں بھی کئی کم عمر صحابہ کو واپس کر دیا گیا ان میں حضرت زید بن ثابتؓ' حضرت براء بن عازبؓ' حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ شامل تھے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد کے پہاڑ کی پشت پر صف بندی کی' احد پہاڑ کی پشت کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ دشمن اس طرف

سے حملہ نہ کر دے' اس لیے آپ نے وہاں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی زیر کمان پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا اور یہ حکم فرمایا کہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہوں سے نہ ہٹیں۔ جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ قریش کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا مجھ سے کون مقابلہ کرے گا؟ حضرت علیؓ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے' اور اس زور سے اس پر تلوار سے حملہ کیا کہ دوسرے لمحہ میں اس کی لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی' طلحہ کے بعد عثمان نکلا اور وہ سیدنا حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی' حضرت حمزہؓ' حضرت علیؓ' اور حضرت ابودجانہؓ فوجوں کے اندر گھس گئے اور کفار کی صفیں الٹ دیں' جبیر بن مطعمؓ کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا' جبیر نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس نے حمزہؓ کو قتل کر دیا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ وہ حضرت سیدنا حمزہؓ کی تاک میں لگا ہوا تھا ایک بار حضرت حمزہؓ اس کے نشانہ کی زد پر آئے اس نے تاک کر نیزہ مارا جو آپ کی ناف کے آر پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ لڑکھڑا کر گرے اور روح مبارک پرواز کر گئی۔ کفار اس جنگ میں بہت بے جگری سے جان پر کھیل کر لڑے۔ ایک کے ہاتھ سے علم گرتا تو دوسرا لے لیتا' اس کے ہاتھ سے علم گرتا تو کوئی اور لے لیتا' تاہم جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا' حضرت علیؓ اور حضرت ابودجانہؓ کے شدید حملوں سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے تھے' بالآخر کفار بدحواسی سے پیچھے ہٹے' اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو بہت روکا مگر وہ باز نہ آئے۔ تیر اندازوں کی خالی جگہ دیکھ کر خالد بن ولیدؓ نے عقب سے حملہ کیا' حضرت عبداللہ بن جبیرؓ چند سرفروش مجاہدین کے ساتھ جم کر لڑے لیکن سب شہید ہو گئے اب مشرکین کا راستہ صاف تھا' مسلمان مال لوٹنے میں مشغول تھے' اچانک پلٹ کر دیکھا تو ان کے سروں پر تلواریں پڑ رہی تھیں' بدحواسی میں دونوں فوجیں اس

طرح مخلوط ہو گئیں کہ خود بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے' حضرت مصعب بن عمیرؓ ابن قمیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے' وہ صورۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مشابہ تھے اس لیے یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید ہو گئے' اس افواہ سے بدحواسی اور مایوسی اور بڑھ گئی اور افراتفری پھیل گئی' مسلمان گھبرا گئے بوکھلاہٹ میں دوست اور دشمن کی تمیز نہ رہی' اس ہنگامہ میں حضرت حذیفہؓ کے والد یمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانثار صحابہ برابر لڑ رہے تھے' لیکن ان کی آنکھیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تلاش کر رہی تھیں' سب سے پہلے حضرت کعب بن مالکؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا آپ کے چہرہ مبارک پر مغفر تھا' لیکن آنکھیں نظر آ رہی تھیں' حضرت کعب بن مالکؓ زور سے پکارے اے مسلمانو! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہاں ہیں' یہ سن کر ہر طرف سے جان نثار صحابہ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے' کفار نے بھی اسی طرف دباؤ ڈالا' پانچ صحابہؓ نے ایک ایک کر کے جان دے دی لیکن کسی کافر کو آپ کی طرف بڑھنے نہیں دیا' عبداللہ بن قمیہ مسلمانوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریب پہنچ گیا اور چہرہ مبارک پر تلوار ماری' جس کی چوٹ سے مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں' چاروں طرف سے تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھوں سے روک رہے تھے اسی کیفیت میں ان کا ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا' حضرت ابو طلحہؓ بھی آپ کی سپر بنے ہوئے تھے' صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے کہ دشمن ادھر نہیں آسکیں گے لیکن ابوسفیان نے دیکھ لیا' فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا' لیکن حضرت عمرؓ اور چند دیگر صحابہؓ کے پتھر برسانے کی وجہ سے وہ آگے نہیں بڑھ سکے۔ قریش کی عورتوں نے جوش انتقام میں

مسلمانوں کی لاشوں کو بھی نہیں چھوڑا' ان کو مثلہ کیا یعنی ان کے چہرے سے ناک اور کان کاٹ لیے' ھند نے ان کٹے ہوئے اعضاء کا ہار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا حضرت سیدنا حمزہ ؓ کی لاش پر گئی اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور کچا چبا گئی لیکن گلے سے نہ اتر سکا اس لیے اگلنا پڑا۔ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور بائیس کافر مارے گئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے درآں حالیکہ آپ مومنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (آل عمران: ۱۲۱) سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکروفریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' اور ان آیتوں میں جنگ بدر اور احد کا تذکرہ کیا گیا ہے' جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ جنگ کی تیاری بھی کر کے گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے' اور جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور وہ چالیس آدمیوں کے ایک تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے کسی بڑے لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے گھروں سے نہیں نکلے تھے لیکن چونکہ سب سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام پر پورا پورا عمل کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح اور نصرت سے نوازا' اس سے معلوم ہوا کہ فتح کا مدار عددی کثرت اور اسلحہ کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ اس کا مدار صبر اور تقوی پر ہے۔ غزوہ احد کے لیے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا صحابہ ؓ سے مشورہ اور جنگ کی تیاری: پانچ شوال تین ہجری کو بدھ کے دن قریش مکہ' مدینہ

۱۔ (تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۲ ص ۲۱۰۔ ۱۸۷' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۱۰۳' البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ۲۹۔ ۹' التفسیر المنیر ج ٤ ص ٦۹)

کے قریب پہنچے تھے‘ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے جنگ کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمیؒ متوفی ۲۵۵ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور میں نے دیکھا کہ ایک بیل ذبح کیا جارہا ہے میں نے زرہ سے مدینہ کو تعبیر کیا اور بیل کی تعبیر بھاگنا ہے‘ اور اللہ کے کام میں بہت خیر ہے اور اگر ہم مدینہ ہی میں رہیں تو وہ اگر ہم سے قتال کریں گے تو ہم ان سے قتال کریں گے (نوجوان) صحابہ نے کہا بہ خدا وہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی مدینہ میں داخل ہونے کی جرات نہیں کرسکے تو کیا اب زمانہ اسلام میں ہم ان کو مدینہ میں داخل ہونے دیں گے! آپ نے فرمایا پھر جس طرح تم چاہو‘ پھر انصار نے ایک دوسرے سے ہا ہم نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رائے کو نہیں مانا انھوں نے آپ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ جس طرح حکم فرمائیں‘ آپ نے فرمایا اب یہ کہہ رہے ہو! نبی جب ہتھیار پہن لے تو اس کے لیے جنگ کیے بغیر ہتھیار اتارنا جائز نہیں ہے۔ [۱]

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو دیکھا اس کا شروع کا حصہ ٹوٹ گیا‘ آپ نے بیل کی یہ تعبیر فرمائی کہ ہم میں سے ایک جماعت بھاگے گی‘ اور تلوار کا بالائی حصہ ٹوٹنے کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے چہرے پر زخم آیا اور آپ کے سامنے کا دانت شہید

۱۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۵۵‘ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

ہو گیا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رائے یہ تھی' لیکن انصار کے پر جوش نوجوان مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنا چاہتے تھے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہتھیار زیب تن فرما کر آ گئے بعد میں ان نوجوانوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا لیکن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نبی جب ہتھیار پہن لے تو جنگ کے بغیر نہیں اتارتا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ ایک ہزار مسلمان تھے۔ لیکن عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں و لے کر نکل گیا کیونکہ اس کی رائے پر عمل نہیں کیا گیا تھا' حتیٰ کہ آپ کے ساتھ سات سو نفوس رہ گئے اور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی۔ (۱)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد احد کی طرف روانہ ہوئے' اور ہفتہ کے دن احد کی گھاٹیوں میں پہنچے' آپ پیدل چل رہے تھے اور جنگ کے لیے اپنے اصحاب کی صفیں باندھ رہے تھے اگر کوئی شخص صف سے باہر نکلا ہوا ہوتا تو آپ اس کو صف کے اندر کر دیتے آپ وادی کے نشیب میں اترے تھے اور آپ کی پشت اور لشکر احد کی طرف تھا۔ (۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ جس دن ہمارا مشرکوں سے مقابلہ ہوا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تیراندازوں کا ایک لشکر (احد پہاڑ پر) بٹھا دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر بن مطعمؓ کو ان کا امیر بنا دیا اور فرمایا تم اس جگہ سے نہ جانا' اگر تم یہ دیکھو کہ ہم غالب آ گئے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ جانا' اور تم دیکھو کہ مشرکین ہم پر غالب آ گئے ہیں تو تم

۱۔(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۸۔۲۰۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۱ھ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:)

۲۔(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ہماری مدد کے لیے نہ آنا الحدیث۔ ⓵

﴿ اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ﴾

جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

شانِ نزول: (آیت) ”اذھمت طآئفتن منکم“

بخاری و مسلم ؒ نے جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ہمارے قبائل میں سے بنوسلمہ اور بنی حارث کے بارے میں (آیت) ”اذھمت طآئفتن منکم“۔ (الخ) یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ابن ابی شیبہ ؒ نے مصنف میں اور ابن ابی حاتم ؒ نے شعبی ؒ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ بدر کے دن مسلمانوں کو یہ اطلاع ہوئی کہ کرز بن جابر محاربی مشرکین کو کمک روانہ کر رہا ہے اس پر مسلمان پریشان ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے (آیت) ”الن یکفیکم“۔ سے ”مسومین“۔ تک یہ آیات نازل فرمائیں، پھر کرز کو شکست کی اطلاع پہنچ گئی تو نہ مشرکین کے لیے کمک آئی اور نہ مسلمانوں کی امداد کے لیے پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔

جب تم مومنوں سے یہ کہہ (کر ان کے دل بڑھا) رہے تھے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے مدد دے۔

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

غزوہ احد کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت موسیٰ بن عقبیٰؒ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا تو مسلمانوں کی دو جماعتوں کے دل بیٹھ گئے اور یہ دو جماعتیں بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا' اور وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ [۱]

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

مشرکین نے مسلمانوں پر تین بار حملے کیے اور ہر بار پسپا ہوئے جن پچاس تیراندازوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد پہاڑ پر کھڑا کیا تھا انھوں نے جب دیکھا کہ کفار مغلوب اور پسپا ہو گئے ہیں تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھائیوں کو فتح عطا کر دی ہے' بہ خدا اب ہم یہاں بالکل نہیں بیٹھیں گے اور جس جگہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انھیں بیٹھنے کا حکم دیا تھا وہ وہاں سے ہٹ گئے اور یہی حکم عدولی ان کی شکست کا سبب بن گئی۔ جب مشرکین کے لشکر نے دیکھا کہ مسلمان متفرق ہو گئے اور بکھر گئے تو انھوں نے احد پہاڑ کی پشت سے ان پر حملہ کر دیا' مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مشغول تھے کہ وہ اچانک تیروں اور تلواروں کی زد میں آ گئے' اور کسی پکارنے والے نے بلند آواز سے پکار کر کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' یہ خبر سن کر مسلمانوں کی رہی سہی کمر ٹوٹ گئی' بہت سے مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ جب بہت سے صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ثابت قدم رکھا۔ آپ مسلمانوں کو آوازیں دے کر بلاتے رہے آپ

۱۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۱ ھ)

اس وقت احد کی گھاٹیوں میں مہراس نام کی ایک گھاٹی کے قریب تھے۔ کئی صحابہؓ آپ کے پاس وہاں پہنچ گئے تھے ادھر دوسری طرف جب مسلمانوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں ملے تو وہ ہمت ہار بیٹھے' بعض نے کہا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی نہیں رہے تو اب لڑنے سے کیا فائدہ! بعض نے کہا اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے دین کی حمایت میں نہیں لڑو گے! تم اپنے دین کی حمایت میں لڑتے رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ سے شہید ہونے کی حالت میں ملاقات کرو' یہ حضرت انس بن نضرؓ نے کہا تھا اور بنو قشیر میں سے کسی نے کہا اگر ہمارے دین میں کچھ بھلائی ہوتی تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو ڈھونڈ رہے تھے اور ان کو بلا رہے تھے' صحابہ کی ایک جماعت ثابت قدمی سے آپ کے ساتھ تھی' ان میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوامؓ بھی تھے' ان صحابہ نے تا دم مرگ آپ کا ساتھ دینے پر بیعت کی تھی' انھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے ڈھال بنایا ہوا تھا۔ ان میں سے چھ یا سات صحابہؓ آپ پر سپر بنے ہوئے شہید ہو گئے وہ آپ کے ساتھ مہراس نامی گھاٹی میں چل رہے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پتہ چلنے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالکؓ نے آپ کو دیکھا' آپ کا چہرہ مغفر (خود) میں چھپا ہوا تھا صرف آپ کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ انھوں نے آنکھوں سے آپ کو پہچان لیا اور بلند آواز سے چلائے اللہ اکبر! یہ ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت آپ کا چہرہ زخمی تھا اور ایک دانت (سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کے نچلے دانت کا ایک جز) شہید ہو چکا تھا۔ [1]

۱۔ (دلائل النبوت ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۰ ملخصا مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پچاس تیر اندازوں کو احد پر مامور کیا تھا اور فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم یہاں سے نہ ہٹنا' جب مسلمانوں کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا تو مشرک بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا عورتیں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے پہاڑ پر بھاگ رہی تھیں ان کی بازیب دکھائی دے رہی تھیں تو یہ لوگ بھی غنیمت' غنیمت پکارتے ہوئے دوڑے' حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم کو یہ نصیحت کی تھی کہ فتح ہو یا شکست یہاں سے نہ جانا وہ نہیں مانے اور جب وہ نہیں مانے تو شکست ان کا مقدر بن گئی' ستر مسلمان شہید کر دیئے گئے' ابوسفیان نے سر اٹھا کر کہا کیا قوم میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کو جواب مت دو' پھر کہا کیا قوم میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں؟ آپ نے فرمایا مت جواب دینا' پھر کہا کیا قوم میں ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں؟ پھر کہنے لگا یہ لوگ قتل کر دیئے گئے۔ اگر یہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے ان کو باقی رکھا ہے جو تیری رسوائی کے لیے کافی ہیں' ابوسفیان نے کہا ھبل بلند ہو' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو جواب دو' عرض کیا: ہم کیا کہیں فرمایا کہو اللہ اعلیٰ واجل (اللہ سب سے بلند اور سب سے بزرگ ہے) ابوسفیان نے کہا ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کا جواب دو' عرض کیا کیا کہیں؟ فرمایا: کہو اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں' ابوسفیان نے کہا آج دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ کنوئیں کے ڈول کی طرح ہے اور تم کچھ لاشوں کے اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے میں نے اس کا حکم دیا تھا نہ مجھے اس پر افسوس ہوا۔ ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں

کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ روزہ دار تھے (افطار کے وقت) ان کے پاس کھانا لایا گیا' انھوں نے کہا حضرت مصعب بن عمیرؓ (احد میں) شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے بہت افضل تھے' ان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا' اور سیدنا حمزہ ؓ شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل تھے۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی اور ہمیں دنیا کی وہ چیزیں دی گئیں جو دی گئیں اور ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں ہمیں نیکیوں کا صلہ دنیا میں ہی نہ مل گیا ہو' پھر حضرت عبدالرحمنؓ روتے رہے حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا یہ فرمائیے اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا جنت میں' اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ اس نے پھینک دیں اور جا کر جہاد کرتا رہا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے' انھوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ دوبارہ جہاد کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا دے گا کہ میں کس طرح جہاد کرتا ہوں' وہ جہاد کر رہے تھے کہ مسلمان مشرکوں کے اچانک حملہ کی وجہ سے بھاگے' انھوں نے کہا اے اللہ! میں ان لوگوں کی کارروائی سے تیری بارگاہ میں عذر پیش کرتا ہوں اور مشرکوں کے حملہ سے بیزار ہوں' پھر وہ تلوار لے کر آگے بڑھے' تو حضرت سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا اسے سعدؓ تم کہاں جا رہے ہو مجھے تو احد کے پاس جنت کی خوشبو آ رہی ہے وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے' ان کی لاش پر اتنے زخم تھے کہ پہچانی نہیں جاتی تھی حتیٰ کہ ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا' ان کی لاش پر تلواروں اور تیروں کے اسی (۸۰) زخم تھے۔

انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مسلمان (گھبرا کر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ گئے' اس وقت حضرت ابوطلحہ ؓ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے ڈھال لیے ہوئے کھڑے تھے' حضرت ابوطلحہ ؓ بہت ماہر تیر انداز تھے۔ اس دن انھوں نے دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں تھیں' جو مسلمان بھی وہاں سے اپنے ترکش میں تیر لیے ہوئے گزرتا آپ فرماتے یہ تیر ابوطلحہ ؓ کو دے دو' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (گھاٹی سے) جھانک کر قوم کی طرف دیکھ رہے تھے حضرت ابوطلحہ ؓ کہتے آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں آپ مت جھانکیے' کہیں آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے سپر ہے اور میں نے دیکھا حضرت عائشہ ؓ اور حضرت ام سلیم ؓ اپنی پیٹھوں پر مشکیں لا دلا د کر زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں' اس دن دو یا تین بار حضرت طلحہ ؓ کے ہاتھوں سے تلوار گری تھی۔

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مشرکین شکست کھانے لگے تو ابلیس لعنہ اللہ چلایا 'اے اللہ کے بندو! پچھلے گروہ پر حملہ کرو تو لشکر کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو گئے' حضرت حذیفہ ؓ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد یمان کو قتل کر رہے ہیں' انھوں نے چلا کر کہا اے اللہ کے بندو! یہ میرے باپ ہیں' یہ میرے باپ ہیں' لیکن بہ خدا وہ میرے باپ کو قتل کرنے سے باز نہیں آئے' حتیٰ کہ انھوں نے میرے والد کو قتل کر دیا' حضرت حذیفہ ؓ نے کہا اللہ تمھاری مغفرت فرمائے' (عروہ ؓ نے کہا بہ خدا حضرت حذیفہ ؓ نے تمام زندگی نیکی کے ساتھ گزاری) (حضرت یمان اس وجہ سے قتل کر دیے گئے کہ مسلمان اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ انھیں اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں ہو رہی تھی) انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرہ زخمی

ہو گیا' آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (آیت) "لیس لک من الامر شیء" آپ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ اس قوم پر شدید غضبناک ہوتا ہے جو اس کے نبی کے ساتھ (یہ) کارروائی کرے آپ نے اپنے سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کے نچلے دانت کی طرف اشارہ کیا' اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر شدید غضب ناک ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس کے رسول کو قتل کر دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر شدید غضب ناک ہوتا ہے جس شخص کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے راستہ میں قتل کر دیں' اور اللہ تعالیٰ اس قوم پر شدید غضب ناک ہوتا ہے جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرہ خون آلود کر دے۔

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے' جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون کا بہنا ہونے کے بجائے اور زیادہ ہو رہا ہے تو حضرت فاطمہؓ سے ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اس کی راکھ کو زخم کے اوپر رکھا' تو خون رک گیا' اس دن آپ کے سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک دائیں جانب کا نچلا دانت ٹوٹ گیا اور آپ کا سر زخمی ہو گیا تھا' اور خود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔ [۱]

عتبہ بن ابی وقاص نے تیر مارا تھا جس سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸٤-٥٧٩ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نچلا ہونٹ زخمی ہوگیا' یہ دانت جڑ سے نہیں ٹوٹا تھا بلکہ اس کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا' اور عبداللہ بن شہاب نے آپ کے پر تلوار سے وار کیا تھا جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہوگیا تھا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دانت مبارک شہید ہونا اور چہرہ اقدس زخمی ہونا اس لیے تھا تا کہ اللہ کی راہ میں خون بہانے اور زخم کھانے کے عمل میں آپ کا اسوہ اور نمونہ ہو' اور اس عمل میں آپ کی اقتداء کا اجر وثواب ملے' اور آپ کے حیرت انگیز معجزات دیکھ کر کوئی شخص آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائے اور آپ کے زخمی ہونے سے آپ کے متعلق الوہیت کے عقیدہ کی نفی ہو اور آپ نے جو زخم دھلوایا اور اس کا علاج کرایا اور اس سے علاج کرانے کا سنت ہونا ثابت ہوا۔

سعید بن منصور وعبد بن حمیدؒ، بخاریؒ ، مسلمؒ ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے دلائل میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے بارے میں (جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) لفظ آیت "اذ ھمت طائفتن منکم ان تفشلا" (یعنی جب دو گرہوں نے ارادہ کیا تھا تم میں سے کہ بزدل اور کمزور ہو جائیں) کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا دوست ہے کہ یہ فرمان ہم کو خوش کرتا ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے "اذ ھمت طائفتن" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بنو حارثہ احد کی جانب تھے اور بنو سلمہ سلع کی جانب تھے۔

اللہ تعالیٰ کی دست گری

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "اذ ھمت طائفتن" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ واقعہ احد کے دن کا ہے" طائفتن" سے مراد بنو سلمہ اور بنو حارثہ ہیں یہ دونوں قبیلے انصار میں سے تھے ان

دونوں نے ایک کام (یعنی بزدل ہوجانے) کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام سے بچا لیا اور ہم کو یہ بات بھی کی گئی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان لوگوں نے کہا اس بات سے ہم کو خوشی نہیں ہوئی کہ بیشک ہم وہ ارادہ نہ کرتے جو ہم نے ارادہ کیا تھا اور تحقیق ہم کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ ہمارا دوست ہے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اذھمت طائفتن" سے بنوحارثہ اور بنو سلمہ مراد ہیں۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت بنوسلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جو خزرج میں سے تھے اور بنوحارثہ کے بارے میں جو اوس میں سے تھے یعنی یہ آیت "اذھمت طائفتن"۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ الفشل سے مراد جبن یعنی بزدلی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾﴾

اور اللہ نے تمہاری مدد بدر میں بھی کی جبکہ تم نہایت کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم (اس کے) شکر گزار بن سکو۔ (۱۲۳) یاد کرو جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں کہ اللہ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔ (۱۲۴) ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور دشمن تم پر فوراً آ پہنچے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ جن پر نشان لگے ہوئے ہوں گے۔ (۱۲۵)

ربط آیات اور مناسبت:

اس سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنگ احد کا واقعہ بیان کیا تھا اور اب ان آیتوں میں جنگ بدر کا تذکرہ فرما رہا ہے' کیونکہ جنگ بدر میں مسلمان نہایت بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور کفار بہت تیاری اور اسلحہ کی فراوانی کے ساتھ آئے تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں پر غالب کر دیا' اور یہ اس بات کی قومی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر توکل نہیں کرنا چاہیے' اور نہ اس کے سوا اور کسی سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس آیت کو موکد کیا جائے کہ اگر تم اللہ کے احکام (کی اطاعت) پر صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو کافروں کا مکر و فریب تمہیں بالکل ضرر نہیں پہنچا سکتا' نیز اس بات کو موکد کرنا ہے کہ مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

بدر کا لغوی معنی اور جغرافیائی محل وقوع

مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی کا نام بدر ہے' شعبیؒ نے کہا یہاں ایک کنواں تھا جس کا نام بدر تھا کیونکہ اس کے مالک کا نام بدر تھا' پھر مالک کے نام سے وہ کنواں مشہور ہو گیا۔ علامہ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حمویؒ متوفی ٦٢٦ھ لکھتے ہیں: بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا' بدر مدینہ منورہ سے تقریبا اسی میل کی مسافت پر واقع ہے' بدر کا لغوی معنی ہے بھرنا' چودھویں رات کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھرا ہوا اور مکمل ہوتا ہے' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی میں مشہور کنواں ہے جس کو بدر کہتے ہیں۔ (١)

ابن المنذرؒ نے حضرت علی ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ بدر ایک کنواں تھا۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ بدر جہینہ قبیلہ کے ایک آدمی کا کنواں تھا جس کو بدر کہا جاتا تھا اسی کے نام پر کنویں کا نام بدر ہو گیا۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ بدر ایک پانی کا کنواں ہے مکہ مکرمہ کے دائیں راستہ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان۔

بدر میں مسلمانوں کے ضعف کا بیان: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی درآں حالیکہ تم ذلیل تھے اور ایک اور جگہ فرمایا ہے:

(آیت) "وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین"۔ (المنافقون: ٨) ترجمہ: اللہ ہی کے لیے عزت (غلبہ) ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے: اس آیت میں مسلمانوں کے لیے ذلت کا لفظ استعمال فرمایا اور سورہ منافقون میں عزت کا لفظ استعمال فرمایا اور یہ بظاہر تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں

١۔ (معجم البلدان ج ١ ص ٣٥٦' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٣٩٩ھ)

ذلت سے مراد مادی ضعف ہے اور سورہ منافقون میں اس سے مراد ہے اللہ کی نظر میں معزز ہونا' یا دلائل اور معقولیت کے لحاظ سے مسلمانوں کے دین کا باقی ادیان پر غالب آنا' یا اللہ اور اس کی اطاعت کی شرط پر دنیا میں بھی مادی غلبہ پانا اور سرفرازی حاصل کرنا۔ جنگ بدر میں مسلمان مادی طور پر ضعیف تھے کیونکہ ان کی تعداد تین سو تیرہ نفوس قدسیہ تھی اور کفار نو سو پچاس تھے۔ ان کے پاس صرف دو گھوڑے اسی اونٹ تھے اور کفار کے پاس سو گھوڑے' بہ کثرت اونٹ اور وافر مقدار میں اسلحہ تھا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کفار کی نظروں میں مسلمان ضعیف تھے یا مسلمانوں نے مکہ میں کفار کی جو قوت اور شوکت دیکھی تھی اس کے مقابلہ میں وہ خود کو ضعیف اور کمزور خیال کرتے تھے۔

مسلمانوں کی مغلوبیت کے اسباب: آج بھی مسلمان مادی طور پر ضعیف اور مغلوب ہیں اور ان کے مقابلہ میں کفار مادی طور پر قوی اور غالب ہیں' لیکن مسلمانوں کو اس لحاظ سے غلبہ حاصل ہے کہ ان کی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ من وعن محفوظ ہے' جب کہ توراۃ اور انجیل جس زبان میں نازل ہوئیں تھیں اس زبان میں وہ کتاب آج کہیں بھی موجود نہیں ہے' قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کی تبدیلی یا کمی اور بیشی نہیں ہوئی' جب کہ توراۃ اور انجیل محرف ہوچکی ہیں' متن قرآن کے ہزاروں بلکہ لاکھوں حافظ موجود ہیں جب کہ توراۃ اور انجیل کا کوئی ایک حافظ دنیا میں کبھی بھی نہیں پایا گیا' قرآن کا چیلنج ہے کہ اس کی کسی ایک سورت کی مثل کوئی بنا کر نہیں لاسکتا' اور آج تک کوئی اس چیلنج کو نہیں توڑ سکا' مسلمانوں کے نبی کی پیدائش سے لے کر وفات تک مکمل سیرت مستند مآخذ کے ساتھ مکمل محفوظ ہے' جب کہ اور کسی نبی کی مکمل سیرت پوری سند کے ساتھ موجود نہیں ہے' مسلمانوں کے نبی کے تمام ارشادات (احادیث مبارکہ) اسانید کے ساتھ موجود ہیں اور کتاب کی تعلیم اور دین کی ہدایت کے متعلق آپ نے جو کچھ بھی

فرمایا وہ محفوظ کرلیا گیا اور سینوں سے صحیفوں میں منتقل ہو کر دنیا میں آج تک موجود ہے اور وہی دین پر اتھارٹی ہے، جب کہ اور کسی نبی کے ارشادات اس طرح محفوظ نہیں کیے گئے، نہ ان کو دین میں حجت تسلیم کیا گیا، قرآن اور حدیث کی پیش گوئیاں اپنے صدق کو ہر زمانہ میں منواتی رہی ہیں مثلاً روم کا ایرانیوں پر غالب آنا، صدیاں گزر جانے کے بعد بھی فرعون کے جسد کا قرآن مجید کی پیش گوئی کے مطابق آج تک سلامت رہنا قرآن، مجید کی کسی سورت کی مثال نہ لاسکنا، اس میں کمی بیشی اور تغیر نہ ہونا، قرآن مجید نے معیشت کا جو نظام پیش کیا ہے اس کے مقابلہ میں تمام معاشی نظاموں کا ناقص ہونا، یہ چند مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی بے عملی اور بد عملی کی وجہ سے خواہ مادی طور پر ضعیف اور مغلوب ہوں لیکن ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہے:

(آیت) "ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا"۔ (الفتح: ۲۸)

ترجمہ: (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ باقی مسلمانوں کے ضعف اور مغلوبیت کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت سے اجتماعی طور پر انحراف کیا الا ماشاء اللہ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت پر عمل کرنا وہ باعث عار سمجھنے لگے، اور مغربی تہذیب اپنانے کو باعث فخر سمجھنے لگے، وہ موسیقی اور راگ ورنگ میں ڈوب گئے اور مسلمان آپس میں افتراق اور انتشار کا شکار ہوگئے۔ سائنسی علوم اور عسکری تربیت حاصل کرنے کے بجائے تعیشات اور تن آسانیوں میں مبتلا ہوگئے مضاربت کے اصول پر تجارت کرنے کے بجائے سودی کاروبار اور جوئے اور سٹے کو اپنایا نتیجے کے طور پر وہ معاشرتی بدحالی کا شکار ہوئے اور اپنے وطن کے دفاع اور اس کی حفاظت کے

قابل نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم"۔ (الانفال: ٤٦) ترجمہ: اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

(آیت) "ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"۔ (ال عمران: ١٣٩) ترجمہ: اور سستی نہ کرو اور غم نہ کرو' اور تم میں ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم ایمان کامل پر قائم رہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم) یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے؟ ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ (تین ہزار کے بجائے) پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور اللہ نے اس (فرشتوں کے نازل کرنے) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (درحقیقت) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ (اور اس مدد کا باعث یہ ہے کہ) تاکہ اللہ کافروں کے ایک گروہ کو (جڑ سے) کاٹ دے یا انھیں (شکست خوردہ کر کے) رسوا کرے تاکہ وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں۔

جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار

قرآن مجید میں کی مذکور الصدر آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں کا نزول مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ہوا تھا اور اس کو فتح اور نصرت کی بشارت دینے کے لیے قرآن مجید میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال بھی کیا تھا' البتہ بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال بھی کیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر کے دن فرمایا یہ جبرائیل ہیں جنہوں نے گھوڑے کے سر کو پکڑا ہوا ہے اور ان پر جنگی ہتھیار ہیں۔ [۱]

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا' جو اس سے آگے تھا' اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا' اس انصاری نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔ [۲]

امام محمد بن عمر بن واقدؒ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: معاذ بن رفاعہ بن رافعؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ انھوں نے اپنے عماموں کے شملوں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا ان کے عماموں کا رنگ سبز' زرد اور سرخ تھا' اور ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ابو رہم غفاریؓ اپنے ابن عم سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا عم زاد بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے تھے' جب ہم نے دیکھا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے

۱۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۷۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اصحاب کے لشکر پر حملہ کریں گے' پھر ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کی بائیں جانب چلے گئے' اور ہم کہہ رہے تھے کہ یہ تو قریش کے لشکر کا چوتھائی ہیں' جس وقت ہم مسلمانوں کے لشکر کے بائیں جانب جا رہے تھے تو ایک بادل نے آ کر ہم کو ڈھانپ لیا' ہم نے اس بادل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ہمیں مردوں اور ہتھیاروں کی آوازیں سنائی دیں' اور ہم نے سنا ایک شخص اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا "حیزوم آگے بڑھو" اور ہم نے سنا وہ کہہ رہے تھے ٹھیرو' پیچھے سے آؤ' پھر وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دائیں جانب اترے' پھر ان کی طرح ایک اور جماعت آئی' اور وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھی' پھر جب ہم نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ قریش سے دگنے نظر آئے' میرا عزم زادفوت ہو گیا' اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ سائب بن ابی حبیش اسدیؓ' حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں بیان کر رہے تھے کہ بہ خدا مجھے کسی انسان نے گرفتار نہیں کیا تھا' ان سے پوچھا پھر کس نے گرفتار کیا تھا؟ انھوں نے کہا جب قریش نے شکست کھائی تو میں نے بھی ان کی شکست کھائی' مجھے سفید رنگ کے ایک طویل القامت شخص نے گرفتار کیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا تھا' اس نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا' حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ آئے تو انھوں نے مجھے بندھا ہوا پایا' حضرت عبدالرحمنؓ لشکر میں اعلان کر رہے تھے کہ اس شخص کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ تو کسی شخص نے بھی یہ دعوی نہیں کیا کہ اس نے مجھے گرفتار کیا ہے حتی کہ مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جایا گیا 'رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے پوچھا اے ابن ابی حبیش! تم کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا' اور میں نہیں جانتا' اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کو بتلانا ناپسند کیا' رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو فرشتوں میں سے ایک کریم فرشتے نے گرفتار کیا ہے‘ اے ابن عوف اپنے قیدی کو لے جاؤ! تو حضرت عبدالرحمن مجھے لے گئے‘ سائب نے کہا میں نے ایک عرصہ تک اس بات کو مخفی رکھا اور اپنے اسلام قبول کرنے کو موخر کرتا رہا بالآخر میں مسلمان ہو گیا۔ حضرت حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں (یہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے) میں نے اس دن دیکھا آسمان ایک سیاہ چادر سے ڈھکا ہوا ہے اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان سے کوئی چیز آ رہی ہے جس سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تائید کی گئی ہے‘ اور اس وجہ سے شکست ہوئی اور یہ فرشتے تھے۔
امام واقدیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ ہو رہی تھی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعائیں کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: "اے اللہ! اپنا وعدہ پورا فرما" اور کہہ رہے تھے: "اے اللہ! اگر آج یہ جماعت مغلوب ہو گئی تو پھر شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا‘ اور حضرت ابوبکرؓ آپ سے کہہ رہے تھے کہ بخدا! اللہ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو سرخرو کرے گا‘ پھر اللہ عزوجل نے دشمن کی جانب ایک ہزار لگاتار فرشتے نازل کیے‘ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے ابوبکر خوشخبری ہو! یہ جبرائیل ہیں جو زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں‘ ان کے دانتوں پر غبار ہے وہ آسمان اور زمین کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے آ رہے ہیں‘ جب وہ زمین پر اترے تو ایک ساعت کے لیے مجھ سے غائب ہو گئے‘ پھر ظاہر ہوئے اور کہہ رہے تھے کہ جب آپ نے مدد طلب کی تو اللہ کی مدد آ گئی۔
امام واقدیؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی مٹھی میں کنکریاں لیں اور یہ کہہ کر کفار کی طرف پھینکیں کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں‘ اے اللہ! ان کے دلوں پر رعب طاری کر! اور

ان کے قدم اکھاڑ دے‘ پھر اللہ تعالیٰ کے دشمن شکست کھا گئے اور مسلمان قتل کر رہے تھے اور کفار کو قید کر رہے تھے اور مشرکوں کے چہرے اور ان کی آنکھیں خاک میں اٹی ہوئی تھیں اور ان کو پتا نہیں چل رہا تھا کہ یہ خاک کہاں سے آئی اور مومنین اور فرشتے ان کو قتل کر رہے تھے۔ (۱)

امام بیہقیؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت مالک بن ربیعہؓ جنگ بدر کے دن حاضر تھے‘ انھوں نے اپنی بینائی چلے جانے کے بعد کہا اگر میں تمہارے ساتھ اس وقت بدر میں ہوتا اور میں بینا بھی ہوتا تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکلے تھے۔ (۲)

امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: حضرت ابوداؤد مازنیؒ نے کہا میں جنگ بدر کے دن مشرکین میں سے ایک شخص کا پیچھا کر رہا تھا تاکہ میں اس کو قتل کروں سو میرے تلوار مارنے سے پہلے ہی اس کا سر کٹ کر گر گیا تو میں نے جان لیا کہ میرے علاوہ کسی اور نے اس کو قتل کیا ہے۔ (۳)

امام ابن جریر طبریؒ روایت کرتے ہیں: عکرمہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے بعد ابوسفیان مکہ کے لوگوں میں جنگ کے احوال بیان کر رہا تھا‘ اس نے کہا ہم نے زمین اور آسمان کے درمیان سفید رنگ کے سوار دیکھے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے وہ ہم کو قتل کر رہے تھے اور ہم کو قید کر رہے تھے‘ ابورافعؒ نے کہا وہ فرشتے تھے۔ مقسمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس شخص نے عباس کو گرفتار کیا وہ حضرت ابوالیسر تھے‘ حضرت ابوالیسر دبلے پتلے آدمی تھے اور عباس بہت جسیم تھے‘ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوالیسر سے پوچھا تم نے عباس پر

۱۔(کتاب المغازی ج۱ ص۸۱۔۷۵‘ مطبوعہ عالم الکتب بیروت‘ الطبعۃ الثالثۃ)

۲۔(دلائل النبوۃ ج۳ ص۸۱‘ جامع البیان ج۴ ص۵۰‘ سیرت ابن ہشام ج۲ ص۲۷۴)

۳۔(زادالمسیر ج۱ ص۴۵۳۔۴۵۲‘ سیرت ابن ہشام ج۱ ص۶۳۳‘ جامع البیان ج۴ ص۵۰)

کیسے قابو پایا؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص نے میری مدد کی تھی میں نے اس کو اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک معزز فرشتے نے تمہاری مدد کی تھی۔ مقسم بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا یوم بدر کے سوا ملائکہ نے کسی دن بھی قتال نہیں کیا' باقی ایام میں وہ عددی قوت اور مدد کے لیے آتے تھے قتال نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب تک اللہ نے چاہا قریظہ اور نضیر کا محاصرہ کرتے رہے' اور ہم کو فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر ہم واپس آگئے' سو جس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے گھر میں اپنا سر دھو رہے تھے' اچانک آپ کے پاس جبرائیل آئے اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اپنا اسلحہ اتار دیا' اور فرشتوں نے ابھی اپنے ہتھیار نہیں اتارے' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک کپڑا منگایا اور اس کو سر پر لپیٹا اور سر نہیں دھویا' پھر آپ نے ہمیں بلایا ہم سب آپ کے ساتھ روانہ ہوئے حتی کہ ہم قریظہ اور نضیر کے پاس پہنچے' اس دن اللہ تعالیٰ نے ہماری تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہم اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے۔۔۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غزوہ خندق سے واپس آئے تو آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمایا' آپ کے پاس جبرائیل آئے اور کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے' بہ خدا ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے' آپ ان کی طرف نکلئے' آپ نے پوچھا کس طرف؟ جبرائیل نے کہا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا

۱۔ (جامع البیان جزء ٤' ص ۵۲۔۵۰)

سو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں جبرائیل کے چلنے سے بنو غنم کی گلیوں میں غبار بلند ہو رہا تھا' جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ (۱)

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخیؒ المتوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور صحابہ کرامؓ کے دائیں جانب پانچ سو فرشتوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے ان صحابہ میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے جب کہ حضرت میکائیل (علیہ السلام) پانچ سو فرشتوں کے ساتھ صحابہ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے ان صحابہ میں حضرت عمرؓ بھی تھے ان فرشتوں نے سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کیے ہوئے تھے اور انھوں نے عمامہ کے شملے کندھوں کے درمیان پیچھے چھوڑے ہوئے تھے فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال کیا تھا اور جنگ احزاب و جنگ خیبر میں قتال نہیں کیا تھا۔ (۲)

پانچ ہزار فرشتوں کی مدد

ابن جریرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر پہنچی پھر انھوں نے اسی طرح ذکر کیا (جیسے اوپر بیان ہوا) مگر یہ فرمایا لفظ آیت "ویأ توکم من فورہم ھذا" یعنی کرز اور اس کے ساتھیوں کے بعد "یمددکم ربکم بخمسۃ الف من الملئکۃ مسومین" (یعنی تمہارا رب بھی تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان لگائے ہوئے ہوں گے) (پھر جب) کرز اور

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱' ۵۹۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۲ ص ۷ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کے ساتھیوں کو شکست کی خبر پہنچ گئی تو اس نے مشرکین کی مدد نہیں کی تو مسلمانوں کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہیں ہوئے اور اس کے بعد ایک ہزار (فرشتوں) سے مدد کی گئی اور یہ چار ہزار ہو گئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ (یہ آیت) "اذ تقول للمومنین" کہ یہ بدر کے دن ہوا تھا۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے وہ لوگ (یعنی صحابہ) ایک ہزار (فرشتوں) کے ساتھ مدد کئے گئے پھر وہ تین ہزار ہو گئے پھر وہ پانچ ہزار ہو گئے اور یہ واقعہ بدر کے دن کا ہے۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے لفظ آیت "بلی ان تصبروا وتتقوا" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ احد کے دن ہوا تھا انھوں نے صبر نہ کیا اور نہ تقویٰ اختیار کیا (اس لیے) احد کے دن ان کی مدد نہیں کی گئی اگر ان کی مدد کی جاتی تو اس دن شکست نہ ہوتی۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک فرشتہ کے ساتھ بھی مدد نہیں کئے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا لفظ آیت "ان تصبروا وتتقوا" (یعنی اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے) تب مدد ہوگی۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان تصبروا وتتقوا" (اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے) کہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا احد کے دن جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر پیش فرمایا تھا کہ اگر ایمان والوں نے تقویٰ اختیار کیا اور صبر کیا تو

ان کی مدد کریں گے پانچ ہزار فرشتون کے ساتھ جو نشان لگے ہوں گے لیکن مسلمان احد کے دن بھاگ گئے اور پیٹھ پھیر لی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد نہیں فرمائی۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا جبکہ وہ مشرکین کا انتظار کر رہے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ ہماری مدد نہیں فرمائیں گے جیسے بدر کے دن مدد فرمائی تھی؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لفظ آیت "الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ الف من الملئکۃ منزلین" بلا شبہ بدر کے دن تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد ہوئی تھی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ (مدد) آئے گی اس شرط پر کہ اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے۔

امام محمد ابن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں: ان آیات کی تفسیر میں صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ خبر دی کہ آپ نے مسلمانوں سے یہ فرمایا کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہاری تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کرے' سو اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد کا وعدہ فرمالیا' پھر ان سے پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ فرمالیا بشرطیکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں' اور ان آیتوں میں اس پر دلیل نہیں ہے کہ ان کی تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی' اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی مدد کی گئی تھی اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی' اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی مدد نہیں کی گئی تھی' اس لیے فرشتوں کا مدد کرنا اور نہ کرنا دونوں امر جائز ہیں' اور ہمارے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جس سے یہ

معلوم ہو کہ تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی یا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی' اور بغیر کسی صحیح حدیث کے ان میں سے کسی چیز کا قول کرنا جائز نہیں ہے' البتہ قرآن مجید میں یہ دلیل ضرور ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور وہ یہ آیت ہے:

(آیت) "اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملآئکۃ مردفین"۔ (الانفال: ۹) ترجمہ: جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تمہاری ایک ہزار لگا تار آنیوالے فرشتوں سے مدد کرنے والا ہوں۔ البتہ جنگ احد میں مسلمانوں کی فرشتوں سے مدد نہیں کی گئی ورنہ وہ شکست نہ کھاتے۔ (۱)

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعیؒ المتوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب غزوہ بدر میں رب عزوجل سے بہت زیادہ دعا کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا فرمائے گا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عریش میں بیٹھے معمولی سی نیند آ گئی' پھر آپ بیدار ہوئے' پھر آپ نے فرمایا' اے ابوبکر! اللہ کی مدد آ گئی' یہ جبرائیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے قیادت کر رہے ہیں اور ان کے سامنے کے دانتوں پر گرد و غبار ہے۔ (۲)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر کے دن فرمایا: یہ جبرائیل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے اور جنگ حنین میں سبز

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٥٣' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ١٤٠٩ھ)

۲۔ (دلائل النبوت للبیہقی ج ۳ ص ۸۰۔۸۱)

عمامے تھے اور فرشتوں نے جنگ بدر کے سوا کسی دن بھی قتال نہیں کیا اور باقی ایام میں فرشتے عددی برتری اور مدد کے لیے آئے تھے۔ اور ابو اسید مالک بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں موجود تھے اور انھوں نے اپنی بینائی زائل ہونے کے بعد کہا کہ اگر میں تمہارے ساتھ آج وادی بدر میں ہوتا اور میری بصارت بھی ہوتی تو میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکلے تھے۔ (۱)

سیدنا براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ اس بات پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ بدر کے مجاہدین کی تعداد اتنی ہی تھی جتنی حضرت طالوت کے مجاہدین کی تھی، وہ کہ جنھوں نے حضرت طالوت کے ہمراہ دریا پار کیا تھا، اس دریا کو سوائے مومن کے کسی نے عبور نہیں کیا تھا اور یہ لوگ تین سو تیرہ تھے۔ (۲)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، بدر کے دن ہم لوگ سواریوں کی قلت کی وجہ سے ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہ اور علیؓ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے۔ اونٹ پر باری باری سواری ہوتی تھی، تو جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیدل چلنے کی باری آئی تو ابو لبابہ اور علی (رض) نے عرض کی، آپ تشریف رکھیں ہم آپ کی طرف سے باری باری پیدل چلتے رہیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "تم دونوں مجھ سے زیادہ باہمت نہیں ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم دونوں تو اجر لے جاؤ اور میں محروم رہ جاؤں۔" (۳)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مجاہد ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔

۱۔ (دلائل النبوت للبیہقی ج ۳ ص ۵۳) (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۷۳ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

۲۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب عدة أصحاب بدر: ۳۹۵۸]

۳۔ [مسند أحمد: ۱/۴۱۱، ۴۱۸، ح: ۳۹۰۰، ۳۹۶۴۔ مستدرک حاکم: ۳/۲۰، ح: ۴۲۹۹]

مشرک اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔اس دوران میں اوپر سے کوڑا پڑنے کی آواز مجاہد کے کان میں پڑی۔ساتھ ہی ایک گھڑسوار کی آواز سنائی دی، وہ (اپنے گھوڑے کا نام لے کر) کہہ رہا تھا، اے حیزوم! آگے بڑھ۔اب مجاہد نے جونہی اپنے سامنے نظر دوڑائی تو وہی مشرک چاروں شانے چت گرا پڑا تھا۔ مجاہد نے اس کو دیکھا تو اس کی ناک پر کوڑے کا نشان تھا اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا۔چہرے کا رنگ بدل کر سبز ہو گیا تھا۔یہ منظر دیکھنے والا انصاری صحابی آیا، اس نے سارا واقعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا:"تو نے سچ کہا ہے، یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔"[1]

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویأ توکم من فورہم" سے مراد ہے یعنی وہ تم پر اس سفر کے بعد آئیں گے۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من فورہم" سے مراد ہے کہ ان کے سامنے سے۔

ابن جریرؒ نے وجہ آخر سے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من فورہم" سے مراد ہے ان کا فوری طور پر آنا احد کے دن تھا وہ غصہ میں تھے بدر کے دن کی وجہ سے جو ان کو تکلیف پہنچی تھی۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے مجاہد رحمۃ اللہ روایت کیا ہے کہ "من فورہم" سے مراد ہے کہ اپنے غصہ کی وجہ سے۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویاتوکم من فورہم" سے مراد ہے کہ ان کے سامنے

۱۔[مسلم، کتاب الجھاد، باب الامداد بالملائکۃ:۱۷۶۳]

تھے اپنے غصہ کی وجہ سے۔

طبرانی وابن مردویہؒ نے (ضعیف سند کے ساتھ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "مسومین" سے مراد ہے جانے پہچانے اور بدر کے دن فرشتوں کی علامت سیاہ عمامے تھے اور احد کے دن سرک عمامے تھے۔

ابن ابی شیبہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہؒ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا کہ زبیرؓ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور فرشتے بھی زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے نازل ہوئے۔

ابن اسحاق اور طبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے جن کو انھوں نے اپنی پیٹھوں پر ڈال رکھا تھا اور حنین کے دن ان کے سرخ عمامے تھے بدر کے علاوہ کسی دن میں فرشتوں نے (کافروں کو) نہیں مارا اور وہ صرف تعداد بڑھانے اور مدد کرنے کے لیے ہوتے تھے لڑتے نہیں تھے۔

الطستیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "مسومین" کے بارے میں بتایئے تو انھوں نے فرمایا کہ فرشتے سفید پگڑیاں پہنے ہوئے تھے اور یہ فرشتوں کی نشانی تھی ازرق نے (پھر) عرض کیا کہ عرب کے لوگ اس معنی کو جانتے ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

ولقد حمیت الخیل تحمل شکۃ جرداء صافیۃ الادیم مسومۃ

ترجمہ: اور تحقیق گھوڑے کے جوش مارا جو کہ ہتھیار اٹھائے تھا سبقت کرنے والا صاف چمڑے والا

علامت لگا یا ہوا تھا۔

ابن جریرؒ نے ابواسیدؓ سے روایت کیا ہے کہ بدری صحابی تھے وہ فرمایا کرتے تھے اگر میری آنکھ میرا ساتھ دیتی پھر تم میرے ساتھ احد کی طرف جاتے تو میں تم کو وہ گھاٹی بتاتا جس میں سے فرشتے نکل رہے تھے زرد پگڑیوں میں اور ان کے شملے ان کے کندھوں کے درمیان تھے۔

بدر کے دن فرشتے گھوڑوں پر سوار تھے

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریرؒ نے عروہؒ سے روایت کیا کہ بدر کے دن فرشتے ایسے گھوڑوں پر اترے تھے جو سیاہ اور سفید داغوں والے تھے اور اس دن زبیرؓ زرد پگڑی پہنے ہوئے تھے۔

ابونعیمؒ نے فضائل صحابہ میں عروہؒ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن جبرائیل (علیہ السلام) زبیرؓ کی طرح نشانی لگائے ہوئے تھے اور زبیرؓ زرد رنگ کی پگڑی پہنے ہوئے تھے۔

ابونعیم اور ابن عساکرؒ نے عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ بدر کے دن فرشتے اس حال میں نازل ہوئے گویا وہ سفید پرندے تھے جن پر زرد پگڑیاں تھیں اور اس دن لوگوں کے درمیان زبیرؓ بھی زرد رنگ کی پگڑی پہنے ہوئے تھے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ فرشتے ابوعبداللہ کی شکل پر نازل ہوئے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اس حال میں تشریف لائے کہ ان پر زرد رنگ کی پگڑی تھی۔

ابن ابی شیبہ اور ابن جریرؒ نے عمیر بن اسحاقؓ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن پہلے اون (بطور نشانی کے) رکھی گئی تھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم آپس میں اپنے لوگوں کو پہچاننے کے لیے ایک نشان مقرر کرلو کیونکہ فرشتوں نے بھی ایک نشان مقرر کیا ہے پس وہ پہلا دن تھا کہ اون رکھی تھی۔

ابن ابی شیبہؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی سفید اون تھی گھوڑے کی پیشانی میں اور اس کی دم میں۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "مسومین" سے مراد ہے سرخ دھنی ہوئی اون سے نشان لگائے تھے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "مسومین" کہ (فرشتے) اون کے ساتھ نشان لگائے ہوئے آئے تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ نے بھی اپنے آپ کو نشان لگایا اور اپنے گھوڑوں کو اون کے ساتھ نشان لگایا۔

ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "مسومین" سے مراد ہے کہ وہ جانے پہچانے تھے ان کے گھوڑے کی دمیں اور پیشانی کے بالوں کو کوٹ دیا گیا تھا اور ان میں سرک رنگ کی اون تھی۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے "مسومین" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ ان کی نشانی اس دن اون تھی ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں اور ان کی دموں میں اور وہ سیاہ سفید داغوں والے گھوڑوں پر تھے۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "مسومین" سے مراد ہے کہ ان پر قتال کا نشان تھا۔

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ اس دن (فرشتے) سیاہ سفید داغوں والے گھوڑوں پر تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے عمیر بن اسحاق ؒ سے روایت کیا ہے کہ جب احد کا دن تھا تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہٹا دیا (صرف) سعد بن مالکؓ باقی رہ گئے جو تیر پھینک رہے تھے اور ایک نوجوان ان کے لیے تیر چن رہا تھا جب بھی تیر ختم ہو جاتے تو وہ آپ کو تیر دے دیتا اور وہ اس کو پھینکتے فرمایا اے ابواسحاق! تیر پھینکو، اے ابواسحاق تیر پھینکو جب معرکہ ختم ہو گیا تو اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا تو کسی نے نہیں پہچانا (کون تھا شاید کوئی فرشتہ ہو)۔

﴿ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١٢٦﴾ ﴾

یہ بات تو اللہ نے اس لیے کہی کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں ورنہ نصرت تو بس اللہ زبردست (اور) حکمت والے ہی کی طرف سے ہے۔

(آیت) ”وماجعلہ اللہ“ یہ وعدہ اور مدد اس لیے کی (آیت) ”الا بشری لکم“۔ تاکہ تمہارے لیے خوشخبری ہو ”ولتطمئن“ اور تم مطمئن ہو سکون قلب حاصل ہو، (آیت) ”قلوبکم بہ“ تمہارے دلوں میں خوف نہ ہو دشمنوں کی تعداد کی زیادتی اور اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے۔

(آیت) ”وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم“۔ فتح تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ ملائکہ کی کثرت اور کثیر لشکر و ساز و سامان سے، لہٰذا تم اسی سے مدد طلب کرو اور اسی پر توکل اختیار کرو اس لیے کہ عزت اور حکومت اسی کی طرف سے ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وماجعلہ اللہ

الا بشری لکم“ سے مراد ہے کہ ان (فرشتوں) کو ان کے لیے خوشخبری بنا دیا تا کہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں اور انھوں نے ان کے ساتھ اس دن قتال نہیں کیا نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد مگر صرف بدر کے دن۔

﴿ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَآئِبِينَ ﴿١٢٧﴾ ﴾

تا کہ وہ ان لوگوں کا ایک حصہ کاٹ دے جنھوں نے کفر کیا، یا انھیں ذلیل کر دے، پس وہ ناکام واپس لوٹ جائیں۔

قتل کفار کی بشارت: لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَآئِبِينَ (تا کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دے) قتل وقید کے ذریعے چنانچہ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور ستر سردار قید ہوئے۔ لِيَقْطَعَ کی لام۔ نمبر ۱۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ سے متعلق ہے یا نمبر ۲۔ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللّٰهِ سے متعلق ہے یا نمبر ۳۔ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ سے متعلق ہے۔

أَوْ يَكْبِتَهُمْ یا ان کو رسوا کرے اور شکست سے غصہ دلا کر لوٹائے۔ الکبت۔ دراصل شدید بزدلی جو دل میں رچ جائے اور اس کی وجہ سے آدمی منہ کے بل گر جائے۔

فَيَنقَلِبُوا خَآئِبِينَ پس وہ اپنے شہروں کو اس حالت میں لوٹیں کہ اپنے مقصد میں ناکام ہوں۔

کافروں کی ایک جماعت کی ہلاکت

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لیقطع طرفا من الذین کفروا" مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دیا ان کے سرداروں رئیسوں اور قائدین کو قتل کر دیا اور ان کو شر میں ڈال دیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لیقطع طرفا" سے یہ بدر کا دن مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک جماعت کو ہلاک کر دیا اور دوسری جماعت کو باقی چھوڑ دیا۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احد میں مشرکین کے مقتولین کا ذکر فرمایا اور وہ اٹھارہ مرد تھے اسی کو فرمایا لفظ آیت "لیقطع طرفا من الذین کفروا" شہدا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا"۔

ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "او یکبتھم" سے مراد ہے کہ (اللہ تعالیٰ) ان کو ذلیل اور رسوا کرے۔

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾ ﴾

اے پیغمبر! تمہیں اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا انھیں عذاب دے، بیشک وہ ظالم ہیں۔

شان نزول: (آیت) "لیس لک من الامر شیئ"

آیت)"لیس لک من الامر شئی"۔ کے شان نزول میں متعدد اقوال:

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی ؒ متوفی ٦٠٦ لکھتے ہیں: اس آیت کے شان نزول میں کئی اقوال ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ آیت واقعہ احد میں نازل ہوئی ہے اور اس کی بھی کئی تقریریں درج ذیل ہیں:

(١) عتبہ بن ابی وقاص کی ضرب سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سر مبارک زخمی ہو گیا اور سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کا نچلا دانت شہید ہو گیا۔ آپ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام آپ کے چہرے سے خون دھو رہے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا، اس وقت آپ نے ان کے لیے دعائے ضرر کرنا چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [١]

(٢) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کچھ لوگوں کے لیے دعاء ضرر کی اور فرمایا: اے اللہ ابو سفیان پر لعنت فرما، اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت فرما، اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت فرما، تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان لوگوں نے مسلمان ہو کر نیک عمل کیے۔

(٣) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو دیکھا ان کو مثلہ کر دیا گیا تھا اور ان کی لاش کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے تو آپ نے فرمایا میں تیس کافروں کو مثلہ کروں گا، تب یہ آیت نازل ہوئی، قفال نے کہا: جنگ احد میں یہ تمام واقعات پیش آئے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ تینوں

١۔(اس حدیث کا بیان صحیح بخاری ج ٢ ص ٥٨٢ میں ہے)

واقعات اس آیت کے نزول کا سبب ہوں۔

(امام رازی اور بعض دیگر مفسرین کو یہاں وہم ہوا ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں تیس کافروں کو مثلہ کروں گا' آپ نے فرمایا تھا میں بھی ان کو مثلہ کروں گا۔ [1]

اپنے لشکر کے ساتھ لے گیا اور ان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس واقعہ سے سخت اذیت پہنچی اور آپ نے چالیس روز تک ان کافروں کے خلاف دعائے ضرر کی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن یہ قول بعید ہے کیونکہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا تعلق قصہ احد کے ساتھ ہے۔ [2]

کافروں کے خلاف دعاء ضرر کرنے اور لعنت کرنے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ" اور" ربنا لک الحمد" کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! فلاں اور فلاں اور فلاں کو لعنت کر' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "لیس لک من الامر شیء"۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صفوان بن امیہ' سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت) "لیس لک من الامر شیء"۔ [3]

۱۔ کتاب المغازی للواقدی ج۱ ص ۳۲)۔

۲۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ٤٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۳۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھتے رہے۔ آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعاء ضرر کرتے تھے۔ (۱)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبح کی نماز میں قرات سے فارغ ہو کر "سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنا لک الحمد" کہنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرتے: اے اللہ ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ضعفاء مومنین کو نجات دے، اے اللہ مضر کو شدت کے ساتھ پامال کر دے، اور ان پر حضرت یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ کی طرح قحط نازل فرما، اے اللہ! لحیان، رعل اور ذکوان پر اور عصیہ پر جس نے اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کی ہے، لعنت فرما، پھر جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون"۔ تو آپ نے اس دعاء ضرر کو ترک فرمایا۔ (۲)

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ آیت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر احد کے دن اتری (جبکہ) آپ کا چہرہ مبارک زخمہ ہو گیا تھا اور آپ کے سامنے والے چار دانتوں اور ابرو پر زخم لگ گیا تھا سالمؒ جو ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ آپ کے چہرہ مبارک سے خون صاف کر رہے تھے آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی۔ جنہوں نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرہ مبارک کو خون سے رنگ دیا حالانکہ وہ ان کو اپنے رب کی طرف بلاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "لیس لک من الامر شیء" الآیۃ۔

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرہ انور کا زخمی ہونا

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر احد کے دن نازل ہوئی اور آپ کے چہرہ مبارک میں زخم آ گیا اور سامنے والے دانت ٹوٹ گئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان پر بدعا کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے فرمایا یہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے بنی کے چہرہ کو خون آلود کر دیا حالانکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور یہ لوگ ان کو شیطان کی طرف بلاتے ہیں اور وہ ان کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور یہ لوگ اس کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں وہ ان کو جنت کی طرف بلاتا ہے اور یہ لوگ اس کو آگ کی طرف بلاتے ہیں وہ ان کو جنت کی طرف بلاتا ہے اور یہ لوگ اس کو آگ کی طرف بلاتے ہیں اس لیے آپ نے ان پر بدعا کرنے کا ارادہ فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت "لیس لک الامر شیء" تو پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان پر بدعا کرنے سے رک گئے۔

عبد بن حمیدؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے جب آپ کے صحابہ کرامؓ شکست کھا کر بھاگ گئے تو آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے اور آپ کے چہرہ مبارک پر بھی زخم آ گیا تو آپ نے احد پہاڑ پر چڑھتے ہوئے یہ فرمایا یہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا حالانکہ وہ ان کو اپنے رب کی طرف بلاتا ہے تو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے (آیت) اتاری "لیس لک الامر شیء"۔

عبدالرزاقؒ، ابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے دانت احد کے دن ٹوٹ گئے عتبہ بن ابی وقاص نے آپ پر حملہ کیا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک

بھی زخمی کر دیا تھا سالمؓ جو ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے انھوں نے خون کو دھو یا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت "لیس لک الامر شی ء"۔

احمدؒ، بخاریؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن جریر اور بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد کے دن فرمایا اے اللہ لعنت بھیج ابوسفیان پر اے اللہ! لعنت بھیج حرث بن ہشام پر اے اللہ! لعنت بھیج سہیل بن عمرو پر اے اللہ! لعنت بھیج صفوان بن امیہ پر تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "لیس لک الامر شی ء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون" تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا۔

ترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چار آدمیوں پر بددعا فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "لیس لک الامر شی ء" (پھر) ان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے ہدایت عطا فرمائی۔

بخاریؒ، مسلمؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے نحاس نے اپنی ناسخ میں اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کسی کے لیے بددعا یا کسی کے لیے دعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تھے تو رکوع کے بعد آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔ لفظ آیت: "اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعہ والمستضعفین من المومنین اللھم اشدد وطائتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف"۔ ترجمہ: اے اللہ! نجات دے ولید بن کو سلمۃ بن ہشام کو عیاش بن ابی ربیعہ کو اور مومنین میں سے ضعیف لوگوں کو، اے اللہ! مضر قبیلہ والوں کو پیس دے اور ان

پر ایسا قحط مسلط فرما جیسے یوسف (علیہ السلام) کی قوم پر قحط مسلط کیا تھا۔ اور آپ یہ دعا بلند آواز سے کرتے اور آپ اپنی بعض نماز یعنی فجر کی نماز میں یوں فرماتے اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت بھیج عرب کے بعض قبائل میں سے بعض قبیلوں پر اور آپ بلند آواز سے ایسا فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "لیس لک من الامر شیء" اور دوسرے الفاظ میں یوں ہے اے اللہ! لعنت بھیج قبیلہ لحیان پر رعل پر ذکوان پر اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی پھر ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے بددعا چھوڑ دی جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "لیس لک من الامر شیء"۔

عبد بن حمید اور نحاسؒ نے اپنی ناسخ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فجر کی نماز میں رکوع کے بعد دوسری رکعت میں لعنت فرمائی اور فرمایا اے اللہ! لعنت بھیج فلاں اور فلاں پر یہ لوگ منافق تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "لیس لک من الامر شیء"۔

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾ ﴾

زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ کے لیے ہے، جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، وہ معاف کرنے والا، رحم والا ہے۔

واللہ ما فی السموات وما فی الارض اور جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کی مخلوق اور مملوک ہے اس لیے تمام امور اسی کے قبضہ میں ہیں۔ یغفر لمن یشاء وہ جس کی مغفرت چاہے گا اسلام کی توفیق

دے کر کردے گا۔خواہ اس نے (گناہوں سے) توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ویعذب من یشاء اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ یہ آیت صراحۃً بتارہی ہے کہ گنہگاروں کو عذاب دینا اللہ پر لازم نہیں۔واللہ غفور رحیم اور اللہ غفور ورحیم ہے لہٰذا تم ان کے لیے بددعا کرنے میں پیش قدمی نہ کرو۔فریانی نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ لوگ (ادائے ثمن کی) ایک مدت مقرر کر کے خرید وفروخت کرتے تھے اور جب میعادادا پوری ہوجاتی تو ثمن میں اضافہ کردیتے اور مدت اداء میں بھی توسیع کردیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فرمایا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔وہ جسے چاہے گا معاف کردے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، کسی بندے کو، چاہے وہ نبی مرسل ہو یا ولی مکرم، یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی قسمت کا فیصلہ کرے اور کسی کو جنت بھیج دے اور کسی کو جہنم ہیں۔

وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ: اللہ تعالیٰ معاف کرنے کو بہت پسند کرتا ہے اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب لکھی، وہ کتاب اسی کے پاس عرش کے اوپر ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ میری رحمت اور مہربانی میرے غضب سے آگے بڑھ گئی ہے۔“[1]

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس رات میں کیا دعا کروں؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تب تم یہ دعا کرو (اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ کَرِیۡمٌ تُحِبُّ الۡعَفۡوَ فَاعۡفُ عَنِّیۡ)“ اے اللہ! تو

۱۔[بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (بل ہو قرآن مجید۔۔الخ):۷۵۵۳]

معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما!"۔ [1]

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٣٠ ﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا تھا کہ مومن کسی غیر مومن کو اپنا دوست اور ہم راز بنائے اور اس کے بعد احد کا قصہ بیان فرمایا' اور کفار اپنے کاروبار کے اکثر معاملات سود کے ذریعہ کرتے تھے' اور یہ سودی کاروبار وہ مسلمانوں اور کافروں دونوں کے ساتھ کرتے تھے اور اس کاروباری معاملہ کی وجہ سے بھی مسلمان کافروں سے ملتے جلتے تھے تب مسلمانوں کو سودی لین دین سے بالکل روک دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے کافروں کے ساتھ تعلقات کی کوئی وجہ نہ رہے۔ ابتداء میں مسلمان تنگ دست تھے' اور کفار اور یہودی بہت خوش حال تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حرام مال کھانے کی وجہ سے نیک اعمال اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں' جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے جس شخص کا کھانا پینا حرام ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور امام طبرانیؒ نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے جو شخص مال حرام سے حج کرتا ہے تو جب وہ لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارا لبیک کہنا مقبول نہیں ہے اور تمہارا حج مردود ہے۔

---

[1] [ترمذی، أبواب الدعوات، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة: ٣٥١٣]

شان نزول: یایھا الذین امنوا الا تاکلوا الربوا

فریابیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لوگ وقت مقرر پر ادھار چیزوں کو فروخت کیا کرتے تھے یہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض میں اضافہ کر دیتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”اے ایمان والو کئی حصے کر کے سود مت کھاؤ“۔

اور فریابیؒ نے عطا سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ ثقیف، بنو نضیر سے زمانہ جاہلیت میں قرض کے طریقہ پر لین دین کیا کرتے تھے، جب قرض کی مدت آجاتی تو یہ لوگ کہتے کہ ہم تمہیں کو سود دیں گے، مدت میں اضافہ کر دو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ثقیف والو! روپیہ پر مدت میں سود مت لو اور اللہ سے اس بارے میں ڈرتے رہو تا کہ تمہیں غصہ اور عذاب سے نجات حاصل ہو اور سود کھانے میں جہنم کی آگ سے ڈرو جو اللہ تعالیٰ نے حرمت سود کے منکرین کے لیے پیدا کی ہے۔ [۱]

سود مفرد اور سود مرکب کا بیان

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے شخص کو مثلاً ایک سال کی مدت کے لیے دس روپے کی زیادتی پر سو روپے قرض دیتا' اور جب ایک سال کے بعد مقروض رقم ادا نہ کر سکتا تو اب قرض خواہ ایک سو دس روپے پر دس روپے فی صد کے حساب سے سالانہ سود مقرر کر دیتا اس طرح ہر سال کرتا' یا کہتا کہ تمہیں ایک سال کی مزید مہلت دیتا ہوں۔ لیکن تمہیں سو روپے کی بجائے دو سو روپے دینے ہوں گے' اسی طرح عدم

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

ادائیگی کی صورت میں ہر سال سو روپے کا اضافہ کرتا چلا جاتا' یہ سود در سود ہے اس کو سود مرکب بھی کہتے ہیں اس کے مقابلہ میں سود مفرد یہ ہے کہ اصل رقم سو روپے ہو اور قرض خواہ اس رقم پر مقروض سے دس فیصد سالانہ کے حساب سے سود وصول کرے۔

اس آیت میں سود مرکب کو حرام کیا گیا ہے' لیکن اس آیت میں اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ صرف سود مرکب حرام ہے' اور سود مفرد جائز ہے کیونکہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقا سود کو حرام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔ (البقرہ:۲۷٤)

ترجمہ: اور اللہ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام کر دیا:

ربا الفضل کا بیان

سورہ بقرہ میں ہم سود کے متعلق مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس بحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔ یہ بحث ربا النسیہ سے متعلق ہے اور ربا الفضل یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزوں کی جب بیع کی جائے تو وہ دونوں نقد ہوں اور برابر برابر ہوں اور ان میں زیادتی سود ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲٦۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سونا' سونے کے عوض' چاندی' چاندی کے عوض گندم' گندم کے عوض' جو' جو کے عوض' کھجور' کھجور کے عوض اور نمک' نمک کے عوض فروخت کرو برابر برابر نقد بہ نقد' اور جب یہ اقسام مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو

بشرطیکہ نقد ہوں۔ [۱]

" صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ اور طبرانی میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے اور اس میں چاندی کے علاوہ باقی پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ [۲]

ربا الفضل میں علت حرمت کی تحقیق

احادیث میں سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک ان چھ چیزوں کی بیع ان کی مثل میں زیادتی اور ادھار کے ساتھ منع کی گئی ہے اور جب دو نوع مختلف ہوں تو پھر زیادتی کے ساتھ بیع منع نہیں ہے، ائمہ مجتہدین نے ان چھ چیزوں میں علت مشترکہ نکال کر باقی چیزوں کی مثل میں بھی زیادتی کے ساتھ منع کیا ہے، امام شافعیؒ نے کہا ان چھ چیزوں میں ثمنیت اور طعم مشترک ہے، سو جو چیز ثمن ہو یا کھانے پینے کی چیز ہو اس کی مثل میں زیادتی کے ساتھ بیع منع ہے اور باقی چیزوں میں جائز ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں ان کی مثل میں زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہوگی مثلاً ایک کپڑے کا تھان اس جیسے دو تھانوں کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا، امام مالکؒ کے نزدیک ثمنیت اور خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت علت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا، پیتل، لوہا، لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں اپنی مثل میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے امام احمد بن حنبلؒ کے دو قول

۱۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۵۸۷ جامع ترمذی، رقم الحدیث:۱۲٤، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۳٤۹، سنن نسائی رقم الحدیث ٤٥٧٥، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۲٥٤، سنن دارمی، رقم الحدیث:۲٥٤۱، مسند ابویعلی رقم الحدیث:۰ ٥٦۹، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱٤۱۹۳، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:٥۰۱۸، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲٤، مسند احمد ج ٥ ص ۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۰٤۔۱۰۳، سنن کبری للبیہقی ج ٥ ص ۲۸۲۔۲۷۷)

۲۔ صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۰۲۷، سنن ابن ماجہ (۲۲٥۳) اور طبرانی (المعجم الکبیر:۱۰۱۷)

ہیں ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں زیادتی کے ساتھ بیع جائز نہیں ہے۔ان کا یہ قول فقہاء احناف کی طرح ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے۔ یہ قول فقہاء شافعیہؒ کی طرح ہے' ان دونوں قولوں پر وہی اعتراض ہے جو امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے' امام ابوحنیفہؒ کے زدیک حرمت کی علت وزن اور کیل (ماپنا) ہے' سو دو ایک جنس کی چیزیں جو وزنی ہوں یا کیلی ہوں ان میں زیادتی کے ساتھ بیع ناجائز ہے اس پر اعتراض ہے کہ جو چیزیں عددا فروخت ہوتی ہیں مثلاً انڈے' اخروٹ' صابن' گلاس' پلیٹیں وغیرہ ان سب میں زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہوگی مثلاً ایک صابن کی ٹکیہ کی بیع دس صابن کی ٹکیوں کے ساتھ جائز ہوگی اور یہ سود نہ ہوگا' نیز جو عام استعمال کی چیزیں ہیں صابن' پلیٹیں' پین پنسل' میز' کرسی وغیرہ جو عددا فروخت کیے جاتے ہیں ان کی مثل میں اگر زیادتی کے ساتھ بیع کی جائے تو وہ کسی امام کے نزدیک سود نہ ہوگی۔

جن احادیث میں ان چھ چیزوں کا ذکر ہے' ان میں ایک جنس کی دو چیزوں کی بیع میں جو مقدار مشترک ہے وہ وزن اور کیل ہے' کیونکہ سونے اور چاندی کو وزن سے فروخت کیا جاتا ہے اور گندم' جو' کھجور اور نمک کو کیل (پیمانے سے ماپ کر) سے فروخت کیا جاتا ہے۔اس لیے امام ابوحنیفہ اور امام احمدؒ نے ایک جنس کی دو چیزوں کی بیع میں وزن اور کیل کو علت قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان دو چیزوں کا وزن اور کیل برابر ہو اور زیادتی سود ہے' لیکن یہ کہنا بھی بعید نہ ہوگا کہ کسی مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے اس سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو سامنے رکھ کر غور کرنا ضروری ہے اور بعض احادیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک درہم کی دو درہموں سے ایک دینار کی دو دیناروں سے بیع کو بھی ناجائز

قرار دیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جب ایک جنس کی دو چیزوں میں بیع کی جائے تو وزن اور کیل کے علاوہ عدد میں بھی مساوات ضروری ہے اور اگر ان میں کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع کی جائے تو پھر سود ہوگا اور اگر ربا الفضل کی علت میں وزن، کیل اور عدد تینوں کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر حرمت سود کی علت جامع ہوجائے گی اور ہر صورت میں دو ہم جنس چیزوں میں کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع ناجائز اور سود ہوگی۔ وہ حدیث یہ ہے:

امام بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔ (۱)

﴿ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ ﴾

اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

(آیت) "واتقوا اللہ" یعنی تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو سود کے مالوں میں اور تم انھیں نہ کھاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں خوفزدہ کیا۔ (۲)

اور فرمایا: (آیت) "واتقوا النار التی اعدت للکفرین"۔ بہت سے مفسرین نے کہا ہے یہ وعید اس کے لیے ہے جس نے سود کو حلال سمجھا اور جس نے ربا کو حلال سمجھا وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

۱۔(سنن کبری ج ۵ ص ۲۷۸ موطا امام مالک رقم الحدیث ۱۳۲۷)

۲۔(معالم التنزیل، جلد ۱، صفحہ ۵۴۷)

اس کا معنی ہے ایسے عمل سے بچو جو تم سے ایمان کو چھین لیتا ہے کہ تم (اس کے سبب) آتش جہنم کو واجب کر لو گے، کیونکہ گناہوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں کرنے والا ایمان کے چھن جانے کو واجب کر لیتا ہے۔

ابن المنذر اور بن ابی حاتمؒ نے معاویہ بن قرۃؒ سے روایت کیا ہے کہ لوگ یعنی علماء اس آیت کی تاویل کرتے تھے لفظ آیت "وتقوا النار التی اعدت للکفرین" یعنی ڈرو تم عذاب دوں گا میں تم کو تمہارے گناہوں کے سبب اس آگ میں جس کو میں نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

ارشاد فرمایا: (اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِیَهۡدِیَهُمۡ طَرِیۡقًا ۔ اِلَّا طَرِیۡقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا)[النساء:۱۶۸، ۱۶۹] "بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخشے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔ سوائے جہنم کی راہ کے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔" اور فرمایا: (وَعَدَ اللّٰہُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡکُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ هِیَ حَسۡبُهُمۡ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰہُ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ)[التوبۃ:۶۸] "اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔"

سیدنا ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر

بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لو، تو (تمام اہل ایمان جہنم سے) نکل آئیں گے۔"[1]

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ ﴾

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اس جنگ میں دوسری غلطی جیسا کہ گزارش کی گئی ہے مسلمانوں سے یہ سرزد ہوئی کہ انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام کو نظر انداز کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تاکیدی احکام کے باوجود اپنے مورچے چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔ اس لیے فرمایا کہ:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے) مسلمانوں کا جو گروہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت میں کمزوری دکھاتا ہے وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ کے رحم کا مستحق نہیں ہوتا۔ جس طرح سودی لین دین کرنے والا مسلمان ہوتے ہوئے بھی جہنم کا سزاوار ہو جاتا ہے اسی لیے فرمایا (اس آگ سے بچو جو کافر لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے) سودی کاروبار کرنے والے بیشک اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ان کا انجام بھی کافروں والا ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے رسول کی بھی اطاعت کرتا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس پر رحم کیا جائے۔ یوں تو دنیا میں حشرات الارض سے لے کر بڑی سے بڑی مخلوق کو زندگی اور اس کے امکانات اور زندگی کی بقا اور اس کے اسباب میسر ہیں لیکن خصوصی فضل و کرم اور خصوصی رحم و مروت وہ صرف اللہ کے رسول کی اطاعت ہی سے ممکن ہوتا ہے۔ یہاں ایک

۱۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ٦٥٦٠]

اور بات بھی ذہن میں تازہ کر لیجئے کہ قرآن کریم عموماً جہاں اللہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے وہیں اس کے ساتھ ہی رسول کی اطاعت کا بھی حکم دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت مستقلاً فرض ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی اپنی جگہ مستقل طور پر فرض اور واجب ہے کیونکہ اس کی وجہ قرآن کریم کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کا پیغمبر کبھی ہوائے نفس سے بات نہیں کرتا بلکہ جب بھی وہ دین کے بارے میں کوئی حکم دیتا ہے تو وہ وحی الٰہی ہوتا ہے۔

﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ ﴾

اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی (وسعت) آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

ربط آیات:

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود کھانے سے منع فرمایا تھا اور اس میں یہ اشارہ تھا کہ دنیا کے مال اور اس کی زینت کی طرف رغبت نہ کی جائے کیونکہ جب انسان دنیا کی رنگینیوں میں رغبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غفلت اور سستی پیدا ہوتی ہے' نیز اس سے پہلے فرمایا تھا کہ اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو تمہارے پاس فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی' اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی اور اس کی جنت کی طرف جلدی کرو' اور دنیا کی رنگینیوں اور اس کے مال ومتاع میں رغبت نہ کرو' اور اگر اللہ کی راہ میں تم قتل کیے جاؤ یا تمہاری اولاد قتل جائے یا تم زخمی ہو تو تم اس پر صبر کرو اور

اگر تم کسی کے ساتھ احسان کرو اور نیک سلوک کرو اور وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم اپنا غصہ ضبط کر لو اور اس کو معاف کر دو بلکہ اس کے ساتھ احسان کرو، جس طرح کفار نے جنگ احد میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے محبوب چچا کو شہید کیا اور فتح مکہ کے موقع پر جب وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کیے گئے جب وہ مغلوب تھے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے بدلہ لینے پر ہر طرح قادر تھے، تو آپ نے غصہ ضبط کیا، ان کو معاف کر دیا اور ان سب کو آزاد کر دیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یعلی بن مرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری حمص میں ہرقل کے قاصد سے ملاقات ہوئی وہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا اس نے کہا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ہرقل کا مکتوب لے کر گیا تھا میں نے کہا آپ اس جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کا عرض سات آسمان اور زمینیں ہیں تو پھر دوزخ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا "سبحان اللہ" جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟۔ [1]

شان نزول آیت "وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم"

عبد بن حمید و ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے عطا بن ابی رباحؒ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! بنو اسرائیل اللہ کے نزدیک ہم سے زیادہ عزت والے تھے۔ جب ان میں سے کوئی گناہ کرتا تھا تو صبح کے وقت اس کے گناہ کا کفارہ لکھا ہوتا تھا اس کے دروازے کی چوکھٹ پر اپنا ناک کاٹ دے یا اپنا کان کاٹ دو یا ایسا ایسا کرو (یہ سن کر) آپ خاموش ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم" سے لے کر "والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا الذنوبہم" نبی کریم

۱۔(جامع البیان ج ۴ ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر کام کے بارے میں نہ بتاؤں یہ تلاوت فرمائیں۔

ابن المنذرؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم" سے مراد تکبیر اولی ہے (یعنی تکبیر اولی کی طرف جلدی کرو)۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وسارعوا" سے مراد ہے نیک اعمال میں جلدی کرو اور "الی مغفرہ من ربکم" یعنی اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو اور لفظ آیت "وجنۃ عرضھا السموت والارض" یعنی اس کی جنت کا عرض سات آسمان اور سات زمینوں کے برابر ہے ان سب کو آپس میں ملایا جائے تو ان کی لمبائی جنت کی چوڑائی جتنی ہوگی۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین آپس میں اس طرح ملائی جائیں گی جیسے بعض کپڑا بعض کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو یہ جنت کا عرض ہوگا (یعنی جنت کی چوڑائی کے برابر ہوگا)۔

جنت کی چوڑائی کا ذکر

سعید بن منصور وابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے کریبؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھے ابن عباسؓ نے اہل کتاب کے ایک آدمی کے پاس بھیجا کہ میں اس سے اس آیت "وجنۃ عرضھا السموت والارض" کے بارے میں سوال کروں اس نے موسیٰ (علیہ السلام) کے اسفار کو نکالا اور ان کو دیکھنا شروع کیا (پھر) کہا کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو یوں آپس میں ملایا جائے گا جیسے بعض کپڑے کو بعض سے ملایا جایا جاتا ہے یہ جنت کا عرض ہوگا۔ لیکن اس کا طول سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

ابن جریرؒ نے تنوخیؒ سے روایت کیا ہے کہ جو ہرقل کا قاصد تھا اس نے کہا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ہرقل کا خط لے کر آیا اور اس میں یہ (لکھا ہوا) تھا آپ مجھے اس جنت کی طرف بلاتے ہیں۔ جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے (یعنی) لفظ آیت "وجنۃ عرضھا السموت والارض اعدت للمتقین" تو پھر جہنم کہاں ہوگی؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سبحان اللہ! رات کہاں ہوتی ہے جب دن آجاتا ہے؟۔

البزار اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "وجنۃ عرضھا السموت والارض" کے بارے میں بتایئے پھر جہنم کہاں ہوگی؟ آپ نے فرمایا تو بتا جب رات ہر چیز کو ڈھانک لیتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟ اس نے کہا جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اسی طرح جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے (جہنم وہی ہوگی)۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے طارق بن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ یہود میں سے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اس جنت کے بارے میں سوال کیا کہ جس کا عرض آسمان اور زمینیں ہیں تو پھر جہنم کہاں ہوگی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟ اور جب دن آجاتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے تو انھوں نے کہا اسی کی مثل توراۃ میں ہے۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے یزید بن الاصمؒ سے روایت کیا ہے کہ اہل ادیان میں سے ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا تم کہتے ہو لفظ آیت "وجنۃ عرضھا السموت والارض" پھر آگ کہاں ہے؟ تو ابن عباسؓ نے فرمایا جب رات آجاتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟ اور جب دن آجاتا ہے تو رات کہاں ہوتی

ہے؟ (تو وہ لاجواب ہو گیا)۔

مسلم وابن المنذرؒ، حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بدر کے دن فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ اس جنت کی طرف کہ اس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا واہ کیا بات ہے اللہ کی قسم یا رسول اللہ ضروری ہے کہ میں اس (جنت) کے رہنے والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا بیشک تو اس کے رہنے والوں میں سے ہے۔ (اس کے بعد) اس نے اپنے تھیلے میں سے کچھ کھجوروں کو نکالا اور اس میں سے کھانا شروع کر دیا۔ پھر کہا اگر میں زندہ رہا یہاں تک کہ میں اپنی کھجوروں کو کھا لوں تو یہ لمبی زندگی ہو گی۔ (یہ کہہ کر) اس نے کھجوروں کو پھینک دیا جو کچھ اس کے پاس تھیں۔ پھر اس نے (کافروں سے) لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "نیک اعمال سرانجام دینے میں جلدی کر لو، ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے پہلے جو سیاہ رات کے مختلف ٹکڑوں کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے، (تب عالم یہ ہو گا کہ) صبح کو آدمی مومن ہو گا تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا تو صبح کو کافر اور وہ اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔"[۱]

سیدنا عقبہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس تیزی سے گھبرا

۱۔[مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرۃ بالأعمال قبل تظاہر الفتن: ۱۱۸]

گئے۔ (تھوڑی دیر بعد) آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کے جلدی جانے پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: "مجھے یاد آیا تھا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی کے) ڈلے کا کچھ حصہ ہے، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ مجھے (اللہ کی یاد سے) روک دے (اور کسی اور طرف مشغول کر دے)، اس لیے میں نے (جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیا ہے۔" [1]

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ احد والے دن، ایک آدمی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا، یہ بتلایے! اگر میں کافروں کے ہاتھوں مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: "جنت میں۔" یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں، پھر (بڑی بے جگری سے) لڑا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ [2]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد والے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا: "یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟" صحابہ کرامؓ نے اپنے ہاتھ آپ کی طرف دراز کیے۔ ان میں سے ہر ایک کی زبان پر تھا کہ "میں لوں گا۔" آپ نے فرمایا: "کون ہے جو اسے اس کے حق کے ساتھ لے؟" (یہ سن کر) سب لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انھوں نے توقف کیا تو ابو دجانہ (رض) بے دریغ آگے بڑھے اور انھوں نے کہا، میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ پس انھوں نے آپ سے تلوار لے لی اور اس سے مشرکوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں۔ [3]

۱۔[بخاری، کتاب الأذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجۃ فتخطاھم: ۸۵۱]
۲۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد: ۴۰۴۶۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید: ۱۸۹۹]
۳۔[مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أبی دجانۃ، سماک بن خرشۃ (رض): ۲۴۷۰]

﴿ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾ ﴾

وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں کشادگی میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصے کو بھی پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ : یعنی صرف خوش حالی ہی میں نہیں، تنگ دستی کے زمانہ میں بھی خرچ کرتے ہیں، مطلب یہ کہ ہر حال اور ہر موقع پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: (اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً)[البقرة:۲۷۴] ”وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔۔(ان میں سے) ایک وہ آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔“ (۱)

وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ : یعنی جب انھیں غصہ آتا ہے تو اسے پی جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: (وَ لَمَنۡ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ)[الشوریٰ:۴۳] ”اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین:۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ:۱۰۳۱]

کردے تو بیشک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔" اور فرمایا: (فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ)[الشوریٰ: ٣٦، ٣٧] "پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "بہادر وہ نہیں جو پچھاڑ دے، بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔" [١]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درخواست کی کہ آپ مجھے وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: "غصہ نہ کیا کرو۔" اس نے بار بار وصیت کے لیے کہا تو آپ نے (ہر بار) یہی فرمایا: "غصہ نہ کیا کرو۔" [٢]

سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "بندے نے کبھی ایسا گھونٹ نہیں پیا جو اس غصے کے گھونٹ سے افضل ہو جسے بندہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے پی لیتا ہے۔" [٣]

١۔[بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب: ٦١١٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل من یملک نفسه عند الغضب: ٢٦٠٩]

٢۔[بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب: ٦١١٦]

٣۔[مسند أحمد: ١٢٨/٢، ح: ٦١١٩۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحلم: ٤١٨٩]

وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ : یعنی لوگوں کی ضرر رسانی اور ان کی نازیبا حرکات پر نہ ان سے لڑتے ہیں، نہ جھگڑتے ہیں اور نہ انتقام لیتے ہیں، بلکہ حلم و بردباری سے کام لیتے ہوئے عفو و درگزر کر لیتے ہیں۔ عفوو درگزر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَکُمۡ)[النور:۲۲] "معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخشے۔" اور فرمایا: (خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ)[الاعراف:۱۹۹] "درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تین باتوں (کی حقیقت) پر میں قسم کھاتا ہوں: 1 صدقہ کرنے سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ 2 معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور 3 جو بندہ سوال کر کے سوال کرنے کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔" جبکہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکسار سے کام لے، اللہ تعالیٰ اسے اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے۔"[1]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص بہت شدید غصہ میں تھا اور یوں لگتا تھا کہ غصہ سے اس کی ناک پھٹ جائے گی' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے ایک ایسے کلمہ کا علم ہے اگر یہ وہ کلمہ پڑھ لے گا تو اس کا غضب جاتا رہے گا' حضرت معاذؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہے"

۱۔[ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل أربعۃ نفر:۲۳۲۵۔ مسند أحمد:۲۳۱/۴، ح:۱۸۰۵۴۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع:۲۵۸۸]

اللھم انی اعوذ بک من الشیطن الرجیم"۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص غصہ ہو اور وہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے پھر اگر اس کا غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک ورنہ پھر وہ لیٹ جائے۔

عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا غضب شیطان (کے اثر) سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے تو جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضو کر لے۔ [۱]

غصہ ضبط کرنے کی فضیلت میں احادیث

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے غصہ ضبط کر لیا حالانکہ وہ اس کے اظہار پر قادر تھا، اللہ تعالیٰ اس کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ [۲]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے غصہ کو ضبط کر لیا باوجودیکہ وہ اس کے اظہار پر قادر تھا اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے اس کو اختیار دے گا وہ جس حور کو چاہے لے لے۔

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ فرمایا تمہارے نزدیک پہلوانی کا کیا معیار ہے؟ صحابہؓ نے

۱۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۴۔ ۳۰۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ)

۲۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۶۱، مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

کہا جو لوگوں کو پچھاڑ دے اور اس کو کوئی نہ پچھاڑ سکے' آپ نے فرمایا نہیں' بلکہ پہلوان وہ شخص ہے۔ جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (۱)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ؒ متوفی ۸۰۷ ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے اپنے غصہ کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے عذاب کو دور کر دے گا' اور جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا اس حدیث کو امام طبرانی ؒ نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عبدالسلام بن ہاشم ایک ضعیف راوی ہے۔ (۲)

اور غصہ نہ کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں' حافظ الہیثمی ؒ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ مجھے اللہ عزوجل کے غضب سے کیا چیز دور کر سکتی ہے؟ فرمایا تم غصہ نہ کرو' اس حدیث کو امام احمد ؒ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں:

حضرت ابوالدرداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم غصہ نہ کرو تو تمہارے لیے جنت ہے' اس حدیث کو امام طبرانی ؒ نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور معجم کبیر کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (۳)

۱۔ (سنن ابوداؤد ج۲ ص ۳۰۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱٤۰۵ھ)

۲۔ (مجمع الزوائد ج۸ ص ٦۸' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱٤۰۲ھ)

۳۔ (مجمع الزوائد ج۸ ص ۷۰۔٦۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱٤۰۲ھ)

معاف کرنے کی فضیلت:

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے حیائی کی باتیں طبعا کرتے تھے نہ تکلفا اور نہ بازار میں بلند آواز سے باتیں کرتے تھے' اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کردیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جو زیادتی بھی کی گئی میں نے کبھی آپ کو اس زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا بشرطیکہ اللہ کی حدود نہ پامال کی جائیں اور جب اللہ کی حد پامال کی جاتی تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب فرماتے' اور آپ کو جب بھی دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ [۱]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ گناہ ہوتی تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' ہاں اگر اللہ کی حدود پامال کی جاتیں تو آپ ان کا انتقام لیتے تھے۔ [۲]

امام احمد بن حنبل متوفی ؒ ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملا' میں نے ابتداء

۱۔(جامع ترمذی ص ۵۹۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۲۔(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

آپ کا ہاتھ پکڑ لیا' اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے فضیلت والے اعمال بتایئے' آپ نے فرمایا: اے عقبہ' جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق توڑو' جو تم کو محروم کرے' تم اس کو عطا کرو' اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔ (۱)

حافظ ابن عساکرؒ متوفی ۵۷۱ ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو۔ (۲)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

میمون بن مہران روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ان کی باندی ایک پیالہ لے کر آئی جس میں گرم گرم سالن تھا' ان کے پاس اس وقت مہمان بیٹھے ہوئے تھے' وہ باندی لڑکھڑائی اور ان پر وہ شوربا گر گیا' میمون نے اس باندی کو مارنے کا ارادہ کیا' تو باندی نے کہا اے میرے آقا' اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل کیجئے (آیت) "والکاظمین الغیظ"۔ میمونؒ نے کہا میں نے اس پر عمل کرلیا (غصہ ضبط کرلیا) اس نے کہا اس کے بعد کی آیت پر عمل کیجئے (آیت) "والعافین عن الناس"۔ میمونؒ نے کہا میں نے تمہیں معاف کردیا' باندی نے اس پر اس حصہ کی تلاوت کی: (آیت) "واللہ یحب المحسنین"۔ میمونؒ نے کہا میں تمہارے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں اور تم کو آزاد کردیتا ہوں۔ (۳)

نیز علامہ قرطبیؒ نے امام مبارکؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل کے سامنے ایک منادی ندا کرے گا جس نے اللہ کے پاس

۱۔ (مسند احمد ج ٤ ص ١٤٨' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

۲۔ (تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ٦١' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤٠٤ھ)

۳۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ٤ ص ٢٠٧ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ١٣٨٧ھ)

کوئی بھی نیکی بھیجی ہووہ آگے بڑھے تو صرف وہ شخص آگے بڑھے گا جس نے کسی کی خطا معاف کی ہوگی۔

ابن الانباری ؒ نے کتاب الوقف والا بتداء میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ان سے نافع بن ازرق ؒ نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے قول لفظ آیت ”والکظمین الغیظ“ کے بارے میں بتائیے کہ کاظمون سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے غصہ کو روکنے والے عبدالمطلب بن ہاشم نے فرمایا :فخشیت قومی واحتسبت قتالھم والقوم من خوف قتالھم کظم ترجمہ: میں اپنی قوم کے بارے میں ڈرا اوران کے قتال سے رک گیا جبکہ قوم ان کے ساتھ قتال کے خوف سے خاموش تھی۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ابوالعالیہؒ سے لفظ آیت ”والعافین عن الناس“ کے بارے میں روایت کیا کہ وہ اپنے غلاموں کو معاف کردیتے ہیں۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”والعافین عن الناس“ سے مراد ہے کہ وہ لوگ (اگر) کسی کام میں غصہ کرتے ہیں تو پھر بخش دیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں جو شخص ایسا کرتا ہے وہ محسن ہے لفظ آیت ”واللہ یحب المحسنین “ اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس وقت فرمایا یہ لوگ میری امت میں تھوڑے ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچالیں (غصہ سے) اور ان امتوں میں ایسے لوگ بہت زیادہ تھے۔

عبدالرزاق وابن جریر اور ابن المنذرؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے لفظ آیت ”والکظمین الغیظ“ کے بارے میں روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جس شخص نے غصہ کو پی لیا اور وہ بدلہ لینے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو امن اور ایمان سے بھردیں گے۔

احمد اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا غصہ کے گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں جو اللہ کا بندہ اس گھونٹ کو پی جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو ایمان سے بھر دیتے ہیں۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ آدمی کھڑا ہو جائے جس کا اجر اللہ پر ہے تو نہیں کھڑا ہوگا مگر وہ آدمی جو (لوگوں کو) معاف کرنے والا ہوگا۔

البیہقیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا برا اخلاق ایمان کو خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا کھانے کو خراب کر دیتا ہے انسؓ نے فرمایا اور یہ کہا جاتا تھا کہ مومن اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہوتا ہے۔

الحکیمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ غصہ جہنم کی آگ کی انگارہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی کی شہ رگ پر رکھ دیتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب وہ غصہ ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں۔

البیہقیؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا غصہ ایک انگارہ ہے ابن آدم کے دل میں کیا تم نہیں دیکھتے ہو اس کی آنتوں کے پھولنے کو اور اس کی آنکھوں کی سرخی کو جب کوئی شخص اس میں سے کچھ محسوس کرے اگر وہ کھڑا ہوا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر وہ میٹھا ہوا ہے تو اس کو چاہیے کہ لیٹ جائے۔

عبد بن حمیدؒ، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابو بکرؓ سے فرمایا تین چیزیں ساری کی ساری حق ہیں کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جس پر ظلم کیا جائے اور وہ پھر اس سے نگاہ پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو سوال کرنے کا دروازہ کھول لے تا کہ اس کے ذریعہ اس کا مال زیادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی تنگی میں اضافہ کر دیتا ہے اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو عطیہ اور صلہ رحمہ کا دروازہ کھول لے (یعنی خوب صدقہ اور خیرات کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا مال زیادہ کر دیتے ہیں۔

ترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا ابن حبان اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی نے زھد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا کون سی چیز زیادہ لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی تو آپ نے فرمایا دو خالی چیزوں کی وجہ سے ایک منہ اور دوسری شرم گاہ (غلط استعمال کی وجہ سے)۔

البزار وابن حبانؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو تمہارے اچھے لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لمبی عمر والے اور اچھے اخلاق والے (تمہارے اچھے لوگ ہیں)۔

الطبرانی اور ابن حبانؒ نے اسامہ بن شریکؒ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی چیزیں بہتر ہے جو انسان کو دی گئی؟ آپ نے فرمایا اچھا اخلاق۔

ابن عدل اور دیلمیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے معراج کی رات میں ایک سیدھے محل کو دیکھا جو جنت کے اوپر تھا میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کس

کے لیے ہے تو انھوں نے فرمایا لفظ آیت "والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین " (یعنی ان لوگوں کے لیے جو غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں سے معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۣ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ١٣٥ ﴾

اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی ان سے کسی بے حیائی کا ارتکاب ہو جائے یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشے اور یہ جانتے بوجھتے اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔

شان نزول: (آیت) "والذین اذا فعلوا فاحشۃ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی ؒ متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

عطاءؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابومقبل نبہان کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کے پاس ایک حسین عورت آئی انھوں نے اس کو کھجور فروخت کی' وہ اس سے لپٹ گئے اور

اس کا بوسہ لے لیا' پھر اس فعل پر نادم ہوئے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے شان نزول میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ثقفی صحابی کسی غزوہ میں گئے اور اپنے ایک انصاری دوست کو گھر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے۔ انھوں نے اس ثقفی کی امانت میں خیانت کی وہ اس کے گھر میں داخل ہوئے' اس کی عورت نے مدافعت کی تو انھوں نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا' پھر نادم ہوئے اور روتے چیختے ہوئے جنگل میں چلے گئے' جب وہ ثقفی واپس آیا تو اس کی بیوی نے اس کو خبر دی' وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا' اور اس کو تلاش کر کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا کہ وہ شاید اس کی نجات کی کوئی صورت نکالیں' پھر وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور اپنے اس فعل کی خبر دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس آیت سے عموم مراد لینا زیادہ اولی ہے۔[1]

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی لفظ آیت "الذین ینفقون فی السراء والضراء" پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "والذین اذا فعلوا فاحشۃ" پھر فرمایا یہ دونوں نعمتیں ہیں ایک آدمی کی صفات ہیں۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ دونوں گناہ ہیں لفظ آیت "اذا فعلوا فاحشۃ" (کہ انھوں نے برا کام کیا) ایک گناہ ہے اور "او ظلموا انفسھم" اپنی جانوں پر ظلم کیا یہ دوسرا گناہ ہے۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "والذین اذا فعلوا فاحشۃ" فاحشہ سے مراد

۱۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ٤ ص ٢١٠-٢٠٩، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

بدکاری ہے رب کعبہ کی قسم!۔ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فعلوا فاحشۃ" سے زنا مراد ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں: جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی حدیث خود سنتا ہوں تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مجھے اس حدیث سے نفع پہنچاتا ہے' اور جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص مجھے کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو میں اس سے اس حدیث پر حلف طلب کرتا ہوں' اور جب وہ حلف اٹھا لیتا ہے تو میں اس کی تصدیق کر دیتا ہوں اور مجھ سے حضرت ابوبکرؓ نے یہ حدیث بیان کی اور حضرت ابوبکرؓ نے سچ کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بھی کوئی گناہ کرے' پھر وہ اچھی طرح وضو کرے' پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے' پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے' پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی' (آیت) "والذین اذا فعلوا فاحشۃ"۔ الخ۔ (1)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

عطاء ابی رباحؒ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بنو اسرائیل اللہ کے نزدیک ہم سے بہت زیادہ مکرم تھے کہ صبح کو ان کے اس گناہ کا ان کے دروازہ کی چوکھٹ پر لکھا ہوا ہوتا تھا۔ "تم اپنا کان کاٹ لو' تم اپنی ناک کاٹ لو' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش رہے تب یہ آیات نازل ہوئیں: اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں' جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے (الی قولہ) اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر

۱۔(سنن ابوداؤد ج۱ ص ۲۱۳' مطبوعہ لاہور) اس حدیث کو امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام احمد' امام نسائی' امام ابن جریر' اور امام واحدی نے بھی روایت کیا ہے۔

ظلم کیا تو انھوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا؟ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں؟ پھر آپ نے ان آیات کو پڑھا۔ ثابت بنانیؒ روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس رویا۔ (۱)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے، اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف کردے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، اور وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرے گناہ کو معاف کردے۔ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی، راوی نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا تھا جو چاہو کرو۔ (۲)

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تم جو چاہو کرو۔ اس میں

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٦٣۔٦٢، مطبوعہ دار المعرفة بیروت، ١٤٠٩ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

صرف یہ لفظ ہیں' میں نے اس کی مغفرت کردی۔ [۱]

علامہ نووی نے لکھا ہے ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط جائیں گے' اور اگر تمام گناہوں کے بعد توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔ [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے مضہم میں لکھا ہے یہ حدیث استغفار فائدے اور اللہ عظیم فضل' اس کی رحمت کی وسعت' اس کے حلم اور اس کرم پر دلالت کرتی ہے لیکن بندہ کا زبان سے استغفار کرنا اس کے دل کے ساتھ مقرون ہونا چاہیے تاکہ اصرار کی گرہ کھل جائے اور اس کے ساتھ بندہ کو اس گناہ پر نادم بھی ہونا چاہیے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' "تم میں سے بہتر وہ ہے جو فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد توبہ کرے۔" اس کا معنی یہ ہے کہ جس سے بار بار گناہ ہو وہ بار بار توبہ کرے اور جب بھی اس سے کوئی گناہ ہو جائے وہ توبہ کرلے' اور ایسا نہ ہو کہ وہ زبان سے توبہ کرے اور اس کا دل اس گناہ پر مصر ہو' کیونکہ ایسا استغفار بجائے خود استغفار کا محتاج ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباسؓ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو' اور جو شخص گناہ سے توبہ کر رہا ہو حالانکہ وہ اس گناہ پر قائم ہو وہ گویا اپنے رب سے مذاق کر رہا ہے" راجح یہ ہے کہ حدیث کا دوسرا حصہ موقوف ہے (یعنی حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے) اور حدیث کے پہلے حصہ کو امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸۔۱۱۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ ھ)

۲۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷' مطبوعہ کراچی)

فائدہ یہ ہے کہ بار بار گناہ کرنا ہر چند کہ برا کام ہے' لیکن جب اس کے ساتھ توبہ مقرون ہو تو یہ نیک کام ہے کیونکہ وہ کریم سے گڑگڑا کر معافی مانگ رہا ہے' چونکہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر رہا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے تم جو چاہو کرو اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے رہو گے تو تم کو معاف کرتا رہوں گا۔ (۱)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے' جو جب نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب برے کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: چار شخص جنت کے پاکیزہ باغوں میں ہوں گے' جو شخص "لا الہ الا اللہ" پر مضبوط اعتقاد رکھے اور اس میں شک نہ کرے' اور جو شخص جب نیک کام کرے تو خوش ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور وہ شخص جو جب برا کام کرے تو غم گین ہو اور اللہ سے استغفار کرے اور وہ شخص جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو کہے: "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۲)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکرؒ متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب کوئی بندہ گناہ کر کے غم گین ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے خواہ وہ استغفار نہ کرے۔ (۳)

۱۔(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۷۲۔۴۷۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ۱۴۰۱ھ)

۲۔(شعب الایمان ج ۵ ص ۳۷۲۔۳۷۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۳۔(مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

توبہ کا معنی ہے گناہ پر نادم ہونا' دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور اس گناہ کی تلافی کرنا' اور اس کا سب سے بڑا جز گناہ پر نادم ہونا ہے تو جو شخص گناہ کرنے کے بعد غم گین ہوا وہ گویا تائب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انھوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا۔ (آل عمران: ١٣٥)۔

گناہوں پر اصرار کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ متوفی ٥٠٢ ھ لکھتے ہیں:

اصرار کا معنی ہے گناہ کو پختہ اور مضبوط کرنا اور گناہ کو ترک نہ کرنا اور اس کے ترک سے باز رہنا' اصل میں یہ لفظ صر سے بنا ہے جس کا معنی ہے باندھنا' صرہ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں دراہم رکھ کر گرہ لگا دی جاتی ہے۔[١]

امام محمد ابن جریرؒ متوفی ٣١٠ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: قتادہؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا تم لوگ گناہوں پر اصرار کرنے سے باز رہو' کیونکہ ماضی میں گناہوں پر اصرار نہیں کیا' خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔[٢]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ٢٧٥ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے استغفار کر لیا اس نے اصرار نہیں کیا' خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔[٣]

١۔ (المفردات ص ٢٧٩' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ١٣٤٢ھ)

٢۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٦٤۔٦٣' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ١٤٠٩ھ)

٣۔ (سنن ابوداؤد ج ١ ص ٢١٢' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور ١٤٠٥ھ)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ ①

البیہقی ؒ نے اوزاعیؒ سے روایت کیا ہے کہ اصرار یہ ہے کہ بندہ کوئی گناہ کرے تو اس کو حقیر سمجھے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولم یصروا علی ما فعلوا" سے مراد ہے کہ حد سے تجاوز کرنا پھر استغفار نہ کرنا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ انھوں نے گناہ کیا ہے پھر اسی پر قائم رہنا اور استغفار نہ کرنا۔

﴿ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ١٣٦ ﴾

ان لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور نیک کام کرنے والوں کے لیے یہ اچھا بدلہ ہے۔

یعنی جن لوگوں میں یہ صفات پائی جائیں وہ مغفرت اور جنت کے مستحق ہیں، ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عمل کرنے والوں کا بدلہ تو اچھا ہی ہوتا ہے۔ بغیر نیک عمل کے کچھ نہیں ملتا، جزائے خیر کے لیے نیک عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ ارشاد

۱۔ (جامع ترمذی ج ٤ ص ٦٥٩ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام دارمی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

فرمایا:(فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)[السجدة:۱۷] ”پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا:(اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)[السجدة:۱۹] ”لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ونعم اجرالعلمین “ سے مراد ہے اللہ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔

﴿ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ ﴾

تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں، اب تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جنہوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا ان کا انجام کیا ہوا۔

ربط آیات:

اس سے پہلے مسلمانوں کی وہ لغزشیں بیان فرمائیں تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی تھی اور آئندہ کے لیے اس قسم کے کاموں سے منع فرمایا تھا' اور ایسے کاموں کی ترغیب دی تھی جن کے کرنے سے مسلمان اپنے شجاعت کے جوہر دکھائیں اور جہاد میں کافروں کے خلاف فتح

حاصل کریں، اب اس سلسلہ میں مزید ہدایت دینے کے لیے فرمایا ہے جو لوگ اسلام کی صداقت کے متعلق شکوک اور شبہات کا شکار ہیں وہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لیں کہ جن لوگوں نے گزشتہ زمانوں میں اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی وہ کس طرح عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور اب بھی مختلف علاقوں میں ان پر کیے ہوئے عذاب کے آثار موجود ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور معصیت سے توبہ کرنے والوں سے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا تھا، اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ پچھلی امتوں میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے احوال اور آثار کا مشاہدہ کرو تا کہ اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کی معصیت سے بچنے کی مزید ترغیب اور تحریک ہو۔

واقعہ غزوہ احد کے درمیان اس آیت کو لانے کا مقصد مسلمانوں کو تسلی دینا ہے اور انھیں یہ بتانا ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں آئیں اور ان کا امتحان ہوا اور مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنی پڑی۔ وہ صبر و ثابت قدمی سے حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر نصرت و فتح یابی مسلمانوں کے حصہ میں آئی اور اللہ کے دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اگر اس میں شبہ ہو تو دنیا میں گھوم کر دیکھ لو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ اور رسول کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ارشاد فرمایا: (اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ)[ص:١٤] ”نہیں ہے (ان میں سے) کوئی مگر اس نے رسولوں کو جھٹلایا، تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔“ اور فرمایا: (فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ)[الزخرف:٢٥] ”تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، سو دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“ اور فرمایا: (فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ

وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ)[العنکبوت:٤٠] "تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ میں پکڑ لیا، پھر ان میں سے کوئی وہ تھا جس پر ہم نے پتھراؤ والی ہوا بھیجی اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے چیخ نے پکڑ لیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔" اور فرمایا: (اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا)[محمد:١٠] "تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔"

ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قد خلت" سے مراد ہے "مضت" یعنی گذر چکی ہیں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین" سے مراد ہے پہلے والوں کا انجام اور تم سے پہلے امتوں کا انجام ان کا انجام برا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تھوڑا سا نفع دیا پھر وہ جہنم کی طرف چل نکلے۔

﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ١٣٨ ﴾

یہ لوگوں کے لیے صاف تنبیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور

نصیحت ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے کتاب المصاحب میں سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے سب سے پہلے آل عمران میں (یہ آیت) لفظ آیت ”ھذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین“ نازل ہوئی پھر اس کے بعد بقیہ (سورہ) احد کے دن نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ھذا بیان للناس“ سے مراد ہے یہ قرآن۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ھذا بیان للناس“ سے مراد ہے کہ یہ قرآن مجید ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان بنایا عام لوگوں کے لیے (اور) لفظ آیت ”وھدی وموعظۃ للمتقین“ سے مراد ہے۔ خصوصی لوگوں (یعنی متقین) کے لیے ہدایت اور نصیحت بنائی۔

سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے شعبیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ بیان ہے اندھے پن سے اور ہدایت ہے گمراہی سے اور نصیحت ہے جہالت سے۔

یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے ایک واضح بیان ہے، نہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے اور نہ کوئی الجھن۔ یہ تمام لوگوں کو ایک واضح راستہ بتاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: (لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ)[النور:٤٦] ”بلاشبہ یقیناً ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ اور فرمایا: (هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ)[الحدید:٩] ”وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمہیں

اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

﴿ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ ﴾

اور ہمت نہ ہارو اور غم گین نہ ہو اور تم ہی بلند ہو گے اگر تم مومن ہو۔

ربط آیات:

غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں میں جو کمزوری واقع ہوگئی تھی۔ اس کے ازالے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بعض احکام نازل فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے سود خوری سے منع فرمایا۔ غلطیوں اور کوتاہیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ غصے کو دبانے اور لوگوں کو معاف کرنے کی تعلیم دی۔ ہر خوشی اور تکلیف میں راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی۔ اور پھر اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے تائب ہونے کا طریقہ بتلایا۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کی وعید کو یاد کر کے اس سے بخشش طلب کرے، گناہ کی معافی مانگے اور آئندہ کے لیے ایسی برائی سے رک جائے، اس پر اصرار نہ کرے۔ جو کوئی ان احکام پر عمل پیرا ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی بخشش نصیب ہوگی اور اللہ کی ہر نعمت اس کے شامل حال ہوگی۔

ابن جریرؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ قتل ہونا اور زخمی ہونا بہت ہوگیا یہاں تک کہ ان میں سے ہر صحابی خوف زدہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کے ساتھ جو ہمدردی فرمائی اس سے بہتر ایمان والوں کے ساتھ ہمدردی فرمائی اور فرمایا لفظ آیت "ولاتھنوا ولاتحزنوا" سے لے کر "لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم"۔

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ خالد بن ولید متوجہ ہوئے اس بات کا ارادہ کرتے ہوئے کہ وہ سب لوگ پہاڑ پر چڑھ جائیں حملہ کے لیے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے اللہ! وہ لوگ ہم پر پہاڑ کے اوپر سے غالب نہ ہوں (اس پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "ولاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"۔

ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کو شکست ہوگئی ایک وادی میں احد کے دن انھوں نے پوچھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اور فلاں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو ان کے بعض لوگوں نے بعض کو موت کی خبر دی؟ اور یہ بتایا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے گئے وہ جب غم اور دکھ میں تھے۔

اس درمیان وہ لوگ اسی حال میں تھے کہ خالد بن ولیدؓ مشرکین کے گھوڑے سوار دستے کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے اور پہاڑ پر ہر طرف مشرک تھے مسلمان گھاٹی کے نیچے تھے جب انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا تو خوش ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا فرمائی اے اللہ ہماری کوئی طاقت نہیں ہے مگر آپ کی مدد کے ساتھ۔ اور اس کے شہر میں ان لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے سوا کوئی ایک بھی تیری عبادت کرنے والا نہیں ان کو ہلاک نہ فرما مسلمانوں میں سے تیر اندازوں کی ایک جماعت جمع ہوگئی یہ لوگ اوپر چڑھ گئے اور انھوں نے مشرکین کے گھوڑوں پر تیر برسائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور پھر سب مسلمان پہاڑ پر چڑھ گئے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولا تھنوا“ سے مراد ہے کہ تم کمزور نہ ہو جاؤ۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وانتم الاعلون“ سے مراد ہے کہ تم غالب رہو گے۔

﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾﴾

اگر تمہیں کوئی زخم پہنچے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اس جیسا زخم پہنچا ہے ہم لوگوں کے درمیان دنوں کو بدلتے رہتے ہیں اور تا کہ اللہ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

شان نزول: (آیت) ”ویتخذ منکم شھدآء“

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ جب عورتوں پر احد کے دن (غلط بات مشہور ہونے کے بعد) صورت حال کی تحقیق میں دیر ہوئی تو وہ معلومات کرنے کے لیے نکلیں دیکھا کہ دو آدمی اونٹ پر آ رہے ہیں تو ایک عورت نے ان سے پوچھا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا اطلاع ہے، ان سواروں نے کہا کہ آپ زندہ ہیں، تو وہ عورت بولی اگر حضور (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) سلامت ہیں تو) اب کسی بات کا فکر نہیں اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے اپنے بندوں کو شہید کر دے تو اسی عورت کے الفاظ کے مطابق قرآن کریم کی یہ (آیت) "ویتخذ منکم شھدآء"۔ نازل ہوگئی۔ ①

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یمسسکم" سے مراد ہے اگر تم کو (تکلیف) پہنچ جائے۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصمؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ" یعنی ان دونوں میں "ق" کو رفع کے ساتھ پڑھا۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یمسسکم قرح" سے مراد ہے زخمی ہونا اور قتل ہونا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ" سے مراد ہے اگر تم میں سے احد کے دن قتل کئے گئے تو تحقیق تم ان میں سے بدر کے دن قتل کر چکے ہو۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے مسلمان سو گئے اور وہ زخمی تھے۔ یعنی احد کے دن عکرمہؓ نے فرمایا ان کے بارے میں یہ آیت "ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولھا بین الناس" نازل ہوئی اور ان کے بارے میں (یہ آیت) بھی نازل ہوئی لفظ آیت "ان تکون تالمون فانھم یالمون کما تالمون" (النساء آیت ۱۰۴)

احد کے روز اہل ایمان کا شہید ہونا

ا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وتلک الایام نداولھا بین الناس“ سے مراد ہے کہ احد کا دن بدر کے دن کے بدلہ میں ایمان والے لوگ احد کے دن قتل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شہید بنا دیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدر کے دن مشرکین پر غالب ہوئے تو اس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کفار کے خلاف غلبہ رہا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت وتلک الایام نداولھا بین الناس“ سے مراد ہے مشرکین کا فتح یاب ہونا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر احد کے دن اور مجھ کو یہ بات پہنچی کہ مشرکین نے احد میں ستر سے کچھ اوپر مسلمانوں کو شہید کیا یہ تعداد ان قیدیوں کی تعداد کے برابر تھی جو بدر کے دن مشرکین میں سے قید ہوئے اور ان قیدیوں کی تعداد تہتر تھی۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وتلک الایام نداولھا بین الناس“ سے مراد ہے کہ اللہ نے ان ایام کو پلٹ دیا کبھی ان کے لیے اور کبھی ان کے لیے اور غزوہ احد میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ پر بھی کفار کو غلبہ دے دیا۔

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنوں کا) پلٹنا نہ ہوتا تو ایمان والے ہلاک نہ ہوتے لیکن کافر فتح یاب ہو گیا ایمان والوں سے اور ایمان والے کو امتحان میں مبتلا کر دیا گیا۔ کافروں کی وجہ سے تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں۔ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اس کی نافرمانی کرنے والوں میں سے۔ اور تاکہ وہ جان لیں کون سچ بولنے والے اور کون جھوٹ بولنے والے ہیں۔

سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وتلک الایام نداولھا بین الناس" سے مراد ہے کہ ایک دن (تمہاری کامیابی) کے لیے ہے اور ایک دن تمہارے اوپر ہے (یعنی تمہارے خلاف ہے)۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے ابن ابی حاتمؒ سے اور انھوں نے ابن سیرینؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وتلک الایام نداولھا بین الناس" سے مراد ہے اصرار یعنی حکمرانوں کے درمیان (یہ دن اللہ تعالیٰ گھماتے رہتے ہیں کہ کبھی تخت کبھی تختہ۔

ابن المنذرؒ نے ابو جعفرؒ سے روایت کیا کہ حق کے لیے غلبہ ہے اور باطل کے لیے بھی غلبہ ہے حق کے غلبے میں سے ابلیس کو حکم دیا گیا سجدوں کا آدم (علیہ السلام) کو تو غلبہ دیا گیا آدم کو ابلیس پر اور آدم (علیہ السلام) امتحان میں مبتلا ہوئے درخت کی وجہ سے اس میں سے انھوں نے کھالیا تو ابلیس کو آدم پر غلبہ دے دیا گیا۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن جریج ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولیعلم اللہ الذین امنوا ویتخذ منکم شھداء" سے مراد ہے کہ مسلمان اپنے رب سے سوال کرتے تھے اے اللہ ہم کو بدر کے دن کی طرح ایک دن اور دکھا دے کہ ہم اس میں مشرکین سے لڑیں اور ہم اس میں تیری طرف سے خیر کو پائیں اور ہم اس میں شہادت کو تلاش کریں تو یہ لوگ احد کے دن مشرکین سے لڑیں اور ان میں سے (کئی لوگوں) کو شہادت کا درجہ دیا۔

مسلمانوں کی دعا قبول ہوئی

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ مسلمان اپنے رب سے سوال کرتے تھے کہ وہ ان کو بدر کے دن کی طرح ایک دن دکھائے جس میں وہ خیر کو پائیں اور شہادت کو

حاصل کریں اور جنت اور (آخرت کی ہمیشہ والی) زندگی کو اور (عمدہ) رزق عطا کیا جائے۔انھوں نے احد کا دن پایا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے شہید بنا دیئے۔اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ”ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات“ (البقرہ آیت ۱۵٤)۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا لفظ آیت ”ولیعلم اللہ الذین امنوا ویتخذ منکم شھداء“ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو عزت دی شہادت کے ساتھ ان دشمنوں کی مدد کرنے سے۔پھر ان کاموں کا حاصل اور انجام بنا دیتا ہے اللہ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے۔

ابن ابی حاتمؒ نے عبیدہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولیعلم اللہ الذین امنوا ویتخذ منکم شھداء“ اگر تم (کافروں سے) جہاد نہ کرو گے تو تم شہادکا درجہ کبھی نہ پاؤ گے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوالضحیؒ سے روایت کیا کہ یہ آیت ”ویتخذ منکم شھداء“ نازل ہوئی تو اس دن ستر صحابہ شہید ہوئے۔ان میں سے چار مہاجرین میں سے تھے ان میں حمزہ بن عبدالمطلبؓ، مصعب بن عمیرؓ بنو عبدالدار کے بھائی۔شماس بن عثمان مخزومیؓ، عبداللہ بن جحش اسریؓ اور باقی ماندہ انصار میں سے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؓ نے روایت کیا کہ جب عورتوں پر (جنگ احد کی) خبر آنے میں دیر لگی تو وہ خبر معلوم کرنے کے لیے (گھروں سے) نکل کھڑی ہوئی۔

اچانک (راستے میں) دو شہیدوں کی میتیں ایک اونٹ پر یا ایک جانور پر لادی گئیں تھی۔انصار میں سے ایک عورت نے کہا یہ (مقتولین) کون ہیں؟ انھوں نے کہا فلاں اور فلاں ہے ایک اس کا بھائی اور دوسرا اس کا خاوند تھا یا ایک اس کا خاوند اور دوسرا اس کا بیٹا تھا پھر اس عورت نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا وہ زندہ ہیں۔کہنے لگی مجھے کوئی پروا نہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے بندوں میں سے شہید بنا دیئے۔قرآن نازل ہوگیا اس بات پر جو اس عورت نے کہی تھی لفظ آیت ”ویتخذ منکم شھداء“۔

سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اگلے دندان مبارک ٹوٹ گئے، آپ کا چہرہ انور زخمی ہوگیا اور آپ کے سر مبارک پر جو خود تھی وہ ٹوٹ گئی۔“ [۱]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سات انصاری اور دو قریشی صحابہؓ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے۔جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے، اس کے لیے جنت ہے۔“ یا یہ فرمایا: ”وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔“ اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔اس کے بعد پھر مشرکین آپ کے بالکل قریب آگئے اور پھر یہی ہوا۔تو اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہوگئے۔اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ”ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔“ (باقی رہ جانے والے دو صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاصؓ تھے)۔ [۲]

سیدنا قیس بن ابی حازمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا طلحہؓ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا، اس کے ساتھ احد کے دن انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دفاع کیا تھا۔ [۳]

وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ : میدان احد میں مومنوں کو شہادت نصیب ہوئی، جو اللہ کے ہاں بہت بڑا

۱۔[بخاری، کتاب المغازی، باب ما أصاب النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ٤٠٧٥]

۲۔[مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ أحد: ١٧٨٩]

۳۔[بخاری، کتاب المغازی، باب (إذ ھمت طائفتان منکم): ٤٠٦٣، ٣٧٢٤]

شرف ہے۔ چند صحابہؓ کی میدان احد میں شہادت کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا وحشیؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہؓ نے بدر کے دن طیعمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔ اب میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا، اگر میرے چچا طیعمہ کے بدلے تم حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ پھر وہ وقت آیا کہ مکہ کے لوگ عینین کی جنگ کے لیے نکلے، عینین اس پہاڑی کا نام ہے جو احد پہاڑ کے سامنے واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان وادی حائل ہے۔ بہر حال! میں بھی لڑائی کے ارادے سے مکہ کے لوگوں کے ہمراہ ہولیا۔ جب احد میں پہنچے اور لڑائی شروع ہوئی تو میں ایک چٹان کے نیچے حمزہؓ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ جنگ کے دوران میں آخرکار ایک موقع ایسا آیا کہ وہ مجھ سے قریب ہو گئے۔ میں نے اپنا نیزہ ان کی طرف پھینکا۔ نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور پار ہو گیا۔ اس سے وہ شہید ہو گئے اور میرا عہد پورا ہو گیا۔ [1]

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن جحشؓ نے احد کے روز ان سے کہا، تم اللہ سے دعا کرو میں آمین کہوں گا اور پھر میں دعا کروں گا اور تم آمین کہنا۔ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔ پہلے سعدؓ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔ عبداللہ بن جحشؓ نے آمین کہا۔ اب عبداللہ بن جحشؓ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو۔ میں اس

۱۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزۃ بن عبدالمطلب (رض): ٤٠٧٢]

سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ میں جب کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ میں جواب دوں، اللہ! تیری خاطر۔ پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔ سعدؓ نے اس دعا پر آمین کہا۔ سعدؓ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحشؓ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔ (۱)

سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابی عامرؓ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے۔ وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہؓ پر تلوار کا وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا: "تمھارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے (اس کی وجہ) پوچھو۔" بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب حنظلہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا، لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی اس حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ کو غسل دیا۔" (۲)

ابراہیمؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا تو وہ سیدنا مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگے، وہ احد میں شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا، وہ چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر اس سے ان کا سر

۱۔ [مستدرک حاکم: ۲/ ۷۶، ۷۷، ح: ۲٤۰۹۔ السنن الکبریٰ للبیھقی: ٦/ ۳۰۷، ۳۰۸]

۲۔ [مستدرک حاکم: ۳/ ۲۰٤، ۲۰۵، ح: ٤۹۱۷۔ السنن الکبریٰ للبیھقی: ٤/ ۱۵، ح: ٦۸۱٤۔ ابن حبان: ۷۰۲۵]

چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ [1]

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد احد کی جنگ میں شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا اہٹا کر دیدار کرتا اور روتا۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے مگر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے بالکل منع نہیں کیا۔ آخر میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمانے لگے: ”تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو نہیں اٹھاتے فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔۔۔۔“ [2]

﴿وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾﴾

اور تا کہ اللہ ایمان والوں کو پاک صاف کر دیں اور کافروں کو مٹا دیں۔

آپس کے ٹکراؤ کا مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ مومنوں کو ان کے گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو ہلاک کر دے۔ وہ اس طرح کہ جب وہ غالب آئیں گے تو کبر وغرور میں طاغوتی طاقت بن کر ابھریں گے، مسلمانوں سے ٹکرائیں گے اور پھر پاش پاش ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان میں سے اکثر کافروں کا انجام، جنھوں نے معرکہ احد میں حصہ لیا، بعد میں ایسا ہی ہوا، وہ مارے گئے، یا ذلیل وخوار ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔ مومنوں نے ان کا تعاقب کیا اور فضل ونعمت کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا

---

[1]۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد: ١٢٧٥]

[2]۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت: ١٢٤٤]

رِضۡوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ)[آل عمران: ۱۷٤] ”تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولیمحص اللہ الذین امنوا“ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو امتحان میں مبتلا فرمائیں گے اور ”ویحق الکفرین“ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو کم کردیں گے (یعنی ان کو ہلاک کردیں گے)۔

ابن سعدؒ نے محمد بن سیرینؒ سے روایت کیا کہ جب بھی وہ یہ آیت پڑھتے تھے تو یہ دعا فرماتے تھے۔ اے اللہ! ہم کو آزمالے اور ہم کو کافروں میں سے نہ بنا دینا۔

﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝١٤٢ ﴾

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اللہ نے ابھی یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کرنے والے اور (اس کی خاطر) صبر کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ بغیر جہاد کیے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، اس لیے غزوہ احد میں جو کچھ ہوا اسے ہونا ہی تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ عملی طور پر جان لے کہ کون اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس راہ کی کٹھنائیوں پر صبر کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو کئی جگہ

دہرایا ہے۔ارشاد فرمایا: (اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ) [البقرة:۲۱۴] "یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔" اور فرمایا:

(وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ) [محمد:۳۱]

"اور ہم ضرور ہی تمہیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔" اور فرمایا:

(الٓمّٓ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ) [العنکبوت:۲،۱]

"الم۔کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔"

ابن جریرؒ، ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ام حسبتم ان تدخلوا الجنة" یعنی تم نے یہ گمان کرلیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم سب پہنچو گے میرے ثواب میں سے کرامت کو لفظ آیت "ولما یعلم اللہ الذین جھد وا منکم" یعنی میں تم کو نہیں آزماتا سختی کے ساتھ اور نہیں مبتلا کرتا ناگوار حالات کے ساتھ مگر یہ کہ میں جان لوں سچ بولنے والے کو تم میں سے (کون) میرے ساتھ ایمان لایا اور (کس نے) صبر کیا ان تکلیفوں پر جو میرے بارے میں پہنچیں۔

﴿وَلَقَدۡ كُنتُمۡ تَمَنَّوۡنَ ٱلۡمَوۡتَ مِن قَبۡلِ أَن تَلۡقَوۡهُ فَقَدۡ رَأَيۡتُمُوهُ وَأَنتُمۡ تَنظُرُونَ ١٤٣﴾

اورتم تو آرزو کیا کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم موت سے ملو سواب تم نے اسے دیکھ لیا ہے اپنی آنکھوں سے۔

شان نزول: (آیت) "ولقد کنتم تمنون الموت"

ابن ابی حاتمؒ نے عوفی کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کچھ حضرات کہتے تھے کاش ہم کفار کو پھر اس طرح قتل کریں جیسا کہ بدر کے دن قتل کیا تھا اور کاش بدر جیسا دن پھر پیش آئے اور اس میں ہم کفار کو تہہ تیغ کریں اور بہت زیادہ ثواب کمائیں یا شہادت اور جنت حاصل کریں یا زندگی اور مال غنیمت حاصل کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے احد کے دن کا مشاہدہ کرا دیا اور اس میں ان حضرات کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا کہ کوئی نہ جم سکا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم تو مرنے (یعنی شہید ہونے) کی تمنا کر رہے تھے۔ [1]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ربیعؒ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکی تھی اور اہل بدر کو جو فضیلت اور کرامت حاصل ہوئی تھی اس سے محروم رہے تھے۔ اس لیے وہ یہ تمنا کرتے تھے کہ پھر کوئی

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

جہاد کا موقع آئے تو وہ اللہ کی راہ میں قتال کریں پھر جب جنگ احد ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تو موت کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضرؓ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے انھوں نے کہا میں پہلے جہاد میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ساتھ شریک نہیں ہو سکا تھا' اگر اب اللہ نے مجھے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جہاد میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) دکھا دے گا کہ میں کس قدر کوشش کرتا ہوں' جب جنگ احد میں مقابلہ ہوا تو مسلمان شکست کھا گئے حضرت نضرؓ تلوار لے کر آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نضرؓ نے کہا اے سعدؓ کہا جا رہے ہو' مجھے تو احد کے پاس سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے! وہ کفار سے قتال کرتے رہے حتی کہ قتل کر دیئے گئے ان کی لاش پر اس قدر زخم تھے کہ ان کی بہن کے سوا ان کو کوئی نہ پہچان سکا' ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں اور تل سے پہچانا تھا ان کے جسم پر ستر سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔ (۲)

قرآن مجید کی زیر بحث آیت اور ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام شہادت کی تمنا کرتے تھے۔ نیز امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ۷۱' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت عطا فرما۔ (۱)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتے رہا کرو۔ ہاں! البتہ اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر صبر کا مظاہرہ کرو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔" (۲)

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے یوں کہتے تھے اگر ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ (مل کر) دشمنوں سے لڑتے تو ہم ضرور ایسا کریں گے اور ضرور ایسا کریں گے پھر جب وہ اس میں مبتلا کئے گئے تو انھوں نے ایسا نہ کیا (جیسے کہتے تھے) اللہ کی قسم! ان میں سب نے اللہ تعالیٰ سے سچ نہیں بولا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت "ولقد کنتم تمنون الموت"۔

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

۱۔(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔[بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب لاتمنوا لقاء العدو: ۳۰۲۵۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب کراھۃ تمنی لقاء العدو: ۱۷۴۲]